

# مجدی اعتقاد و نظریات

از

فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری



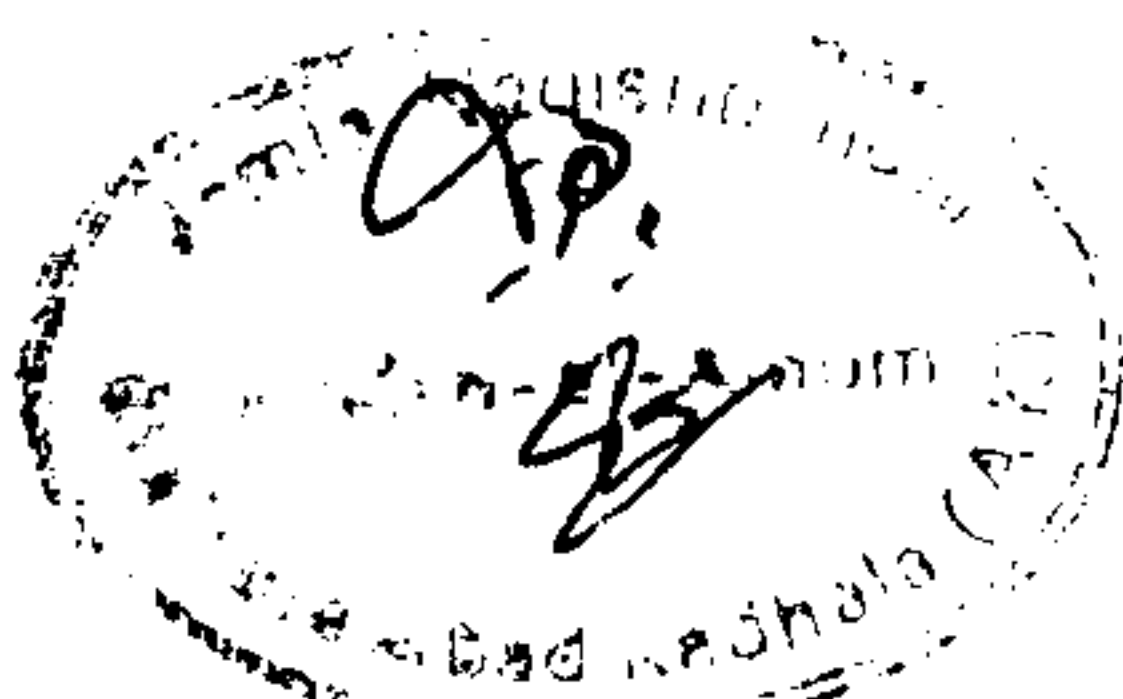
حامد ایندھنی ○ ۳۸- اردو بازار لاہور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



عبرۃ  
زینت النساء  
م  
قاری محمد لوی



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# مجذبی عقائد و نظریات

مؤلفہ

محکم اکیم خاں اختر  
مجذبی منظری شاہجہانپوری لاہور

حامد اینڈ کمپنی © ۳۸ - اردو بازار لاہور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نام کتاب، \_\_\_\_\_ مجدی عقائد و نظریات  
مصنف \_\_\_\_\_ اختر شاہجہان پوری منطری  
کتابت \_\_\_\_\_ دارالکتابت حضرت کیدیا نوالہ (ضلع گوجرانوالہ)  
پروف ریڈنگ \_\_\_\_\_ اختر شاہجہان پوری  
اشاعت \_\_\_\_\_ ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء  
مطبوعہ \_\_\_\_\_ رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز  
ناشر \_\_\_\_\_ حامد اینڈ کمپنی ۳۸- اردو بازار لاہور  
قیمت \_\_\_\_\_  
₹ 99 / 99



## انتساب

احقر اس کاوش کو بصد ادب و احترام اور پوری عقیدت و محبت کے  
ساتھ اپنے ولی نعمت، مرشد برحق، سابق مفتی اعظم دہلی حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی  
رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) کے مخدوم و محسن اور سلسلہ نقشبندیہ  
مجددیہ کی زریب و زینت حضرت مولانا شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی  
۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء) کی جانب منسوب کرتا ہے۔

اختر شاہ جہان پوری مظہری عفی عنہ



## فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تلقین ذکر الہی (از حضرت مجدد الف ثانی)	
۲	حضرت مجدد الف ثانی (شاہ ولی اللہ دہلوی کی نظر میں)	
۳	نندانہ عقیدت (از شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال)	
۴	منقبت (از اختر شاہ جہان پوری منہری)	
۵	اہم واقعات ایک نظر میں (از اختر شاہ جہان پوری منہری)	
۶	حرف آغاز (مخدومی پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مدظلہ العالی)	
۷	ذات و صفات باری تعالیٰ	
۸	رویت باری تعالیٰ	
۹	مقام مصطفیٰ و شان انبیاء	
۱۰	آسمانی کتابیں	
۱۱	فرشتے	
۱۲	برزخ و آخرت اور جنت و دوزخ	
۱۳	علامات قیامت	
۱۴	نفع سور	



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	دوبارہ زندہ ہونا	۱۵
	اعمالِ ناسے	۱۶
	میزان	۱۷
	شہادتِ اعضاء	۱۸
	جزاء و سزا	۱۹
	ایمان اور کفر	۲۰
	عقل	۲۱
	اصحابِ رسول	۲۲
	امامِ اعظم اور تقلیدِ آئمہ وغیرہ	۲۳
	اولیاء اللہ	۲۴
	حضرت مجدد الف ثانی	۲۵
	شیخ مجدد کا لغو حق	۲۶
	سلطانِ اسلام کی اہمیت	۲۷
	غیر مسلموں کے متعلق اسلامی نظریہ	۲۸
	متفرق چالیس ارشاداتِ عالیہ	۲۹
	بکھرے ہوئے اصولِ موتی	۳۰
	موجودہ بزرگوں کی خدمت میں چند گزارشات	۳۱



## تلقین ذکر الہی

(از رشادتِ قلم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

ہر روز باشی صائم؎ ہر لیل باشی قائم؎  
در ذکر باشی دائم؎ مشغول شو در ذکر ہو  
گر عیش خواہی جاوید؎ عزت بخوای در جہاں  
ایں ذکر ہو ہر آن بخوان؎ مشغول شو در ذکر ہو  
سویے ندارد خفتت؎ ناچار باید رفتت  
در گور تنها ماندنت؎ مشغول شو در ذکر ہو  
ہو ہو بگرش ساز کن؎ نام خدا آغاز کن  
قل ز سینہ باز کن؎ مشغول شو در ذکر ہو  
علم بخوانی با عمل؎ فروانہ باشی تا خجل  
در پیش قادر لم یزل؎ مشغول شو در ذکر ہو  
بر دم خدا را یاد کن؎ دلہائے غمگین شاد کن  
بلبل صفت فریاد کن؎ مشغول شو در ذکر ہو  
مسکین احمد مرد شو؎ در جہد عالم فسر د شو  
در راہ حق چوں گرد شو؎ مشغول شو در ذکر ہو



## حضرت مجدد الف ثانی

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۳ء کی نظر میں)

لَقَدْ جَرَتْ عَلَى الْإِمَامِ قُدِّسَ  
سِرِّهِ سُنَّةٌ لَدَيْهِ دَعَاتُهُ فِي  
أَنْبِيَائِهِ مِنْ قَبْلُ بِإِذَاءِ الظَّالِمَةِ  
وَالْمُبْتَدِعِينَ وَانْكَارِ الْفُقَهَاءِ  
الْمُتَقَشِّفِينَ ذَلِكَ لِيَزِيدَ  
اللَّهُ فِي دَرَجَاتِهِ وَيُلْحِقَ  
بِهِ الْحَسَنَاتِ مِنْ بَعْدِ وَفَاتِهِ  
لَا يُجِبُهُ إِلَّا الْمُؤْمِنُ تَقَى وَلَا  
يُغِضُّهُ إِلَّا فَاجِرٌ شَقِيٌّ -  
حضرت امام ربانی قدس سرہ کے  
بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور  
عادت وہی جاری ہوئی جو اس سے پہلے  
انبیائے کرام کے متعلق جاری رہی کہ  
ظالموں اور مبتدعین نے انھیں ایذا  
پہنچائی اور ظاہرین فقہاء نے ان کا  
انکار کیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے درجے  
بلند کرے اور وفات کے بعد ان کی  
نیکیوں میں اضافہ ہو رہیں محبت  
کے گاہان سے مگر مومن پر ہیزگار اور نہیں بغض رکھے گا ان سے مگر فاجر بیعت  
(حاشیہ مکتوبات امام ربانی عربی) - (ترجمہ انا خیر شاہ جہان پوری)

## شیخ مجدد کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت از

(شاعر مشرق، ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی، لاہوری)

---

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر  
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار  
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے  
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ سرار  
گردن نہ مھکی جس کی جہانگیر کے آگے  
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار  
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں  
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

---

---

۱۔ محمد اقبال، شاعر مشرق، بالِ جبریل، مطبوعہ لاہور، ص ۲۱۱



## ایضاً

لا اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی  
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی  
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند  
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

---

---

۱۷ محمد اقبال، شاعر مشرق، بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

## منقبت

(از احقر العباد ، بندۂ ناچیز ، اختر شاہ جہان پوری مظہری عفی عنہ )

- ۱۔ مرے دل میں محبت ہے مجدد الف ثانی کی
- ۲۔ خوش قسمت جو یہ سر نہد سے پیغام آجائے
- ۳۔ نہ گھبرا تجھ پہ شفقت ہے مجدد الف ثانی کی
- ۴۔ نہ بد لے آپ سارے ملک کی قسمت بدل ڈالی
- ۵۔ وہ نکلے جامۂ الفقر و فخری زیب تن کر کے
- ۶۔ کھٹن حالات میں اچھائے دین مصطفیٰ کرنا
- ۷۔ جو مکتوبات کو دیکھا تو یوں اہل نظر بولے
- ۸۔ یہ محنت بیش قیمت ہے مجدد الف ثانی کی



- ۸۔ سمجھ لے کوئی گران کو تو ہیں یہ مرشدِ کامل  
وہ مکتوباتِ دولت ہے، مجددِ الف ثانی کی  
۹۔ جو تن من دھن خدا کی راہ میں قربان کر ڈالے  
تو دنیا بھر میں شہرت ہے، مجددِ الف ثانی کی  
۱۰۔ مقامِ غوثِ اعظم تو ملا ہے شاہِ جیلاں کو  
مگر شاملِ نیابت ہے مجددِ الف ثانی کی  
۱۱۔ یہ نائبِ غوثِ اعظم کے، یہ سلطانِ ولایت ہیں  
نرالی شان و شوکت ہے، مجددِ الف ثانی کی  
۱۲۔ کہیں گے حضرت مہدیؑ، خدا راضی ہو ان سے  
مجھے حاصل یہ نسبت ہے مجددِ الف ثانی کی  
۱۳۔ ڈھلے وہ اتباعِ سنتِ نبوی کے سانچے میں  
مبارک خو و خصلت ہے مجددِ الف ثانی کی  
۱۴۔ مرے سرکار کو بدعت سے تھی پیدائشی نفرت  
بڑی پُر نور فطرت ہے مجددِ الف ثانی کی  
۱۵۔ ہے معروف وہ حقانیت کی سر بلندی میں  
یہی مشہور عادت ہے مجددِ الف ثانی کی  
۱۶۔ کہا مرشد نے ہم تارے تو یہ مہرِ رخشاں ہیں  
گماں سے دُور رفعت ہے مجددِ الف ثانی کی  
۱۷۔ کسی گمراہ فرقے سے نہیں ان کا تعلق تھا  
جماعتِ اہل سنت ہے مجددِ الف ثانی کی  
۱۸۔ سے اہل نظر بھی اس کے ہیں انداک سے عاجز

- بڑی بے کیف نسبت ہے مجدِّ الف ثانی کی  
۱۹۔ حق و باطل میں پھر تفریقِ شکل ہوتی جاتی ہے  
زمانے کو ضرورت ہے مجدِّ الف ثانی کی  
۲۰۔ وہ جس کے بوٹے انور سے اندھیرے بھاگ نکلے تھے  
بسی ہر دل میں صورت ہے مجدِّ الف ثانی کی  
۲۱۔ یہی ہیں نقش بندی آسمان کے نیرِ تاباں  
بڑی ہی قدر و قیمت ہے مجدِّ الف ثانی کی  
۲۲۔ وہ حق کی سر بلندی کے لیے دنیا میں آئے تھے  
یہ کتنی پاک سیرت ہے، مجدِّ الف ثانی کی  
۲۳۔ جن اسرار و معارف سے اٹھایا آپ نے پردہ  
وہی تو خاص قسمت ہے، مجدِّ الف ثانی کی  
۲۴۔ جہد و کھوجہاں میں فیض ہے سر نہد کا جاری  
ہوئی بارانِ رحمت ہے، مجدِّ الف ثانی کی  
۲۵۔ مزارِ ان کا زمینِ ہند میں ہے چشمِ حیاں  
گلی گلزارِ جنت ہے مجدِّ الف ثانی کی  
۲۶۔ قیامت تک پھلا پھولا رہے سر نہد کا گلشن  
انکھی ہی یہ منبت ہے، مجدِّ الف ثانی کی  
۲۷۔ وہ آخر کر گئے ہیں گھردلوں میں لہلہ ایماں کے  
یوں باطن پر حکومت ہے مجدِّ الف ثانی کی



## اہم واقعات ایک نظر میں

- ۱۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ / ۱۵۵۶ء کو اکبر کے تخت نشین ہونے کا اعلان کیا گیا۔
- ۲۔ ۱۴ شوال ۱۲۹۴ھ / ۱۵۶۳ء کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مرنہد میں پیدائش ہوئی۔
- ۳۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ / ۱۵۶۹ء کو راجہ بہاری مل کی بیٹی کے بطن سے جہانگیر کی پیدائش ہوئی۔
- ۴۔ ۱۲۹۸ھ / ۱۵۷۳ء میں مشہور قادری بزرگ شاہ کمال کی عقلی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔
- ۵۔ ۱۲۹۸ھ / ۱۵۸۰ء کو حضرت مجدد نے علوم عقلیہ و نقلیہ میں سند فراغ حاصل کی۔
- ۶۔ ۱۲۹۹ھ / ۱۵۸۲ء کو آپ پہلی مرتبہ اکبر آباد (آگرہ) تشریف لے گئے۔
- ۷۔ اسی سال راجہ بھگوان داس کی بیٹی کے ساتھ جہانگیر کی شادی ہوئی۔
- ۸۔ ۱۲۹۹ھ / ۱۵۸۲ء کو حضرت مجدد نے رسالہ اثبات النبوة تصنیف فرمایا۔
- ۹۔ ۱۲۹۹ھ / ۱۵۸۹ء میں حضرت مجدد الف ثانی کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔
- ۱۰۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۵۹۱ء میں آپ کے فرزند اکبر خواجہ محمد صادق کی ولادت ہوئی۔
- ۱۱۔ ۱۳۰۱ھ / ۱۵۹۳ء میں کوائف مذہب شیعہ کے تاریخی نام سے روافض کا رد دیکھا

- ۱۲۔ اس سال سواطع الالہام کے نام سے فیضی نے اپنی تفسیر قرآن مکمل کی۔
- ۱۳۔ ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء میں ابوالغنیض فیضی کا انتقال ہو گیا
- ۱۴۔ ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء میں آپ کے دوسرے فرزند خواجہ محمد سعید کی ولادت ہوئی۔
- ۱۵۔ ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء میں آپ کے والد محترم خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا
- ۱۶۔ اسی سال آپ کے تیسرے فرزند اور جانشین خواجہ محمد معصوم کی ولادت ہوئی
- ۱۷۔ ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء میں پہلی مرتبہ دہلی تشریف لائے اور خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر انتہائی کمال حاصل کر لیا۔
- ۱۸۔ اسی سال شاہ سکندر کسیتی نے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ / ۱۱۶۲ء) کا خرقہ خلافت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا۔
- ۱۹۔ ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء میں آپ دوسری دفعہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔
- ۲۰۔ ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء میں آپ نے رسالہ تہلیلہ تصنیف فرمایا
- ۲۱۔ اسی سال آپ کے چوتھے فرزند خواجہ محمد فرخ کی ولادت ہوئی۔
- ۲۲۔ ۱۰۱۱ھ / ۱۶۰۲ء میں رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست خاص سے آپ کو خلعتِ قیومیت پہنائی۔
- ۲۳۔ اسی سال اکبر کو گمراہ کرنے والے ابوالفضل علامی کو قتل کروایا گیا تھا۔
- ۲۴۔ ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء میں آپ تیسری دفعہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی

بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔

۲۵۔ اسی سال ۱۲۵۰ھ / جمادی الآخر ۱۲۰۱ھ کو خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

۲۶۔ وصال خواجہ کے وقت آپ لاہور میں تھے۔ خبر سنے ہی فوراً تعزیت کی غرض سے چوتھی دفعہ دہلی گئے۔

۲۷۔ ۱۱۳۰ھ / ۱۶۰۴ء میں اپنے پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شمولیت کی غرض سے آپ پانچویں مرتبہ دہلی تشریف لے گئے۔

۲۸۔ غالباً اسی سال آپ نے شرح رباعیات نامی رسالہ تحریر فرمایا تھا۔

۲۹۔ ۱۶۰۴ھ / ۱۱۳۰ھ کو اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

۳۰۔ ۱۱۵۰ھ / ۱۶۰۶ء میں آپ نے شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز کر کے تبلیغ دین کے لیے ان کے وطن میں واپس بھیج دیا۔

۳۱۔ اسی سال مولانا صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت دے کر طالقان میں تبلیغ دین کے لیے بھیجا۔

۳۲۔ اسی سال مولانا قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت دے کر ماوراء النہر میں تبلیغ دین کے لیے بھیجا۔

۳۳۔ اسی سال شیخ یوسف اور شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہما کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔

۳۴۔ اسی سال خراسان، بدخشاں اور توران کے ہزاروں افراد اور کتنے ہی علماء و مشائخ حاضر بارگاہ ہو کر آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہوئے۔

۳۵۔ ۱۱۶۰ھ / ۱۶۰۷ء میں شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔



- ۲۶۔ غالباً اسی سال رسالہ معارفِ لدنیہ تصنیف فرمایا گیا۔
- ۲۷۔ ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء میں آپ کے پانچویں فرزند خواجہ محمد عیسیٰ کی ولادت ہوئی۔
- ۲۸۔ ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء میں خواجہ میر نعمان کو خلافت سے سرفراز کر کے دکن میں تبلیغِ دین کے لیے بھیجا۔
- ۲۹۔ ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰ء میں خواجہ محمد اشرف کابلی اور شیخ میرک رحمۃ اللہ علیہما جیسے مشائخ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے تھے۔
- ۳۰۔ غالباً اسی سال آپ کے رسالہ مبداء و معاد کی تدوین ہوئی تھی۔
- ۳۱۔ ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء میں خواجہ عبدالرحمن بدخشی اور شیخ بدخشی رحمۃ اللہ علیہما جیسے مشائخ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے تھے۔
- ۳۲۔ ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء میں اپنے فرزند اکبر خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز کیا۔
- ۳۳۔ ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷ء) جیسا نابغہ عصر عالم بھی آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گیا۔
- ۳۴۔ اسی سال شیخ حمید رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے نواز کر تبلیغِ دین کرنے کی خاطر بنگال بھیجا۔
- ۳۵۔ اسی سال بہت سے جنات نے اپنے بادشاہ سمیت آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔
- ۳۶۔ ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴ء میں مشہور قادری بزرگ شاہ سکندر کبھلی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔
- ۳۷۔ ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء میں آپ کے ساتویں فرزند خواجہ محمد یحییٰ کی

ولادت ہوئی۔

- ۴۸۔ ۱۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں سید تقی بخاری گورنر لاہور کا وصال ہوا۔  
۴۹۔ اسی سال، ربیع الاول کو آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد عیسیٰ کا مرض طاعون سے وصال ہوا۔

۵۰۔ ان سے چند گھنٹے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد فرخ کا اسی مرض سے وصال ہوا۔

- ۵۱۔ اسی سال اسی مرض سے آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا وصال ہوا۔  
۵۲۔ اسی سال اسی مرض سے آپ کے فرزند اکبر خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

- ۵۳۔ ۱۲۵ھ/۱۶۱۶ء کو مولانا یار محمد جدید بخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات امام ربانی کا دفتر اول مرتب کیا جس میں ۲۱۳ مکتوبات ہیں۔  
۵۴۔ ۱۲۶ھ/۱۶۱۶ء میں مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو ستر آدمی دیکر ترکستان میں تبلیغ دین کرنے کے لیے بھیجا گیا۔

- ۵۵۔ ۱۲۶ھ/۱۶۱۶ء میں مولانا فرخ حسین رحمۃ اللہ علیہ کو چالیس آدمی دے کر عرب، یمن، شام اور روم میں تبلیغ دین کرنے کے لیے بھیجا گیا۔  
۵۶۔ اسی سال مولانا محمد صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ کو دس آدمیوں کا ٹکڑا بنا کر کاشغر بھیجا گیا۔

- ۵۷۔ اسی سال شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کو تیس خلفاء سمیت تبلیغ دین کیلئے توران، بدخشان اور خراسان بھیجا گیا۔

- ۵۸۔ ۱۲۷ھ/۱۶۱۸ء میں شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو شاہی لشکر میں تبلیغ دین پر مامور فرمایا۔

۵۹۔ ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۸ء میں مولانا عبدالحی حصاری رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوباتِ امام ربانی کے دوسرے دفتر کو نور الخلائق کے تاریخی نام سے مرتب کیا۔ اس دفتر میں ۹۹ مکتوبات ہیں۔

۶۰۔ اسی سال ۱۰۲۸ھ میں سرمایہ ملت کے اس نگہبان کو گوالیار کے قلعے میں محبوس کر دیا گیا۔

۶۱۔ ۱۰۲۹ھ / ۱۶۱۹ء میں تقریباً ایک سال کے بعد آپ کو رہا کر کے لشکر کے ساتھ رکھا گیا۔

۶۲۔ ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء میں خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوباتِ امام ربانی کے تیسرے دفتر کو معرفت الحقائق کے تاریخی نام سے مرتب کیا۔

۶۳۔ ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء میں وصال سے تقریباً ایک سال پہلے آپ نے پابندی سے رہائی حاصل کی۔

۶۴۔ ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء کو سرمایہ ملت کے اس عدیم المثال نگہبان کا وصال ہوا۔

۶۵۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء کو لاہور میں جہانگیر کا انتقال ہوا۔

۶۶۔ ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کا وصال ہوا۔

۶۷۔ اسی سال ۱۰۴۰ھ میں مولانا شیخ طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

۶۸۔ ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء کو خواجہ حشام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، جو خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جانشین تھے۔

۶۹۔ ۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۴ء میں خواجہ محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔



۴۰۔ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں آپ کے خواجہ تاش، خاتم المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی میں وصال ہوا۔ جن کا وجود ملت اسلامیہ کے لیے قدرت کے انعامات میں سے تھا۔

۴۱۔ ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء میں آپ کے خلیفہ اجل شیخ آرم نبوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

۴۲۔ ۱۰۵۴ھ / ۱۶۴۴ء میں آپ کے نامور خلیفہ شیخ محمد ہاشم کشتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ جنہوں نے مکتوبات امام ربانی کے دفتر سوم کو مرتب کیا تھا۔

۴۳۔ ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء میں آپ کے خلیفہ اجل میر نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

۴۴۔ ۱۰۶۶ھ / ۱۶۵۶ء میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عبقری کا وصال ہوا۔

۴۵۔ ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء میں شاہ جہان بادشاہ نے وفات پائی۔

۴۶۔ ۱۰۷۰ھ / ۱۶۵۹ء میں شاہ جہان کے بڑے بیٹے دارا شکوہ نے وفات پائی۔

۴۷۔ اسی سال ۱۰۷۰ھ میں آپ کے دوسرے فرزند خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

۴۸۔ ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۴ء میں خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند خواجہ عبد اللہ المعروف خواجہ خوردر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

۴۹۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء کو حضرت مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند اور جانشین خواجہ محمد معصوم  
رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

۸۰۔ ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے  
ساتویں فرزند خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ جن کی عمر اپنے  
والد محترم کے وصال کے وقت صرف دس سال تھی۔

گداٹے دی اولیاء !  
عبدالحکیم خاں ختر، مجددی منطری شاہ بھانپوری  
لاہور

۴ ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ  
مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۶ء

## حرفِ آغاز

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

آما بعد :- یہ ناچیز اپنی اس ناقابلِ ذکر کادش کے شروع میں برکت حاصل کرنے کی غرض سے سیدی رسندی، مرشدی دمولائی، سابق مفتی اعظم دہلی، حضرت شاہ محمد منظر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) کی مقدس نشانی اور اپنے مخدوم و محترم یعنی گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ) کے پرنسپل جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کی تالیف سیرت مجدد الف ثانی سے چند اقتباسات یہاں بطور دیباچہ پیش کرتا ہے تاکہ ایک جانب ان پاکیزہ سطور اور تحقیق و تطہیر میں ڈھلے ہوئے الفاظ سے اس مقالے کو زینت ملے اور دوسری جانب شاید اس سراپا معصیت انسان کو اللہ رب العزت کے اس مقبول بندے اور اہل اللہ کی منہ بولتی تصویر کے ساتھ "من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو باں شدی" دلی سعادت میں سے کوئی حصہ حاصل ہو جائے کیونکہ

ہوتا رہے اختر کا اسی در سے گزارا

شاماں چہ عجب گر بنوازند گذارا

① حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا شجرہ نسب ۲۹ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے یہ شجرہ مبارکہ اس ترتیب سے ہے :- شیخ احمد بن

سہ ڈاکٹر قیام الدین احمد نے سید احمد لکھا ہے جو صحیح نہیں (ہندوستان میں رہا بی ترکیب مطبوعہ کراچی ۱۳۹۲ھ ص ۴۴) (۴۴)



شیخ عبدالاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ  
بن شیخ امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن  
شیخ عبداللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی  
بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ (واعظ الاسغر)  
بن شیخ عبداللہ (واعظ الاکبر) بن شیخ عبدالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر  
بن شیخ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۱۔ مصطفیٰ مبریٰ نے احمد بن عبداللہ لکھا ہے (موقف العقل العلم والعالم جلد اول ص ۶۹ ۱۳۰  
۱۹۲۹ء) یہ بھی صحیح نہیں۔ نظامی بدایونی نے شیخ عبدالاحد کی بجائے شیخ عبدالوحید لکھا ہے  
(قاموس المشاہیر مطبوعہ بدایوں جلد اول ۱۲۳۳ھ / ۱۹۲۲ء، مسعود)

۲۔ حضرت مجدد کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشتی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) نے ناصر بن عبداللہ بن عمر بن  
الخطاب لکھا ہے (زبدۃ المقالات مطبوعہ کانپور ۱۲۰۶ھ / ۱۸۸۹ء) لیکن دوسرے خلیفہ خواجہ بدر الدین  
سرسندی علیہ الرحمۃ نے ناصر کی بجائے سالم لکھا ہے (حضرات القدس مطبوعہ لاہور) اربابا دائرة المعارف  
مقالہ نگار نے ان دونوں خلفاء کے بیانات کی تطبیق کرتے ہوئے لکھا ہے احتمال یہی ہے کہ سالم نام کا  
لقب ہوگا کیونکہ حضرت عبداللہ کی سببی اولاد میں یہ نام ملتا ہے (جلد دوم مطبوعہ کابل ۱۲۳۳ھ / ۱۹۱۱ء  
ص ۵۱۳) لیکن ابن حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ / ۱۰۶۲ء) نے حجرۃ الانساب میں شیخ ناصر کے دائرہ  
شیخ عبداللہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرزند قرار نہیں دیا بلکہ اس طرح لکھا ہے :-

عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ (بجو اللہ حضرت مجدد الف ثانی مولانا شاہ زوار حسین مطبوعہ کراچی  
۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء ص ۲۰) فاضل جامعہ اوزر حضرت زید ابوالحسن مدظلہ العالی (سجلہ نشین فائزہ منظرہ دہلی) کی تحقیق  
بھی یہی ہے جس کا اظہار موصوف نے ایک ملاقات میں فرمایا تھا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ صاحب بدة المقام عبداللہ بن  
عمر بن حفص بن عاصم کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سمجھ کر شجرہ ہمیں ختم کر دیا، مسعود)

حضرت مجدد کے بعض احباب کے متعلق کتب سوانح و سیر سے کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں مثلاً شاہ محمد فضل اللہ علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء) نے حضرت مجدد کے چودہویں جد کے متعلق تحریر فرمایا ہے :- حضرت مجدد کے چودہویں جد سلطان شہاب الدین المعروف بہ فرخ شاہ کابل والی کابل تھے۔ آپ نے کئی بار ہندوستان پر لشکر کشی کی (غالباً محمود غزنوی کے ہمراہ ۱۲۹۱ھ / ۱۲۸۱ھ اور ۱۲۹۵ھ / ۱۲۸۵ھ کے درمیان) اور کفر سے جہاد کیا بتوں کا قلع فتح کیا اور اسلام کا بول بالا کیا بارہا بکثرت مال غنیمت لے کر فتح و نصرت کے ساتھ ہندوستان سے لوٹے آخر میں ترک سلطنت کر کے فقر اختیار کیا اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہو گئے یہ کہ بہستان کابل میں سکونت اختیار کی ہندگان خدا کو اپنے روحانی نبیوں و برکات سے مستفیض فرماتے رہے اور ہمیں انتقال فرمایا۔ شیخ ضیاء الحق علیہ الرحمۃ نے یہاں خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی آج کل یہ مقام درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

۱۰ حضرت شاہ محمد فضل اللہ علیہ الرحمۃ عارف کامل اور متبحر عالم تھے۔ ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۸ء میں ولادت ہوئی اور ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۲ء میں وصال فرمایا۔ سلسلہ نسب سات واسطوں سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے۔ تذہار کے وسط میں درگاہ حضرت جی صاحب کے قریب آپ کا مزار مبارک ہے (مسعود)

۱۱ خواجہ محمد مائتم کشمی علیہ الرحمۃ نے حضرت فرخ شاہ کابل کے متعلق لکھا ہے، وہ ازا جلد امراء واعاظم وزراء سلاطین کابل بودہ۔ نخستین نزلی ہندوستان است کہ از غزنہ و کابل بدیار ہند آمدہ و ہمیں

و جہا موز قبیلہ را کہ بوسے منسوب است کابل خوانندہ (زبدۃ المقامات ص ۸۸، ۸۹)

۱۲ محمد قاسم ہند شاہ، فرشتہ، تاریخ فرشتہ جلد اول مطبوعہ ممبئی ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۲ء

۱۳ محمد فضل اللہ شیخ عمدۃ المقامات، مطبوعہ لاہور ۱۲۵۵ھ / ۱۹۳۶ء، ص ۹۹

(۲)

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے حضرت مجدد کے پانچویں جد حضرت امام رفیع الدین کے متعلق لکھا ہے :- حضرت مجدد کے پانچویں جد امام رفیع الدین شیخ جلال الدین بخاری (المتوفی ۷۵۵ھ / ۱۳۵۲ء) کے مرید اور خلیفہ تھے اپنے مرشد کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے جب یہ دونوں حضرات موضع سرائس پہنچے جو سرہند شریف سے پانچ چھ کوکس کے فاصلے پر ہے تو وہاں کے باشندوں نے درخواست کی کہ سب آپ دینی رشتہ افروز ہوں تو سلطان فیروز تغلق (المتوفی ۷۹۰ھ / ۱۳۸۷ء) سے فرما دیں کہ سرائس سے سامان آنے والوں کے لیے راستہ پر خطر ہے جنگل میں وحشی درندے ہیں اس لیے ان دونوں مہنوں کے درمیان ایک شہر آباد کرو یا جائے تاکہ جو لوگ سامان سے مالیانہ جمع کرانے سرائس آنا چاہیں تو ان کو تکلیف نہ ہو سلطان فیروز شاہ تغلق حضرت مخدوم جہانیاں جب ان گشت جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کا مرید تھا آپ نے سرائس والوں کی سفارش فرمادی ۔ چنانچہ سلطان وقت نے حضرت مجدد کے پانچویں جد شیخ امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ وہ جا کر اس مقام پر شہر آباد کریں ۔ خواجہ موصوف دو ہزار سوار لے کر وہاں پہنچے اور وہاں ایک قلعے کی تعمیر شروع کر دی لیکن یہ عجیب حادثہ پیش آیا کہ ایک دن میں جتنا قلعہ تعمیر کیا جاتا دوسرے دن وہ سب مہدم ہو جاتا حضرت جلال الدین بخاری کو جب اس حادثہ کا علم ہوا تو آپ نے حضرت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کو سنام لکھا کہ وہ خود جا کر قلعہ کی بنیاد رکھیں اور شہر میں آباد ہوں چنانچہ آپ تشریف لائے ، قلعہ تعمیر فرمایا اور پھر یہیں متوفی ہو گئے یہ قلعہ پہلے شہر سے دور تھا اب (۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء) آبادی کی وجہ سے شہر کے اندر آ گیا ہے اس شہر کو سرہند کہا جاتا ہے جس کے معنی کچھار کے ہیں امتداد زمانہ کی وجہ سے سرہند سرہند بن گیا ہے

۱۔ محمد ہاشم کشمی، خواجہ ازبۃ المقامات، مطبوعہ کانپور ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء ص ۸۹، ۹۱، ملخصاً



(۴)

حضرت مجدد کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاسد علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۸۵ھ) کے کچھ حالات خواجہ محمد ہاشم کشمشی نے خود حضرت مجدد سے نقل کیے ہیں یہاں مسرت مجدد اور خواجہ ہاشم کشمشی کی ان روایات اور بیانات کو مجملًا بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالاحد ایام جوانی میں الکتاب فیض کے لیے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۷۴ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے استاذ عالی پر قیام کا ارادہ کیا لیکن حضرت شیخ نے فرمایا کہ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آنا چنانچہ جب تحصیل علم کے بعد حاضر ہوئے تو حضرت شیخ دو سال فرما چکے تھے اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۹۲ھ) ۱۵۷۵ھ میں مسند خلافت پر متمکن تھے۔ شیخ عبدالاحد کو سلسلہ قادریہ اور چشتیہ میں خلافت سے مشرف فرمایا اور فصیح و بلیغ عربی میں اجازت نامہ مرحمت فرمایا۔ حضرت شیخ جلال الدین تھانی صری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۹ھ) ۱۵۸۱ھ آپ کے پیر بھائی تھے اس لیے اکثر ان کے ساتھ مجلس رتبیں چنانچہ اخص محافل میں آپ کی ملاقات حضرت شاہ کمال کیتلی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۸۱ھ) ۱۵۷۳ھ سے ہوئی جو سلسلہ قادریہ کے عارف کامل تھے حضرت موصوف ہی کے صاحبزادے حضرت شاہ سکندر کیتلی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۸۲ھ) ۱۶۱۴ھ حضرت مجدد کی خدمت میں خرقہ مبارکہ (حضرت غوث اعظم) لے کر حاضر ہوئے تھے۔

(۵)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۱ھ / ۱۵۶۳ھ میں سرہند شریف میں

۱۵۷۹ھ / ۱۵۸۱ھ میں حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ نے خود تحریر فرمایا جس کو زبدۃ القلقات میں صفحہ ۹۲ تا ۹۶ خواجہ محمد ہاشم کشمشی نے نقل کر دیا ہے۔  
۱۵۸۱ھ / ۱۵۸۳ھ خواجہ محمد ہاشم کشمشی، خواجہ زبدۃ القلقات، ص ۱۱۳

ہوئی۔ خواجہ محمد ماسٹم کشمی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے ۱۔ یہ آفتابِ ولایت اپنے پیرِ بزرگوار (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی طرح ۹۷۱ھ میں طلوع ہوا۔ حضرت خود بھی تھمنا ہی فرماتے تھے اور میں احقر نے آپ کے لعینِ معمر عزیز و اقارب سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی یہی بتایا۔ کلمہ خاشع سے سنِ ولادت ۹۷۱ھ معلوم ہو سکتا ہے۔

۶

حضرت مجدد نے ادائلِ عمر ہی میں قرآنِ پاک چڑھایا بلکہ بقول خواجہ محمد ماسٹم کشمی حفظ بھی فرمایا۔ اور پھر اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ سے اکثر معلوم معقول و منقول حاصل کیے۔ والد ماجد کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بھی استفادہ کیا مثلاً مولانا کمال کشمیری علیہ الرحمۃ سے بعض مشکل کتابیں عضدی وغیرہ پڑھیں حضرت مولانا شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ سے کتبِ حدیث پڑھیں

۱۷ جدید محققین میں ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد اول ص ۲۹) اور سی اے سٹوری نے اسی سنِ ولادت کو ترجیح دی ہے (مہٹری آف پرشین لٹریچر، جلد اول حصہ دوم ص ۹۸۸)

۱۸ اور دوسرے سوانح نگاروں نے بھی یہی لکھا ہے کہ ادائلِ عمر میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا لیکن خود حضرت مجدد کے ایک مکتوبِ گرامی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دولت قلعہ گوالیار میں نظر بندی کے زمانے ۱۰۲۹ھ (۱۶۱۹ء) میں حاصل ہوئی چنانچہ آپ ایک مکتوب میں اپنے صاحبزادگان کو تحریر فرماتے ہیں:۔ دوسری بات یہ کہ قرآنِ پاک سورہ عنکبوت تک ختم ہو گیا ہے۔ رات کو جب اس مجلس (جہانگیر بادشاہ کی مجلس) سے واپس ہوتا ہوں تو تراویح میں مشغول ہو جاتا ہوں حفظ کی یہ دولت عظمیٰ اس پریشانی میں حاصل ہوئی جو جانِ جمعیت تھی الحمد للہ اولادِ آخرا (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۴۲)

۱۹ شیخ یعقوب کشمیری شیخ حسین خوازمی علیہ الرحمۃ کے اجلہ خلفاء سے تھے اور حرمین شریف کے کتبہ محدثین سے سندِ حدیث حاصل کی تھی (زبدۃ المتامات، ص ۱۲۸)

اور سندلی۔ قاضی بہلول بدخشی علیہ الرحمۃ سے یہ کتابیں پڑھیں :-

- ۱۔ تفسیر واحدی اور اس کی مولفات، تفسیر بسیط، تفسیر وسیط، اسباب النزول
- ۲۔ تفسیر بیضادی اور اس کی مصنفات، منهاج الوصول، الغایۃ الفصولی
- ۳۔ بخاری شریف اور اس کی مولفات ثلاثیات، ادب المفرد، افعال العباد
- ۴۔ مشکوٰۃ ترمذی

۵۔ شمائل ترمذی

۶۔ جامع صغیر سیوطی

۷۔ قصیدہ بردہ شیخ بوسعید بوعیری

قاضی بہلول بدخشی علیہ الرحمۃ نے حدیث مسلسل اِدْعُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحِمُكُمْ  
مَنْ فِي السَّمَاءِ کے ساتھ حضرت مجدد کو مشکوٰۃ المصابیح کی اجازت مرحمت فرمائی۔  
حصول اجازت کے بعد حضرت مجدد نے فرمایا :- یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے طبقہ  
محدثین میں داخل کر لیا گیا ہے۔

④

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے متعدد شیوخ سے مختلف سلاسل طریقت میں اجازت  
خلافت حاصل فرمائی مثلاً :-

اسلسلہ سروردیہ میں اپنے استاد محترم حضرت شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ سے

---

۱۔ قاضی صاحب کے متعلق خواجہ محمد ہاشم کشمیری فرماتے ہیں: "قاضی مذکور اجازت ایں کتب مذکورہ باں  
حدیث مسلسل از شیخ معظم عبدالرحمن بن زہد داشتہ کہ اود آبا ئے اود راں بلاد معظم از کبار محدثین  
برزہ اندو خانہ ایشان ابا عن بدیع بیت الحدیث"

۲۔ محمد ہاشم کشمیری، خواجہ، زبدۃ المقامات، ص ۱۳۰



اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ حضرت شیخ ممدوح شیخ حسین خواندہ کے اجلہ خلفاء میں تھے۔

۲۔ سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد (المتوفی ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۸ء) سے اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ موصوف حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کے فرزند حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ کے اجلہ خلفاء میں تھے اور آپ ہی سے سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ میں اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔

۳۔ سلسلہ قادریہ میں کیتھل (مضافات سرہند) کے بزرگ حضرت شاہ سکندر علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴ء) سے اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔ موصوف عارف کامل حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ و جانشین تھے۔

۴۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۲ء) سے اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ حضرت ممدوح شیخ المشائخ حضرت خواجہ امکنلی علیہ الرحمۃ کے اجلہ خلفاء میں تھے۔

حضرت مجدد غالباً سب سے پہلے اپنے استاد محترم حضرت شیخ یعقوب کشمیری سے مستفیض ہوئے اس کے بعد اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سے، پھر حضرت خواجہ باقی باللہ سے اور آخر میں حضرت شاہ سکندر سے۔ حضرت مجدد نے ان سلاسل ثلاثہ میں اپنے اکتسابِ فیض کا اس طرح ذکر فرمایا ہے: مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کئی واسطوں سے

۱۔ بدرالدین سرہندی، شیخ: حضرات القدس، مطبوعہ لاہور ص ۱۰

۲۔ محمد ہاشم کشمیری، شیخ زبدۃ المقامات ص ۲۴

۳۔ بدرالدین سرہندی، شیخ: حضرات القدس ص ۴۴ تا ۴۸

۴۔ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، مکاشفات غیبیہ ص ۱۰، ۱۱

ارادت ہے۔ طریقہ نقشہ بند یہ میں اکیس واسطوں سے، طریقہ قادریہ میں پچیس واسطوں سے اور طریقہ چشتیہ میں تالیس واسطوں سے۔ ایک اور جگہ اپنے اکتساب باطنی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس فقیر کو نسبتِ فردیت اپنے والد بزرگوار سے ملی ہے اس کے علاوہ اس فقیر کو عبادتِ نافذہ خصوصاً نماز نافذہ کی توفیق بھی اپنے والد بزرگوار سے ملی ہے۔

(۸)

غیر مسلم مورخوں نے اکبر بادشاہ کو اکبر اعظم کا خطاب دیا ہے اور اس قدر بڑھایا چڑھایا کہ شاہِ جہان اور اورنگ زیب کے چراغِ ٹٹاٹے نظر آئے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مورخین نے ان مسلم حکمرانوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے جن کے دور میں اسلام کا استیصال کیا گیا اور ان مسلمان بادشاہوں سے یا تو اغماض نظر کیا گیا یا ان کے محاسن کو مصائب بنا کر پیش کیا گیا جن کے دورِ حکومت میں اسلام اور مسلمانوں کو فروغ حاصل ہوا۔ تدبیر اور مذہبی حیثیت سے جب دورِ اکبری کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کے دورِ حکومت میں الحاد اور بے دینی کو بہت فروغ ہوا جو شاید کسی مسلم بادشاہ کے عہد میں نہ ہوا ہوگا، غالباً اسی لیے یہ مسلمان بادشاہ غیر مسلموں کا محبوب ترین مسلم حکمران ہے (ص ۸۵)

(۹)

میسائی مبلغوں کے علاوہ (بقول ملا عبد القادر بدایونی) اکبر کے دربار میں ہندو اور بدھ رشی اکثر باریاب ہوتے تھے ان رشیوں کی یہی کوشش رہتی تھی کہ اکبر کی نگاہوں میں اسلام کو دینِ باطل قرار دے کر اپنی حقانیت بتائیں چنانچہ یہ لوگ مذہبِ اسلام پر

۱۷ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوباتِ امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۸۷

۱۸ (۱)، مبداء و معاد، مطبوعہ لاہور، ص ۵

(ب) محمد باشم کشتی، شیخ: زبدۃ المقامات، ص ۱۳۳، ۱۳۴

بے باکانہ حملے کرتے تھے اور اکبر اطمینان و سکون سے یہ سب کچھ سنتا رہتا کسی کی مجال نہ تھی کہ بادشاہ کے سامنے دم مارے۔ انھیں ریشیوں سے متاثر ہو کر اکبر نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں امتروید، رامائش اور مہا بھارت وغیرہ کے ترنمے کا حکم دیا اور دوسری طرف پادریوں سے متاثر ہو کر ابو الفضل کو انجیل کے ترنمے کا حکم دیا گیا۔

ہندو گھرانوں سے ازدواجی تعلقات پہلے ہی تھے اس کے علاوہ اعیانِ مملکت اور ملکی امور میں ہندوؤں کا بڑا عمل دخل تھا اور اب ہندو ریشیوں کی باقاعدہ تعلیم نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ چنانچہ اکبر کو عربی تعلیم سے نفرت ہو گئی اور اس نے ہوتم نامی ایک برہمن سے چیزوں کے عربی نام کے بجائے سنسکرت نام تجویز کرنے کی فرمائش کی اور عربی حروفِ تہجی کو تلفظاً سا قحط کر دیا گیا۔ دیہی نامی ایک اور برہمن جس نے مہا بھارت کی شرح بھی لکھی تھی، اکثر باریاب ہوتا تھا اس نے اکبر کو بتوں کی پوجا پاٹ کے طریقے سکھائے۔ آگ، سورج اور ستاروں کی پوجا کے طریقے بھی بتائے اور اپنے دیوتاؤں کی پرستش کے آداب سکھائے۔ اکبر نے اپنی اس بے راہروی کے لیے کچھ اسلام سے بھی سہارا لیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اس وبال کا بوجھ مسلمانوں پر بھی رہے اس سلسلے میں تصورِ وحدت الوجود کی غلط تعبیر و تشریح سے اس کو بڑی مدد ملی اور وہ الحاد کی طرف مائل ہو گیا۔ (ص ۹۹، ۱۰۰)

۱۰

دین الہی کی شریعت میں یہ تمام خرافات اس کو ہر دلعزیز اور مقبول بنانے میں معین ثابت نہ ہوئیں وہ دور اس روشن خیالی اور اس رواداری کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اکبر کے چند درباریوں کے سوا عام لوگوں نے اس جدید مذہب کو قبول نہ کیا۔ ابو الفضل و فیضی اور شیخ مبارک ناگوری قبول کرنے میں پیش پیش تھے۔

اڈورڈز نے اس مذہب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: اکبر نے لوگوں کو دین الہی



میں شمولیت کا لالچ دیا اور جبریہ اس کی طرف مائل کرنا شروع کر دیا اس پر بھی یہ مذہب عوام میں مقبول نہ ہو سکا حتیٰ کہ اس کے محبوب درباریوں نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے مبتنی انور مان سنگھ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مرید ہونے کا اگر یہ مطلب ہے کہ جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا جائے تو میں تو پہلے ہی اپنی جان بھتلی پر رکھ کر حاضر ہوا ہوں اس کے بعد مزید ثبوت کی کیا حاجت ہے؟ لیکن اگر مرید ہونے سے تبدیلی مذہب مراد ہے تو میں تو ہندو ہی ہوں اگر آپ حکم دیں تو مسلمان ہو سکتا ہوں مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں مذاہب کے علاوہ بھی کوئی تیسرا مذہب ہے مغربی مؤرخین نے بھی یہی لکھا ہے کہ دین الہی کو ایک مخصوص طبقہ کے علاوہ کسی نے قبول نہ کیا اور اس طرح یہ خود اپنی موت مر گیا (ص ۱۰۸، ۱۰۹)

۱۱

اس میں شک نہیں کہ جہانگیر ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں راجہ بہاری مل کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا اور ۹۹۲ھ / ۱۵۸۵ء میں راجہ بھگوان داس کی لڑکی سے اس کی شادی ہوئی اور اس کے علاوہ اس نے اور بھی ہندو بیویاں کیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ۱۰۱۶ھ / ۱۶۰۸ء میں کیپٹن ہاکٹر، جیمز اول کا پیغام لے کر دربار جہانگیری میں آیا اور اس کے بعد ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۵ء میں ولیم ایڈورڈ نیز ایک دوسرا پیغام لایا اور اس کے بعد سرعتماس رو بھی جہانگیر کے دربار میں آیا اور تین سال مقیم رہا یہ سب کچھ ہوا لیکن حقائق کی بنیاد پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ہندو ذہنیت رکھتا تھا یا عیسائیوں کی طرف مائل تھا۔ جہانگیر اول و آخر مسلمان تھا۔ البتہ جیسا کہ حضرت مجدد کے بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں ایک متقی اور پرہیزگار مسلمان ہو گیا تھا تو یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی وہ آزاد منش مسلمان تھا اس نے آخر وقت تک شراب پی ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس نے اسلام کی حمایت کی خصوصاً اہل سنت و جماعت کی اور اس کے عہد میں اسلام کو بہت فروغ ہوا



اور بعد میں شاہ جہان (المتوفی ۱۶۶۹ء / ۱۰۵۸ھ) اور اوزنگ زیب عالمگیر (المتوفی ۱۱۱۹ء / ۱۷۰۷ء) کے دور حکومت میں حالات بہتر سے بہتر ہو گئے۔

ترویجِ شریعت کے اعتبار سے جہانگیر کے دور کو عبوری دور کہہ سکتے ہیں جس میں ان بہت سی خرابیوں کا قلع قمع کر دیا گیا جس کی بنیاد اکبر بادشاہ نے رکھی تھی اور انقلاب کی تکمیل شاہ جہان اور اوزنگ زیب کے دور میں ہوئی۔ کراچی یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور بین الاقوامی شہرت کے مالک، پاکستانی مؤرخ، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے نہایت اختصار و جامعیت کے ساتھ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے تبلیغی و اصلاحی مساعی کے تدریجی ثمرات کا اس طرح ذکر کیا ہے: جہانگیر کے دور حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ میدانِ عمل میں آئے آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریکِ احیائے دین کا آغاز ہوا چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی طور پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر جہانگیر، شاہ جہان اور اوزنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی ہوئی فضاؤں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اکبر بادشاہ آزاد خیالی اور الحاد کا نقطہ عروج تھا جہانگیر کی تخت نشینی سے اس آزاد خیالی کا زوال شروع ہوتا ہے شاہ جہان اگرچہ ایک پاراسنی مسلمان تھا اور دربار میں کسی قسم کی مذہبی و طویل برداشت نہیں کرتا تھا تاہم اس نے غیر سنیوں کو بھی مطمئن رکھا۔ اوزنگ زیب عالمگیر عنایت کا نشان فتح و ظفر تھا

(ص ۱۶۳ ، ۱۶۴)

(۱۲)

جس بادشاہ کے آگے اس کی رعایا سجدہ ریز ہو اس کی فرعونیت اور نخوتِ غرور کا کیا عالم ہوگا؟ ہاں آج اسی جابر و طاہر بادشاہ نے اپنے دربار میں آپ کو طلب کیا ہے۔ دربار کے باہر بیکانوں اور بیکانوں نے غل مچا رکھا ہے دربار کے اندر کچھ دوست ہیں مگر خاموش خاموش۔ دشمن ہیں کہ ریشہ دوانیوں میں مصروف۔ کچھ ایسی لگائی ہے کہ شامِ وقت

غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گیا، جی ہاں آپے سے باہر! تزکِ جہانگیری میں اس کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ نہایت غضب ناک اور پندار ثنائی میں بدست ہے۔ قوتِ تمیز ملب ہو چکی ہے۔ دوں فطرت اور عالی فطرت میں تمیز کر نہیں پار رہا۔ جو منہ میں آ رہا ہے، بک رہا ہے۔

غور کرو ایک درد مند مصلح نے اپنی خستہ حال قوم کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا ہو اور جس بادشاہ کی رعیت میں رہ کر وہ اصلاح کرنا چاہتا ہو وہی اس کا دشمن جان بن گیا ہو۔ آتشِ غضب نے اس کو فرعونِ بے ساماں بنا دیا ہو۔ ایسے غضب ناک فرعون کے سامنے جانا اور بے دھڑک جانا کوئی آسان بات نہیں آج ہمارا یہ حال ہے کہ معمولی سے معمولی اور عاجز سے عاجز افسر کے سامنے جاتے ڈرتے سمجھتے ہیں۔ اس کی رضا طلبی کے لیے اس طرح کوشاں رہتے ہیں کہ رضائے الہی کا ذرا خیال نہیں آتا اور اگر خدا نخواستہ وہ غضب ناک ہو کر جواب طلبی کے لیے بلائے تو پیرتے سے زمین نکل جاتی ہے، پھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ منہ سے کچھ نہیں نکلتا۔ سر پاجیز و نیاز بن جاتے ہیں۔

لیکن دیکھو، دیکھو! وہ جانے والا کس آن بان سے جا رہا ہے کوئی اس کا مونس و غمخوار نہیں، کوئی اس کا دلدار و دمساز نہیں۔ ہاں اس کا رب اس کے ساتھ ہے وہ بے نیازانہ دربار میں داخل ہوتا ہے کس کا سجدہ کسی زمین بوسی، کیسا بادشاہ، کس کا بادشاہ؟ وہ اس کا غلام ہے جس نے شہنشاہیت کو پیروں تلے روندنا تھا اور بندوں کو خدا کے سامنے، ہاں صرف خدا کے سامنے جھکا کر، زمین سے آسمان پر پہنچا کر بے نیازِ عالم کر دیا تھا جس نے فقیری میں شاہی کی تھی جو اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اس طرح بیٹھتا تھا کہ دنیا کا کوئی بادشاہ اس طرح نہ بیٹھا ہوگا۔ وہ ایسا رعب و دہدہ رکھتا تھا کہ چاروں گ عالم میں ہر کوئی لرزہ بر اندام تھا۔ . . . ہاں وہ اسی صاحبِ جبروت آقا کا غلام ہے۔  
صلی اللہ علیہ وسلم۔

غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گیا، جی ہاں آپے سے باہر! تزکِ جہانگیری میں اس کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ نہایت غضب ناک اور پندار ثنائی میں بدست ہے۔ قوتِ تمیز ملب ہو چکی ہے۔ دوں فطرت اور عالی فطرت میں تمیز کر نہیں پار رہا۔ جو منہ میں آ رہا ہے، بک رہا ہے۔

غور کرو ایک درد مند مصلح نے اپنی خستہ حال قوم کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا ہو اور جس بادشاہ کی رعیت میں رہ کر وہ اصلاح کرنا چاہتا ہو وہی اس کا دشمن جان بن گیا ہو۔ آتشِ غضب نے اس کو فرعونِ بے ساماں بنا دیا ہو۔ ایسے غضب ناک فرعون کے سامنے جانا اور بے دھڑک جانا کوئی آسان بات نہیں آج ہمارا یہ حال ہے کہ معمولی سے معمولی اور عاجز سے عاجز افسر کے سامنے جاتے ڈرتے سمجھتے ہیں۔ اس کی رضا طلبی کے لیے اس طرح کوشاں رہتے ہیں کہ رضائے الہی کا ذرا خیال نہیں آتا اور اگر خدا نخواستہ وہ غضب ناک ہو کر جواب طلبی کے لیے بلائے تو پیرتے سے زمین نکل جاتی ہے، پھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ منہ سے کچھ نہیں نکلتا۔ سر پاجیز و نیاز بن جاتے ہیں۔

لیکن دیکھو، دیکھو! وہ جانے والا کس آن بان سے جا رہا ہے کوئی اس کا مونس و غمخوار نہیں، کوئی اس کا دلدار و دمساز نہیں۔ ہاں اس کا رب اس کے ساتھ ہے وہ بے نیازانہ دربار میں داخل ہوتا ہے کس کا سجدہ کسی زمین بوسی، کیسا بادشاہ، کس کا بادشاہ؟ وہ اس کا غلام ہے جس نے شہنشاہیت کو پیروں تلے روندنا تھا اور بندوں کو خدا کے سامنے، ہاں صرف خدا کے سامنے جھکا کر، زمین سے آسمان پر پہنچا کر بے نیازِ عالم کر دیا تھا جس نے فقیری میں شاہی کی تھی جو اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اس طرح بیٹھتا تھا کہ دنیا کا کوئی بادشاہ اس طرح نہ بیٹھا ہوگا۔ وہ ایسا رعب و دہدہ رکھتا تھا کہ چاروں گ عالم میں ہر کوئی لرزہ بر اندام تھا۔ . . . . ہاں وہ اسی صاحبِ جبروت آقا کا غلام ہے۔  
صلی اللہ علیہ وسلم۔



جو کچھ پوچھا گیا بر ملا جواب دیا گیا . . . . . قربان جائیے اس جرات و بہمت کے !  
 نثار ہو جائیے اس استقامت و استقلال کے ! . . . . . ہاں جواب دیا اور معقول  
 جواب دیا کچھ غصہ ٹھنڈا ہوا مگر دشمنوں نے ایسی لگائی کہ پھر غضبناک ہو گیا ، دل میں آگ  
 سلگنے لگی . . . . . اس نے دربار شاہی میں یہ منظر نہ دیکھا تھا کہ جس شخص کو مجرمانہ حیثیت  
 سے طلب کیا گیا ہو وہ اس طرح سا منکھڑا ہو جیسے آقا غلام کے سامنے کھڑا ہوتا ہے ۔  
 وہ فقیر غیور کی یہ ادا دیکھ کر جل گیا اور سمجھا کہ شاید اس مرد کامل کو نخوت و غرور نے دیوانہ و  
 خود سر بنا دیا ہے پندار شاہی نے یہ سمجھنے پر مجبور کیا اس نے قدم اٹھایا اور بہت سخت  
 قدم اٹھایا ۔ اسی وقت دربار میں ایک ہندو راجپوت افسر کے سپرد کیا کہ جا کر قلعہ گوالیار  
 میں بند کر دے ہاں اس انسانِ کامل کو بند کر دے جس نے صرف شہنشاہِ مطلق کے سامنے  
 سر جھکا دیا اور اس سر جھکانے میں وہ لطف محسوس کیا کہ پھر کسی کے سامنے سر نہ جھکایا ۔  
 جس نے عہد کیا کہ وہ ناموس پیمانِ محبت کو خاک میں نہ ملائے گا ۔ ہاں اس کو  
 بند کر دو ۔

یہ معلوم اس ہندو راجپوت نے کیا سلوک کیا ؟ اگر سے سے گوالیار کس طرح  
 لے گیا ۔ قلعہ گوالیار میں لے جا کر کیا کیا ؟ ہاں اس پائے نازنین کو پابند سلاسل کیا ، یہ  
 کیسا ظلم کیا ؟ سرزمینِ ہند میں اس کے جاں نثار و فداکار اس کے اشارے کے منتظر  
 ہیں مگر وہ اپنے ربِّ کریم کی رضا پر راضی ہے ۔ ظالم ظلم کیے جا رہا ہے مگر وہ لطف اٹھا  
 رہا ہے ۔ کیا چشمِ عالم نے کبھی یہ منظر دیکھا ہے ؟ ظالم نے نہ صرف پابند سلاسل کیا ، گھرا جاڑ  
 دیا . . . . . بکتب خانہ ضبط ، جائیداد ضبط ، زمین ضبط ، جو کچھ پاس تھا سب ضبط  
 کر کے بے آسرا کر دیا گیا ۔ مگر جس کا آسرا خدا پر ہو وہ کسی آسرے پر نہیں رہتا ۔ اس پر بھی  
 بس نہیں کہتا وہ آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا ۔ ہندوستان کے طول و عرض میں شہادت کی  
 خبر اڑ چکی تھی اس زمانے میں کسی کی گردن مار دینا بازیِ طفلان سے زیادہ نہ تھا ۔



معمولی بات تھی جس کا چاٹا سر اڑا دیا۔ کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ زندگی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

لیکن نہ معلوم کیوں وہ ایسا نہ کر سکا ایک سال کے اندر اندر کچھ ایسا مجبور ہوا کہ چھوڑتے ہی بن پڑی لیکن ابھی ترکش میں کچھ تیر باقی تھے۔ مشقِ ستم ختم نہ ہوئی تھی۔ یوں لکھانے کو خلعتِ دانعام سے نوازا مگر جانے نہ دیا اپنے ساتھ رکھا ایک قید سے چھوٹے دوسری قید شروع ہو گئی۔ نظر بندی ختم ہوئی تو پابندی شروع ہو گئی۔ ترکِ جہانگیری میں لکھا ہے کہ ہم نے کہا: ”چاہو تو گھر چلے جاؤ یا پھر ہمارے ساتھ رہو تو انھوں نے ہمارے ساتھ رہنا پسند کیا“۔ شاہِ وقت اور جھوٹ! توبہ توبہ! استغفر اللہ! پانچ سال پابند رکھا اور پھر بدقت تمام اعیانِ مملکت کی سفارش سے اجازت دی لیکن شاید اس شرط پر کہ سر بند جا کر مجلسیں نہ جمائیں گے خلوت میں وقت گزار دیں گے تو ایسا ہی کیا گیا اور اسی خاموشی میں جان عزیز جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ افسوس صد افسوس! جو باتیں لکھنے کی تھیں مورخ نے نہ لکھیں مگر نگاہِ تیز قرائن سے سب کچھ معلوم کر سکتی ہے۔ ۱۰۲۸ھ سے ۱۰۳۲ھ تک کے چھ سالہ دور پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کچھ نہیں معلوم کہ کیا ہوا؟ ہاں جو کچھ معلوم ہوا آج ہم ان رازِ مائے سربستہ سے پردہ اٹھاتے ہیں (ص ۱۶۵ تا ۱۶۷)

(۱۳)

بعض مخالفین و معاندین نے جہانگیر کے خوب کان بھرے اور حضرت مجدد کے خلاف بھڑکایا۔ مخالفین میں شیعہ حضرات پیش پیش تھے ان کی مخالفت اسی وقت سے چلی آرہی تھی جبکہ حضرت مجدد نے اواخرِ دسویں ہجری میں روافض کے خلاف اپنا معرکہ الارار سالہ تصنیف فرمایا بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جہانگیر کے وزیرِ اعظم آصف جاہ (جو مذہبِ شیعہ تھا) نے جہانگیر کو حضرت مجدد کے خلاف بھڑکایا۔ ڈاکٹر

برہان احمد فاروقی نے اس خیال کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے : جہانگیر کے وزیر اعظم آصف جاہ نے جہانگیر کو مشورہ دیا کہ شیخ احمد کے باب میں احتیاط سے کام لیا جائے کیونکہ ان کا اثر ہندوستان، ایران، توران اور بدخشاں میں پھیلتا جا رہا ہے اس نے یہ بھی مشورہ دیا کہ فوج کے سپاہیوں کو شیخ احمد کے مریدین کے پاس آنے جانے اور عہد کرنے سے روکا جائے اور شیخ احمد کو نظر بند کر دیا جائے۔

اس خیال کی تائید اس واقعہ (متعلقہ خواجہ بدیع الدین سہارن پوری) سے بھی ہوتی ہے جو حضرت مجدد کے خلیفہ اجل خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ نے زبدۃ المقامات میں نقل کیا ہے۔ (ص ۱۶۹)

(۱۲)

اس میں شک نہیں کہ جہانگیر کے دربار میں روافض کا کافی اثر و رسوخ تھا اور وہ حضرت مجدد سے خوش نہ تھے بلکہ آپ کو زک پہنچانے کی فکر میں رہتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آصف جاہ کے بھڑکانے سے حضرت مجدد کی گرفتاری عمل میں آئی ہو خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ

۱۔ برہان احمد فاروقی پروفیسر، مجدد و مخالف ثانی کا نظریہ توحید، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۳۶

۲۔ محمد ہاشم کشمی، شیخ زبدۃ المقامات ص ۳۴۸

۳۔ شیعہ حضرات اپنی پوری تاریخ میں مسلمانوں سے کبھی خوش رہے ہی نہیں ہیں یہودیوں کی طرح اسلام دشمنی ان کی فطرت میں بھری ہوئی ہے (کوٹ کوٹ کر) مسلمانوں کو زک پہنچانے کا کوئی موقع اگر انھیں مل سکتا تھا تو انھوں نے کبھی اسے ہاتھوں سے نہیں جانے دیا۔ ملت اسلامیہ کو آج تک جتنے بڑے بڑے نقصان اٹھانے پڑے ہیں ان میں سے اکثر کی تہہ میں روافض کی ریشہ و انیاں کار و مران نظر آئیں گی اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے آمین (اختر شاہ جہان پوری منظری)

۴۔ اوزنگ زب عالمگیر بادشاہ خود خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے مرید اور خلیفہ تھے (مقام احمدیہ ص ۱۰۸)

(المتوفی سنہ ۱۰۶۹ھ / سنہ ۱۶۶۸ء) کے مرید خواجہ محمد امین بخشی نے اپنی تالیف مقاماتِ احمدیہ و ملفوظاتِ معصومیہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ انھوں نے حضرت مجدد کی گرفتاری کے اسباب و ملل پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور روافض کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔  
ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ نے بھی اس خیال کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے: شیعوں کا جہانگیر کے دربار میں کافی اثر و رسوخ تھا۔ حضرت مجدد نے جس شد و مد کے ساتھ ان کے نظریات کی مزید کی۔ اس سے آپ کی شخصیت ان کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی۔ چنانچہ انھوں نے بادشاہ کو یہ سمجھایا کہ حضرت مجدد کی سرگرمیاں سلطنت کے لیے خطرناک ہیں۔ چنانچہ آپ کی ایک مکاشفانہ تحریر کی بناء پر سنہ ۱۰۲۸ھ میں آپ کو دربار میں طلب کیا گیا اور دربار میں داخلے کے وقت آپ کے بے نیازانہ طرزِ عمل کو دیکھ کر بادشاہ جل گیا اور قلعہ گوالیار میں قید کرنے کا حکم دیا۔<sup>۱۵</sup>

۱۵

بات یہی تھی، روافض نے ایسی لگائی کہ بجائے نہ بھی لیکن بہانے کی ضرورت تھی جیسا کہ اکثر فرامینِ روزگار کو بہانوں کی ضرورت رہتی ہے۔ ملکتے کہیں ہیں اور نشانہ کہیں لگاتے ہیں۔ اہل اللہ اور علماء کو گرفتار کرنے کے لیے ایسا بہانہ تلاش کیا جاتا ہے کہ خود ان کے معتقدین بھی ہکا بکا رہ جائیں۔ حضرت مجدد کے متوسلین و مریدین مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ تھے جن کے نزدیک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارِ اولیاء ہیں اس لیے الزام یہ لگایا گیا کہ حضرت مجدد کہتے ہیں کہ میں حضرت صدیق اکبر سے افضل ہوں۔ ع۔

ناتقہ سر بگرباں ہے اسے کیا کہیے!

۱۵ محمد امین بخشی شیخ، مقاماتِ احمدیہ و ملفوظاتِ معصومیہ، مطبوعہ لاہور ص ۶۲، ۶۳

۱۶ عنایت اللہ شیخ ڈاکٹر، دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، جلد اول، جزء ص ۲۹۶، ۲۹۸



ظاہر ہے کہ اس الزام سے یہی مقصود تھا کہ ایک طرف شیعہ حضرات کو بچا لیا جائے اور دوسری طرف خود حضرت مجدد کے خلفاء و مریدین کو ان کو بدظن کرنے کے منتشر کر دیا جائے ورنہ جہانگیر ایسا کون سا پکا سنی تھا کہ محض یہ کہہ دینے سے کہ میں صدیق اکبر سے افضل ہوں ایک شخص کو کشتنی، سوختنی، گردن زنی قرار دیتا وہ اکبر کے سلیہ ماطفت میں پلا بڑھا تھا اس لیے تدبیر سے کوسوں دور تھا۔ اکبر کی صحبت میں ایسا پکا سنی بن جانا عجائب روزگار سے ایک عظیم عجب ہو نا۔ جہانگیر نے معاندین کی اس یقین دہانی پر کہ حضرت مجدد کی قوت بڑھتی جا رہی ہے عین ممکن ہے کہ وہ اسلامی انقلاب لاکر مملکت میں ایک عظیم قیامت برپا کر دیں آپ کو ایک بہانے سے دربار میں طلب کیا (ص ۱۷۱)

(۱۶)

حضرت مجدد پر یہ الزام محض ایک بہانہ تھا۔ جہانگیر کے پوتے اور شاہ جہان کے بیٹے داراشکوہ (المتوفی سنہ ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۵ء) نے اس الزام کی تردید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے..... آخر سال میں شیخ پر بعض اشخاص نے یہ اعتراض کیا غلبہ ہمت لگائی کہ آپ اپنے کو خلفائے راشدین سے بھی افضل مانتے ہیں لیکن درحقیقت یہ محض بہتان تھا جو مخالفین نے آپ پر لگایا تھا۔ . . . ایک دوسری جگہ داراشکوہ نے اپنے استاد حضرت میرک بن شیخ فیض الدین اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی ایک ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ ملاقات ۱۰۲۲ھ میں ہوئی جبکہ حضرت مجدد شکر شاہی سے رخصت حاصل کر کے

۱۷ محمد اسین بخشی، شیخ: مناقب آدمیہ قلمی، ورق ۱۲۱

(نوٹ) نیز مولوی وکیل محمد سکندر پوری نے مندرجہ ذیل تصانیف میں اس واقعے کو مفصل بیان کیا ہے۔

(۱) الکلام المنجی بردایرادات البرزنجی (عربی) مطبوعہ دہلی ۱۳۱۲ھ ص ۱۰۱ و ۱۰۲

(ب) انوار احمدیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ ص ۱۱ و ۱۲

سرمہند شریف تشریف لے آئے تھے۔ دارا شکوہ نے حضرت مجدد اور اپنے استاد محترم کے درمیان گفتگو کو اس طرح نقل کیا ہے:

”فقیر نے خود اپنے استاد محترم حضرت میرک بن فصیح الدین سے سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جب میں سرمہند شریف سے گزرا تو اتفاقاً شیخ احمد (حضرت مجدد الف ثانی) سے ملاقات ہو گئی۔ ملاقات کے دوران میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر شیخ صاحب کرامت ہیں تو لوگ ان کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہ مجھے خاطر نشیں فرمادیں جب کچھ دیر شیخ کے سامنے بیٹھا تو آپ نے اپنی مسند کے پیچھے سے ایک کاغذ نکال کر مطالعہ کے لیے دیا جب میں نے اس کو پورا پڑھ لیا تو مجھ سے فرمایا کہ کیا اس تحریر سے کوئی ایسی دسی بات معلوم ہوتی ہے؟ میں نے کہا کہ اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں اور جو کچھ آپ نے اس میں لکھا ہے، صحیح و درست ہے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرے سامنے جو واقعہ گزرا یہی ہے۔ باقی جو کچھ کہا جاتا ہے افتراء ہے۔“

سی اے اسٹوری نے بھی لکھا ہے کہ حقیقتاً حضرت مجدد پر یہ الزام نہ تھا بلکہ گرفتاری کے لیے ایک بہانہ تلاش کیا گیا تھا اور مکتوبات شریف کے کلمات کی آڑ لے کر آپ کو گرفتار کیا گیا۔ (ص ۱۷۸، ۱۷۹) (۱۷)

جہانگیر نے نہ صرف یہ کہ آپ کو پابند سلاسل کر کے جیل میں ڈالا بلکہ اہل و عیال کو خانماں برباد کر دیا نہ معلوم ان غمزدوں پر کیا گزری؟ اگر جہانگیر اپنے اس دعوے میں سچا ہے کہ

۱۷ دارا شکوہ: سفینۃ الاولیاء اردو، مطبوعہ لاہور ص ۲۳۳

۱۸ مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۹۵ھ / ۱۷۷۸ء، ص ۱۹۷

۱۹ سی اے اسٹوری: دی پرشین لٹریچر، جلد اول حصہ دوم مطبوعہ لندن ۱۹۵۲ء، ص ۹۸۸

اس نے حضرت مجدد کو محض تادیب اور تہذیب نفس کے لیے جیل میں ڈالا تھا تو پھر اہل د  
عیال پر ظلم و ستم کیوں روا رکھا گیا تھا اسے مدد جہانگیری! تو نے یہ کیا ستم کیا؟ مؤرخ  
کا ہاتھ کس نے پکڑ لیا کہ وہ اس داستانِ خونچکاں کا ایک حرف بھی نہ سناسکا؟ لیکن ان  
مکتوباتِ شریف میں اس غناک داستان کی جھلک نظر آرہی ہے ایسے ذرا دیکھیے اور یہ بھی  
دیکھیے کہ اس پکڑ عزم و ہمت نے کس قدر حوصلگی اور کس عالی نظری کا مظاہرہ فرمایا۔  
علاقاتِ ہوگی یا نہیں، نصیحت یہی ہے کہ کوئی آرزو طلب نہ رہے اپنی والدہ سے  
یہ کہیں اور یہ سمجھادیں کہ اس دنیا کے احوال آنے جانے ہیں اس لیے ان کو کیا بیان  
کیا جائے، بچوں پر شفقت رکھیں اور پڑھنے کی ترغیب دیں اور جہاں تک ممکن ہو ان  
لوگوں کو خوش رکھیں جن کا مجھ پر حق ہے۔

نفسانی خواہشات کو باطل خدا میں کلمہ لا کے تحت لائیں تاکہ تمام خواہشات کی نفی  
ہو جائے اور دل میں کوئی مراد مقصود باقی نہ رہے یہاں تک کہ میری رانی جو سردست  
تمہارے اہم مقاصد سے ہے یہ بھی تمہاری آرزو نہ ہونی چاہیے اللہ کے فیصلے، اس کے  
فعل اور اس کی مشیت پر راضی ہیں۔ حویلی، سرانے، کنواں، باغ، کتب خانہ اور دوسری  
چیزوں کا غم بہت سہل ہے اس وقت تو کوئی چیز تمہارے مزاج میں نہیں ہونی چاہیے اور  
سوائے مرضیاتِ حق جل و علا کے تمہاری کوئی اپنی مرضی بھی نہ ہونی چاہیے اگر ہم مرجھاتے تو  
یہ سب چیزیں رہ جاتیں یہ بیماری زندگی ہی میں چلی گئیں، کچھ فک نہ کریں۔

آپ نے فلا حفظ فرمایا کہ کیسا ظلم کیا؟ حویلی، سرانے، کنواں، باغ، کتب خانہ اور  
اساں البیت سب کچھ لے لیا کچھ بھی نہ چھوڑا۔ مگر واہ رے استقامت اُف تک نہ کی۔  
اور محبتِ نباہ کے دکھادی۔ (ص ۱۸۴ - ۱۸۵)

حکم احمد سرسندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲



ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ حضرت مجدد کے مخلصین نے اپنی سی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے اور جو باعث ایذا رسانی کے درپے تھی وہ مسلسل درپے آزار رہی لیکن بعض تذکرہ نگاروں اور مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اعیان مملکت میں حضرت مجدد کے مخلصین جہانگیر سے کچھ ایسے بدل ہوئے کہ بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے مگر حضرت مجدد کے خلفاء میں صاحب زبدة المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمیری اور صاحب حضرات القدس خواجہ بدرالدین سرہندی نے اس طرف اشارہ نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ بعض سیاسی مصالح اس حقیقت بیانی میں مانع ہوں لیکن یہ بات قابل توجہ ہے کہ جس جہانگیر نے بڑے زور شور سے آپ کو طلب کیا تھا اور بڑے شد و مد کے ساتھ آپ پر الزامات عائد کیے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید آپ کو یا تو شہید کر دیا جائے گا یا سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ ہاں اسی جہانگیر نے ایک سال کے اندر اندر عزت و آبرو کے ساتھ آپ کو رہا کر دیا آخر یہ کیوں ہوا، کیسے ہوا؟

اگر حضرت مجدد کے مخلصین اعیان مملکت کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ گہمتی سلجھنا مشکل ہے۔ پھر اس حرکت کو جہانگیر کی خبط الحواسی پر محمول کیا جانا چاہیے مگر وہ ایسا خبط الحواس نہ تھا وہ ہوشیار و زیرک تھا۔ اس لیے اس میں شک نہیں کہ اعیان مملکت کے سیاسی یا اخلاقی دباؤ سے مجبور ہو کر جہانگیر نے آپ کو رہا کیا ہو گا۔ گویا اس نے اپنی من مانی کر کے ہی چھوڑی مگر باندازہ دگر۔

صاحب روضۃ القیومیہ نے لکھا ہے کہ اعیان مملکت میں خان خاناں، خان اعظم، سید صدر جہاں، اسلام خاں، مہابت خاں، ترضی خاں، قاسم خاں، تربیت خاں، خان جہاں لودھی، سکندر لودھی، حیات خاں اور دریا خاں بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ مین ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو لیکن

کمال الدین محمد احسان، روضۃ القیومیہ، مطبوعہ لاہور ص ۱۸۹

صاحبِ روضۃ القیومیہ اور بعض دوسرے حضرات نے جو مہابت خاں کی بغاوت، جہانگیر سے اس کا تصادم اور اس کے ہاتھوں جہانگیر کی گرفتاری کا ذکر کیا ہے اس کا سبب حضرت مجدد کی گرفتاری نہ تھا کیونکہ یہ واقعہ گرفتاری کے سات سال بعد واقع ہوا ہے جبکہ حضرت مجدد وصال فرما چکے تھے ہاں یہ ممکن ہے کہ جہانگیر نے حضرت مجدد کو جو ایک سال نظر بند رکھا اور پھر چار سال اپنے ساتھ پابند رکھا اس نے مہابت خاں کو بد دل کر دیا ہو کیونکہ اس کو حضرت مجدد سے خاص تعلق خاطر تھا۔

تزکِ جہانگیری کے تکرار نگار مرزا ہادی بیگ نے لکھا ہے کہ مہابت خاں کو آصف جاہ کی تجویز پر دربار میں طلب کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اسے طرح طرح سے ذلیل و خوار کر کے اس کی عزت و ناموس اور جان و مال پر ہاتھ ڈالے۔ آصف خاں وہی ہے جو حضرت مجدد کی گرفتاری کا اصل محرک بیان کیا جاتا ہے۔ مہابت خاں سے اس کی پُرکاشی معنی خیز ہے۔ مہابت خاں بھی اس کے اور اس کی بہن ملکہ نور جہاں کے سخت خلاف تھا آخر اس مخالفت کے اسباب تھے مبین ممکن ہے کہ دیگر اسباب کے ساتھ حضرت مجدد کا تعلق آپ کی بھی خواہی اور خیر خواہی بھی ایک سبب ہو (ص ۱۸۶، ۱۸۷)

۱۹

حضرت مجدد نے قید کے زمانے میں احباب و مخلصین اور فرزند ان گرامی کو قلعہ گوالیار سے جو خطوط ارسال فرمائے ہیں ہر خط تاریخ عزیمت کا ایک سنہرے باب ہے۔ ظالم ظلم کرتے نہیں تھکتے لیکن مظلوم کی زبان پر شکوہ جو دو فانیں۔ دہائیں ہی دہائیں ہیں۔ دستِ قاتل کو چومنے کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے ایک نیا اندازِ فکر، ایک نئی روشنی، ایک نئی تجلی اور ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ آئیے قلعہ گوالیار کے چارہ ظلمات سے

آب حیات پئیں اور پلاہیں۔ ۵

تین سو سال سے ہیں ہند کے کئے خانے بند

اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :- ”مخدوم و مکرم! مصیبتوں کے آنے پر ہر چہند کہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انعام و اکرام کی امید بھی لگی رہتی ہے۔ حزن و اندوہ میں یہ بڑا ہی اچھا سرمایہ اور خزانہ الم و مصیبت کی من بھاتی نعمت ہے، ان شکر پاروں کے اور داروئے تلخ کا ہلکا سا غلاف چڑھا دیا گیا ہے اور اس بہانے سے بظاہر مصیبت دکھائی گئی ہے مگر نیک بخت مٹھاس پر نظر رکھتے ہوئے تلخی کو مٹھاس کی طرح کھا جاتے ہیں اور حرارت کو صفرائے شیریں کے برعکس پاتے ہیں شیریں کیوں نہ پائیں؟ محبوب کے افعال تو سب ہی میٹھے ہوتے ہیں جو ماسوا اللہ کی محبت میں گرفتار ہوا اس کو کڑوے لگتے ہیں دولت مند تو محبوب کی دی ہوئی مصیبت میں اس قدر لذت و ملاوت پاتے ہیں کہ انعام میں بھی مستور نہیں رہے۔ ہر چند کہ دونوں محبوب ہی کی جانب سے ہیں، لیکن مصیبت میں محبت کے نفس کو دخل نہیں اور انعام مراد نفسی پر مبنی ہے۔“

۲۰

فرزندانِ گرامی حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں . . . . . فرزندانِ گرامی! مصیبت کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہے لیکن اگر اس میں فرصت میسر آجائے تو غنیمت ہے اس وقت چونکہ تم کو فرصت میسر ہے خدا کا شکر بجالا کر اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ اور ایک لمحہ بھی

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲۹



فارغ نہ بیٹھو۔ تین باتوں میں سے ہر ایک کی پابندی ضرور رہنی چاہیے۔

۱۔ تلاوت کلام پاک

۲۔ طول قراوت کے ساتھ نماز

۳۔ کلمہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ کی تکرار۔

کلمہ لا کے ساتھ نفس کے خود ساختہ خداؤں کی نفی کریں اپنی مرادوں اور معصوموں کی بھی نفی کریں اپنی مرادیں چاہنا خدا کی دعویٰ کرنا ہے اس لیے چاہیے کہ سینے میں کسی مراد کی گنجائش ہی نہ رہے اور جس کا خیال تک نہ آنے پائے تاکہ حقیقتِ حیات متحقق ہو۔ ہوائے فسانہ کو جو جھوٹے خدا ہیں۔ لا کے تحت لائیں تاکہ ان سب کی نفی ہو جائے اور تمھارے سینے میں کوئی مراد و مقصد باقی نہ رہے حتیٰ کہ میری ربائی کی آرزو بھی جو اس وقت تمھاری سب سے اہم آرزوؤں میں ہے نہ ہونی چاہیے۔ تقدیر اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہیں۔ جہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس کو اپنا وطن سمجھیں۔ یہ چند روزہ زندگی جہاں بھی گزرے اللہ کی یاد میں گزرنی چاہیے۔

۲۱

خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء) کے نام ایک مکتوب

میں تحریر فرماتے ہیں..... عاشق جس طرح محبوب کے انعام میں مزہ پاتا ہے

۱۵ اس جملے سے کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد کی گرفتاری کے بعد اہل و عیال کو گھر سے بے گھر

کر دیا گیا تھا ورنہ اپنے گھر کو گھر سمجھنا کیا معنی؟ (مسعود)

۱۶ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲

۱۷ خواجہ میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ حضرت مجدد کے خلیفہ ہیں ۱۸ صفر المنظر ۱۰۵۸ھ میں اکبر آباد میں

وصال فرمایا "نعمان زبدۃ بہشت عدن" مادہ تاریخ وفات ہے۔

(محمد فاضل، فجر الواصلین ۱۲۴۹ھ / ص ۹۹)

اُسی طرح اُس کے ایلام میں بھی اُس کو لطف آتا ہے بلکہ ایلام میں اور زیادہ مزہ آتا ہے کیونکہ اس میں حظِ نفس کا شائبہ نہیں ہوتا اور اُس کی آرزو کو بھی دخل نہیں ہوتا۔ جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ جو جمیل مطلق ہے اور وہ اُس شخص کو آزار پہنچانا چاہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی اُس شخص کی نظر میں جمیل ہے، بلکہ اس میں اُس کو زیادہ لطف آتا ہے۔

چونکہ اُس جماعت (مخالفین) کی مراد اللہ تعالیٰ کی مراد کے عین مطابق ہے اور یہ مراد اُس مراد کے ظاہر ہونے کا دریچہ ہے، اس لیے یقیناً ان کی مراد بھی بھلی اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس میں لطف آتا ہے اور اُس شخص کا عمل جو محبوب کے عمل کا آئینہ دار ہو محبوب کے عمل کی طرح پیارا لگتا ہے اور اُس کا کرنے والا اُسی نظر کی وجہ سے عاشق کی نظر میں محبوب ہے عجیب بات ہے کہ اُس شخص کی طرف سے عینی جھٹائیں ہوتی ہیں، عاشق کی نظر میں وہ اتنا ہی زیادہ پسندیدہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں وہ غضبِ محبوب کی پوری پوری نماندگی کر رہا ہے۔ اس راہ کے دیوانوں کا معاملہ نرالا ہے۔ پس اُس شخص کی بُرائی چاہنا اور اُس سے بد دل ہونا محبوب کی محبت کے منافی ہے کیونکہ وہ شخص تو فعلِ محبوب کے آئینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لیے جو لوگ آزار پہنچانے کے درپے ہیں وہ دوسری مخلوق سے زیادہ نگاہوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے دوستوں کو کہہ دیں کہ وہ تنگی دل کو دور کریں اور جو لوگ یا جماعت آزار کے درپے ہے اُس سے بُرا سلوک نہ کریں بلکہ ان کے فعل سے لطف اٹھائیں۔ اللہ اللہ! کیا انداز نہ کرے، ظالم کو محبوب بنا دیا۔ ظلم سے درگزر کرنا بھی بڑی بات ہے مگر ظالم کو چاہنا اور اُس سے محبت کرنا بڑے حوصلے کا کام ہے۔ یہ حوصلہ اُس وقت پیدا ہو سکتا ہے جب انسان قتالی اللہ ہو جائے۔ قتائیت کے بعد ہی یہ نظر پیدا ہو سکتی ہے۔ عام انسان کے لیے یہ باتیں قطعی ناممکن ہیں بلکہ وہ یہ باتیں سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کالمین، صحبت کے بعد یہ باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

لہ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۵

غسل کے وقت حضرت مجدد کے خلیفہ خواجہ بدرالدین سرہندی موجود تھے، انھوں نے بعض مشاہدات کا ذکر فرمایا ہے جو نہایت حیرت انگیز ہیں وصال کے وقت خواجہ محمد سعید علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد کے ہاتھ سیدھے کر دیئے تھے..... غسل کے وقت داہنی کروٹ سے جب نہلایا گیا تو دست مبارک اسی طرح بندھے رہے جس طرح نماز میں یعنی داہنا اوپر اور بائیں ہاتھ نیچے۔ حالانکہ کروٹ کا تقاضا یہ تھا کہ بائیں اوپر ہوتا لیکن اعضائے مبارک موم کی طرح نرم ہونے کے باوجود داہنا ہاتھ بائیں کے اوپر ہی رہا۔ اور جب کفن دینے کے لیے ہاتھ پھیلائے گئے تو حاضرین نے دیکھا کہ دونوں ہاتھ متحرک ہوئے۔ یہاں تک کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر زیر ناف آگیا یعنی نیت باندھ لی حاضرین نے بے ساختہ تحسین و آفرین کی صدا بلند کی..... (غوث از حضرات برخواست)۔

حضرت شیخ محمد سعید نے فرمایا کہ جب حضرت کی مرضی اسی طرح ہے تو رہنے دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرجہ فرمایا۔ کما تعیشون تموتون لہ

حضرت خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد صاحبزادہ مرحوم خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا یہ وہی مقام تھا جہاں حضرت مجدد نے اپنی زندگی میں ایک نور رکھا تھا اور وصیت فرمائی تھی :- ” میرے بیٹے کی قبر کے سامنے رکھنا کہ وہاں میں جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری دیکھ رہا ہوں (چنانچہ اس جگہ آپ نے ایک قبہ تعمیر کرایا)..... اس قبے میں پہلے فرزند مرحوم خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ

۱۷ بدرالدین سرہندی خواجہ : وصال احمدی، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹، ۲۰



(المتوفی ۱۰۲۵ھ) کو رکھا گیا اور اس کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو..... اب اس  
روضہ شریف کو دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے جس پر یہ قطعہ تاریخ تعمیر کندہ ہے۔

بعد از صد سال بنا شد      روضہ محبوب ربانی  
پر تو گنبد خضرا گویا      کَانَ مجد الف ثانی

۲۴      ۵      ۱۲

۲۴

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی وفات پر بہت سے حضرات نے مادہ تاریخ وفات  
نکالے اور قطعات کہے۔ مثلاً حضرت خواجہ باقی باقہ علیہ الرحمۃ کے فرزند دل بند  
خواجہ عبد اللہ المعروف بہ خواجہ خرد علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۶۵ھ/ ۱۶۶۴ء)  
نے یہ مادہ تاریخ نکالا۔

مات ولم میت بل حتی ابد

۳۴      ۵      ۱۰

حضرت خواجہ باقی باقہ کے مرید اور حضرت مجدد کے خلیفہ مولانا محمد صادق علیہ الرحمۃ  
نے یہ مادہ تاریخ نکالا ہے: الموت ہو جسر یوصل الحبیب الی الحبیبؐ  
حضرت مجدد کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمیری علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء)  
نے یہ مادہ تاریخ وفات نکالا ہے اَلَا اِنَّ اَوَّلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

۳۴      ۵      ۱۰

۲۵

اس میں شک نہیں کہ اولیاء اللہ اور علمائے ربانی میں سے کسی خاص بہتی کی

۱۰ محمد ہاشم کشمیری خواجہ : زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور، ص ۲۰۰

۱۰ ص ۲۰۰ " " " " " "

افضلیت کے بارے میں ہم اس طرح کی کوئی قطعی رائے تو قائم نہیں کر سکتے جس طرح انبیائے کرام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت پر یا جس طرح حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں علی المرتبہ رکھتے ہیں اس لیے کہ ان کی افضلیت تو نص قطعی سے ثابت ہے لیکن اس کے بعد افضلیت کے بارے میں ہمارا یہ کام ہو گا کہ ان کے تاریخی اور اصلاحی کارناموں پر نظر ڈالیں، جو اعلیٰ کلمۃ اللہ کے سلسلے میں انھوں نے انجام دیئے اور ان کی علمی تصانیف رسائل مکتوبات اور ملفوظات دیکھیں۔

اس نقطہ نظر سے اگر حضرت مجدد قدس سرہ العزیز کے کارناموں اور آپ کی علمی تخلیقات پر نظر ڈالی جائے تو آپ بالکل منفرد نظر آتے ہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے ہاں عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کے بارے میں بہت کچھ ملے گا۔ لیکن سب سے بڑھ کر حقائق و معارف ہیں جن تک رسائی بہت مشکل ہے اس کے لیے بندی فکر و نظر کی ضرورت ہے جو شاید و نادری میسر ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب انگلستان میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک لیکچر میں حضرت مجدد قدس سرہ کے مکتوبات شریف سے ایک حوالے کا انگریزی میں ترجمہ کرنا چاہا تو کہا کہ ”افسوس! علم نفسیات میں اس ترقی کے باوجود انگریزی زبان اتنی تنگ داماں ہے کہ اس میں حضرت مجدد قدس سرہ کے حقائق و معارف کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔“ جب بیان کرنا مشکل ہے تو سمجھنا کتنا مشکل ہو گا۔ (ص ۱۳، ۱۴)

۱۔ مخدوم و مکرم پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی طرف سے ان کی تصنیف سیرت مجدد الف ثانی سے یہ دیباچہ لکھا جا رہا ہے اس کتاب کی تقدیم مجددی خانوادے کے چشم و چراغ حضرت خواجہ محمد ثنم جان مرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی تھی یہ اور لکھے مدون اقتباس اسی تقدیم سے لیے ہیں (اختر)

حضرت مجدد قدس سرہ العزیز نے مکتوبات شریف میں اسلامی نظرِ عیادت کو اس خوبی سے سمجھایا ہے کہ جس کے پڑھنے سے شوقِ عمل اور ذوقِ کار پیدا ہوتا ہے اور ایک طالبِ سالک صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسی لیے اکابرِ طریقت نے سالکین کے لیے مکتوبات شریف کا مطالعہ لازمی قرار دیا ہے اس کے معافی کی بلندی تو اپنی جگہ مسلم ہے لیکن عبارات بھی ادبی حیثیت سے اتنی دل ربا، بلند پایہ اور دلنشین ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روح و جہد میں آجاتی ہے۔ اور دل و دماغ دونوں کیف اندوز ہوتے ہیں۔

مکتوبات شریف کے سلسلے میں یہ بات قابلِ غور و فکر ہے کہ مختلف حالات اور ہر دور کے لیے اس میں ہدایتیں موجود ہیں۔ معنوی حیثیت سے یہ اتنے ہمہ گیر ہیں کہ شاید ہی ایسی کوئی تصنیف ہو۔ دسویں صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے عالمِ اسلام کے تاریخی حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس عرصے میں ملتِ اسلامیہ میں جو امراض پیدا ہوئے یا جو مشکلات پیدا ہوئیں سب کا حال مکتوبات شریف میں موجود ہے۔ گویا کہ مکتوبات ملتِ اسلامیہ کے لیے تریاق و اکسیر ہیں (ص ۱۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد قدس سرہ کے رسالہ ردِ باطل کی شرح میں حضرت مجدد کے القابِ عالیہ مبسوط طور پر بیان کیے ہیں اور امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آپ کے احسانات ہیں ان کی تفصیل لکھنے کے بعد ..... ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ”آج جو مساجد میں اذانیں دی جا رہی ہیں اور مدارس سے قل اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل نواز صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور خانقاہوں میں جو ذکر و فکر ہو رہا ہے اور قلبِ روح کی



گہرائیوں سے جو اللہ کی یاد کی جاتی ہے یا لا الہ الا اللہ کی صزہیں لگائی جاتی ہیں، ان سب کی گردنوں پر حضرت مجتہد کا بارِ منت ہے۔ اگر حضرت مجتہد اس الحاد و اتداد کے اکبری دور میں اس کے خلاف جہاد نہ فرماتے اور وہ عظیم تجدیدی کارنامہ انجام نہ دیتے تو نہ مساجد میں اذانیں ہوتیں نہ مدارس دینیہ میں قرآن و حدیث و فقہ اور باقی علوم دینیہ کا درس ہوتا اور نہ خانقاہوں میں سالکین و ذاکرین اللہ، اللہ کے روح افزاء ذکر سے زہرہ سنج ہوتے اَلَا مَا شَاءَ اللہ (ص ۱۲)

از عالی جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی  
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، محٹھ  
(صوبہ سندھ)

۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ  
مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۸۶ء

## ذات و صفاتِ باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ مخلوق کے کسی فرد کی نہ اس جیسی ذات ہے اور نہ کسی کے اندر اس جیسی صفات ہیں ایسا عقیدہ رکھنے کو توحید کہتے ہیں جو اسلام کا اولین سبق ہے اگر کوئی شخص مخلوق کے کسی فرد کی ذات اللہ تعالیٰ جیسی مانے یا اس فرد کی صفات کو اللہ جل مجدہ جیسی مانے یا یہ سمجھے کہ اس فرد کو یہ صفات اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں بلکہ یہ اسے خود حاصل ہیں یا اللہ تعالیٰ جیسی کوئی ایک صفت بھی مخلوق کے کسی فرد میں مانے تو ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور وہ شخص اصطلاح شرع میں مشرک ہو جاتا ہے خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھتا رہے اور خواہ بے خبر لوگ اسے بہت بڑا بزرگ ہی کیوں نہ مانتے اور منواتے رہیں لیکن شریعت محمدیہ کے لحاظ سے وہ مسلمان نہیں رہتا۔ توحید و شرک کے مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کیونکہ آجکل بعض گندم نما جو فروشنش قسم کے مسلمان ان دونوں باتوں کے مفہوم میں دل کھول کر گڑ بڑ کر رہے ہیں تاکہ ان مسلمانوں کو مشرک ٹھہرائیں جو چودہ سو سالہ عقائد پر قائم ہیں اور بہلا مھسلا کر انہیں گستاخانِ رسول کے ٹوٹے میں لے جانے کے لیے ہر گلی کوچے میں شیطان کی طرح گشت لگاتے اور مساجد میں مورچے لگا کر تبلیغی نصاب کی تلاوت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو گمراہوں کے شر سے محفوظ دمامون فرمائے، آمین۔

①

واضح ہو کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ توحید یہ ہے کہ اس ذات پاک کو واجب الوجود اور

معبودِ برحق تسلیم کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اسی نتیجے پر آخرت کی نجات اور غیر فانی سعادت کا دار و مدار ہے اور بظاہر انبیائے کرام نے مخلوقِ خدا کو اسی امر کی دعوت دی تھی۔ مگر وہ صوفیائے کرام جو خدا پرست، صاحبِ کشف اور شمعِ نبوت سے نور حاصل کرتے ہیں، زمین ان کے سہارے قائم ہے اور انھیں کے فیوض و برکات سے اہل زمین پر نزولِ رحمت ہوتا ہے، انھیں کی وجہ سے لوگوں پر بارشِ برسائی جاتی ہے اور انھیں کی بدولت انھیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ ان صوفیائے کرام کے نزدیک توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں اس لیے وہ وجود میں اس کا کوئی شریک نہیں مانتے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ (تخلیقِ عالم سے پہلے) موجود مطلق تھا اور اس وقت نہ کسی قسم کی تخلیق تھی اور نہ کوئی اور قید لگی ہوئی تھی بالکل اسی طرح وہ اب بھی موجود ہے اور جس چیز کو دنیا، غیر، مقید اور سوئی سے موسوم کیا جاتا ہے وہ محض دیکھنے کی چیزیں اور قدت کے کرشمے ہیں۔

(۲)

(جب یہ بات تسلیم کر لی جائے) تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز (حقیقی طور پر) موجود نہیں ہے لہذا واجب اور ممکن کے درمیان درجہ وجود کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق ہے گا کیونکہ باری تعالیٰ کی ذات عین وجود ہے اس کے برخلاف ممکن کی ذات نہ تو عین وجود ہے اور نہ وجود کے ساتھ متصف و ملحق ہے اور نہ وجود کے ساتھ اس کا عارضی قیام ہے بلکہ وجود کے ساتھ مخصوص نسبتِ تعلق کی وجہ سے اس کا مشاہدہ ہوتا ہے گویا کہ وہ ممکنات کے وجود کے ساتھ موجود ہے یعنی قائم بالذات وجود کے ساتھ ان کا خاص تعلق و نسبت قائم ہے مگر وجود (مطلق) کا قیام و بقا ان کی وجہ سے نہیں ہے۔

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: رسالہ تہذیبیہ مترجم، مطبوعہ کراچی، ص ۲۹

۲۔ ایضاً: ص ۳۱



صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں: ہمیں کشف اور مشاہدہ سے اس بات کا پتہ چلا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی مین ذات ہے اور حقیقت میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے اس کی ذات کے علاوہ تمام اشیاء اس کا پرتو اور عکس ہیں جو اس کی ذات سے طبعی ہیں اس لیے اصل اور حقیقی وجود اللہ تعالیٰ کا ہے جو بذاتِ خود مستقل اور قائم بالذات ہے اس لیے وجود اور موجود دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ موجود کا مفہوم یہ ہے کہ جس کے ساتھ وجود کا قیام ہو، خواہ وہ صفت موصوف کی شکل میں ہو یا وہ بذاتِ خود قائم ہو۔ ایسی صورت میں یہ وجود ایک جداگانہ اور مستقل حقیقت ہے اور ایسی صفت نہیں جو کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو سکے۔

مخلوق کے لیے اطاعت حقیقی اور ذاتی محتاجی ہے کیونکہ حقیقت میں ان کا نہ کوئی وجود ہے اور نہ ظاہری نمود ہے۔ بلکہ مخلوق اللہ تعالیٰ کے وجود کا عکس ہے جو اعیان (چیزوں) کے آئینوں اور ان کی جلوہ گاہوں میں نمودار ہے مگر وہ خود معدوم ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے پانی جس برتن میں ہو اس کا رنگ قبول کر لیتا ہے حالانکہ پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا اور اس میں جو رنگ نظر آتا ہے وہ دوسری چیز کا رنگ ہوتا ہے اس کا اپنا رنگ نہیں ہوتا چنانچہ جب حضرت جنید بغدادی سے توحید کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”پانی کے رنگ میں اس کے برتن کا رنگ ہوتا ہے“ یعنی وہ کمالات اور وجود جو اعیان میں نظر آ رہے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کا عکس ہے انھوں نے وجود کی خوشبو تک بھی نہیں سونگھی لہذا یہ کائنات ان اعیان (چیزوں) سے مرکب ہے جو تجلی باری تعالیٰ

ذریعے موجود و مخلوق سمجھی گئی ہیں۔ اسی طرح اس ظاہری وجود سے، جو حقیقت میں عدم ہے، نظام عالم قائم ہے۔

۵

یہ ذہن نشین رہے کہ فلاسفہ اور صوفیائے کرام کی یہ متفقہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی عین ذات ہے اور اس کے ماسوئی کا وجود ذات واجب الوجود اور قائم بالذات ہستی سے خاص تعلق اور نسبت مخصوصہ کی بنا پر ہے مگر اس کا وجود مستقل اور قائم بالذات وصف نہیں جیسا کہ لوہار اور دھوپ میں گرم کیے ہوئے پانی کی مثال میں وضاحت کی گئی ہے۔

۶

حق سبحانہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ وجود کے ساتھ نہ خلاف تمام موجودات کے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ ذات کے ساتھ موجود ہونے سے اللہ تعالیٰ کو وجود کی احتیاج لازم نہیں آتی تاکہ لوگ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے اور غیر کی احتیاج لازم نہ آئے۔ اللہ جل سلطانہ کے وجود کو عین ذات ثابت کرنے کے لیے بلند دلائل کا محتاج ہونا پڑتا ہے اور جمہور اہلسنت و جماعت کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ بزرگ وجود کے عین ذات ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ وجود کو زائد سمجھتے ہیں یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر ہم ذات واجب تعالیٰ و تقدس کو ایسے وجود کے ساتھ موجود کہیں جو اس کی ذات پر زائد ہو اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس وجود کو ہم عرض عام کی حیثیت سے لیں تو اہل حق کے جمہور متکلمین کا نظریہ بھی درست قرار پا جاتا ہے اور احتیاج کا

اعتراض جو مخالفین پیش کرتے ہیں وہ بھی دفع ہو جاتا ہے اس بات کے درمیان کہ:  
۱۔ واجب تعالیٰ کو اپنی ذات کے ساتھ موجود کہیں اور وجود کا اس میں خلخ دیں  
۲۔ اسے وجود کے ساتھ موجود کہیں اور اس وجود کو عین ذات ثابت کریں دونوں  
میں واضح فرق ہے یہ معرفت ان خصوصیات سے ہے جن کے ساتھ اللہ  
سبحانہ تعالیٰ نے مجھے خاص فرمایا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى ذَلِكَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ

(۷)

اللہ واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی خصوصیات سے ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ  
موجود ہے اور موجود ہونے میں اپنے وجود کا قطعاً محتاج نہیں ہے..... خالق کائنات  
اگر مستقل طور پر اپنی ہی ذات سے موجود ہو اور موجود ہونے میں قطعاً وجود کا محتاج نہ ہو تو  
اس میں تعجب کی کون سی بات ہے حقیقت سے دور لوگ اگر اسے بعید سمجھتے ہیں تو ان کا  
معاملہ مبحث سے خارج ہے۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ أَرْهَمُ لِلصَّوَابِ ﷻ

(۸)

ہم ایسے خدا کی ہرگز پرستش نہیں کرتے جو احاطہ شہود میں آ سکے جو دیکھا جاسکے، دائرہ  
معلومات میں آ سکے اور وہیم و گمان میں آ سکے کیونکہ مشہود، مرئی، معلوم اور مہموم و متخیل  
بھی مشاہدہ کرنے والے، دیکھنے والے، جاننے والے، وہم کرنے والے اور خیال دوڑانے  
والے کی طرح مخلوق و حادث ہے۔ ع  
سما سکتا نہ منہ میں ہو، میں اس لقمہ کا طالب ہوں ﷻ

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجتہد الف ثانی، مبداء و معاد: ص ۴۴

۲۔ البیّن: ص ۴۵، ۴۶

۳۔ ایضاً: ص ۴۷



۹

اسی طرح وجودِ جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کا عین ہے وہ بسیط حقیقی ہے اور نقطہ کی طرح تجزیہ و تقسیم اس میں ہرگز جاری نہیں ہو سکتی لیکن بے شمار اشیاء کے ساتھ تعلق رکھنے کے باعث منبسط اور سطح نظر آتا ہے یہ

۱۰

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اس کی ہستی بذاتِ خود قائم ہے اور جس طرح سے وہ اب ہے ہمیشہ سے اسی طرح ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔ عدم سابق اور عدم لاحق کی اس ذات مقدس تک رسائی نہیں کیونکہ وجوبِ وجود اس کی بارگاہِ عالی کا ادنیٰ خادم ہے اور سلبِ عدم اس کی مقدس بارگاہ کا کمترین خاکروب۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے جسے عالم کہتے ہیں خواہ وہ عناصر و افلاک ہوں، خواہ عقولِ نفوس اور خواہ بساط و مرکبات، تمام خداوند تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوئے ہیں اور عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ قدم ذاتی اور زمانی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہے اور اس کے ماسوا کے لیے حدِ ذاتی و زمانی ثابت ہے یہ

۱۱

اللہ تعالیٰ کی ذات پر شیون کی زیادتی محض اعتباری ہے اور اس کی ذات پر صفات کی زیادتی، وجود خارجی کے ذریعے ہے اس لیے کہ صفات خارج میں ذات پر وجود نائد کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے اور شیون و صفات میں فرق بہت ہی دقیق ہے۔ اُمتِ محمدیہ کے صرف کامل ترین افراد، اس فرق سے باخبر ہیں اس

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، معارف لدنیہ، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء ص ۱۷

۲۔ مکتوبات امامہ ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۵۷

گروہ میں سے اکثر نے اس فرق کو نہ سمجھنے کے باعث شیون کو عین صفات سمجھا ہے۔ اور خارج میں صفات کے وجود سے منکر ہو گئے ہیں حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ یہ بات اجماع اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس فقیر نے مذکورہ فرق کو اپنے بعض مسودات میں تفصیل کے ساتھ لکھا۔ نیز نظیروں اور مثالوں کے ساتھ روشن و ابین کر دیا ہے۔ قصہ مختصر کہ شیون دائرہ اصل میں داخل ہیں کسی ظلیت کو ان کی جانب راہ نہیں ملے

۱۲

حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور اس کے سوا کسی کے لیے قدم اور ازلیت ثابت نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس عقیدے پر اجماع ہے اور جو کوئی حق تعالیٰ کے سوا کسی کے قدیم اور ازلی ہونے کا قائل ہو وہ کافر ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی اسی وجہ سے تکفیر کی تھی کہ وہ عقول و نفوس کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ نیز صورت اور ہیولی کے قدیم ہونے کا گمان رکھتے ہیں اور آسمانوں کو بھی ان اشیاء سمیت جو ان میں ہیں، وہ قدیم سمجھتے ہیں۔

۱۳

اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں ہے جو ہر اور عرض نہیں ہے۔ محدود اور متناہی نہیں ہے طویل اور عریض نہیں ہے، دراز اور کوتاہ نہیں ہے، فراخ اور تنگ نہیں ہے، وہ فراخی والا ہے لیکن ایسی وسعت کے ساتھ نہیں جو ہمارے فہم میں آ سکے وہ محیط ہے لیکن اس کا احاطہ ایسا نہیں ہے جس کا ادراک کیا جاسکے۔ وہ قریب ہے لیکن ایسے قریب کیسا

۱۔ شیخ احمد سرسبزی، مہذبات، ۱: مکاشفات عینیہ مجددیہ، ص ۲۹  
۲۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب ۵،

15

10

ۛ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی : مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۛۛ

۹ " " " " مکتوب ۶۶



لیکن سخی نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ شریعت میں وارد نہیں ہوا ہے یہ

۱۶

اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں نہ وجود میں اور نہ الوہیت میں اور نہ استحقاق عبادت میں۔ کیونکہ شریک کی ضرورت اس وقت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کافی اور مستقل نہ ہو اور یہ نقص کی علامت ہے جو وجوب اور الوہیت کے منافی ہے اور جب وہ کافی اور مستقل ہے تو شریک بے کار ٹھہرے گا اور یہ بھی نقص کی علامت ہے جو الوہیت اور وجوب کے منافی ہے یہ۔

۱۷

صفات امکان و حدوث جو سراسر نقص و شرارت ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی جناب قدس سے دُور رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ جزئیات و کلیات کا جاننے والا ہے اور اسرار و خفیات سب اس پر روشن ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں کوئی حقیر سے حقیر ذرہ بھی ایسا نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو یہ۔

۱۸

اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے وجود میں آئی ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے انھوں نے عدم سے وجود کے میدان میں قدم رکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وہ عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ قدیم وازی ہے اور باقی تمام چیزیں حادث اور نو پید۔ جو قدیم وازی ہے۔

۱۷	شیخ احمد سرسبز	مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷
۱۸	"	دفتر سوم، مکتوب ۱۷
۱۹	"	دفتر سوم، مکتوب ۱۷

باقی اور ابدی بھی ہے اور جو حادث و ناپید ہے۔ وہ فانی اور زوال کے میدان میں ہے۔

۱۹

نقص کی صفات اللہ تعالیٰ کی جناب سے مسلوب ہیں اللہ تعالیٰ جو اسہر و اجسام و اعراض کے لوازمات و صفات سے پاک ہے، زمان و مکان و جہت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں۔ بڑا بے خبر ہے وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر بتاتا ہے اور اس کے لیے فوق کی جہت تجویز کرتا ہے۔ عرش اور اس کے ساتھ تمام چیزیں حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق، حادث اور مخلوق کی کیا مجال کہ وہ خالق قدیم کا مکاں قرار پائے یا اس کی قرار گاہ بنے۔

۲۰

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کوئی بھی ایسا نہیں جو الوہیت و معبودیت کا استحقاق رکھتا ہو مگر خداوند تعالیٰ جو بے مثل، واجب الوجود اور حدوث و نقص سے پاک اور برتری ہے عبادت کی مستحق وہی ذات ہو سکتی ہے جس کو تمام کمالات حاصل ہوں کیونکہ عبادت کمال تذلّل اور خضوع و انکساری کا نام ہے اور خدا کے سوا تمام چیزیں اپنے وجود اور اس کے توابعات میں خدا کی ہی محتاج ہیں جبکہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور حقیقی نافع و ضار وہی ہے اور کوئی چیز بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ ایسی صفات کاملہ والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم مکتوب ۶۷

۲۔ " " " " " "

۳۔ " " " " دفتر سوم، مکتوب ۲

جانتا چاہیے کہ بہشت اور بہشت کے علاوہ باقی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کے لحاظ سے سب برابر ہیں کہ سب اس کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان میں سے کسی میں بھی حلول و تمکن نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بعض چیزوں میں خداوند تعالیٰ کے ظہورِ انوار کی قابلیت ہے اور بعض میں نہیں مثلاً آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے جبکہ پتھر اور اینٹ یہ قابلیت ہے۔ پس جو فرق ہے وہ اس جانب سے ہے درنہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب کی برابر نسبت ہے یہ

جانتا چاہیے کہ ممکنات کیا جواہر، کیا اعراض اور کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر، سب کے سب اس قادر و مختار کی محتاج کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے اور جس طرح یہ سب چیزیں اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی محتاج ہیں اسی طرح بقا میں بھی اسی کی محتاج ہیں اور اس نے اسباب و وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ نہیں بنایا بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لیے دلائل بنایا ہے اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ وہ دانش مند جن کی چشم بصیرت انبیائے کرام کی متابعت کے سمر سے سرگیں اور روشن ہوئی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اسباب و وسائل جو اپنے وجود اور بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں حقیقت میں جاد محض ہیں۔ دریں حالات وہ کس طرح دوسرے پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور کس طرح ان میں اختراع و احداث پیدا کر سکتے ہیں جبکہ وہ بھی انھیں کی طرح جاد و محض ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۷



ہو سکتا کہ ان کے سوا کوئی اور قادر ہے جو ان کو ایجاد کرتا اور ہر ایک کو اس کے لائق کمالات عطا فرماتا ہے۔ پس جس طرح عقل مند آدمی کسی جادو محض کے فعل کو دیکھ کر اس کے فاعل اور محرک کا سراغ لگاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ فعل اس جادو کے مناسب حال نہیں ہے بلکہ فاعل اس کے سوا کوئی اور ہے جس نے یہ فعل اس کے اندر ایجاد کیا ہے۔  
 ”فعل عقل مندوں کے نزدیک فاعل حقیقی کے فعل کا چھپانے والا نہ ہوا، بلکہ بہریت کی طرف دیکھنے کے لحاظ سے اس کا فاعل حقیقی کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔  
 پس یہاں بھی اسی طرح ہے ہاں اس بے وقوف کی نظر میں جادو کا فعل فاعل حقیقی کے فعل کا چھپانے والا ہو سکتا ہے۔ جس نے اپنی کمال نادانی اور بے وقوفی کے باعث جادو محض کو اس فعل کے سبب صاحب قدرت سمجھا ہے اور فاعل حقیقی کی طرف سے کافروں کو ہو گیا ہے یہ

(۲۲)

باقی رہی اسباب کی تاثیر تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات ان میں تاثیر پیدا نہ کرے اور کوئی اثر ان پر مرتب نہ ہو جیسا کہ ہم اسباب میں روزمرہ اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کبھی ان اسباب پر مسبب کے وجود مترتب ہوتے ہیں اور کبھی کوئی اثر ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسباب کی تاثیر کا مطلق انکار کرنا مکابرہ اور بھٹ دھرمی ہے تاثیر کو ماننا چاہیے اور اسی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کی ایجاد سے جانتا چاہیے فقیر کی رائے اس مسئلہ میں یہی ہے

واللہ سبحانہ اعلم

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۲۶۶، دفتر اول  
 ۲۔ ایضاً۔

٢٢

٢٥

44

۵۲ " " " مکتوب " ، فردوم

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق کہنا تو بالکل درست ہے لیکن گندگیوں اور خنزیریوں کا خالق نہیں کہنا چاہیے کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے ۱۵

۲۷

معتزلہ جو اپنے اندر بُت پرستی کا اثر رکھتے ہیں وہ افعال کا خالق بندے کو جانتے ہیں اسی لیے اچھے بُرے فعل کی نسبت اسی کی جانب کرتے ہیں۔ شریعت اور عقل دونوں ان کی تکذیب کرتے ہیں ماں و علماءِ حق نے بندے کی قدرت کو اس کے فعل میں دخل انداز جانا ہے اور بندہ کے لیے کسب کا اثبات کیا ہے اس لیے کہ ریشہ والے کی حرکت اور اختیار والے کی حرکت میں واضح فرق ہے۔ ریشہ والے کی حرکت میں بندے کی قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہیں ہے جبکہ اختیاری حرکت میں دخل ہے اور یہ دخل کا اتنا فرق ہی مواخذے کا باعث ہوتا اور عذاب و ثواب کا اثبات کرتا ہے کہتے ہی لوگ بندے کی قدرت اور اختیاری میں شک رکھتے ہیں اور اسی لیے بندوں کو مجبور اور عاجز جانتے ہیں ایسے لوگوں نے علماء کی مراد کو نہیں سمجھا ہے۔

۲۸

بندے میں اختیار و قدرت ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے یہ بات تو اصولِ بندگی سے دُور ہے بلکہ اختیار کا مطلب تو یہ ہے کہ جس چیز کا بندے کو مکلف ٹھہرایا گیا ہے اسے کرنے کی طاقت بھی دی ہے مثلاً بندہ پنج وقتہ نماز پڑھ سکتا ہے چالیسواں حصہ مال سے زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے۔ سال میں ایک ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے اور اپنی عمر میں سواری اور خرچ ہوتے ہوئے حج کر سکتا ہے۔

۱۵ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم مکتوب ۶۷

۱۶



علیٰ ہذا القیاس شریعت کے باقی احکام بھی ہیں ان میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بندے کے ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے کمال مہربانی سے سہولت اور آسانی کی رعایت رکھی ہے۔

۲۹

وہ جو علماء نے کہا ہے کہ لَا یَجُوزُ عَلَیْہِ تَعَالٰی زَمَانٌ یعنی اللہ تعالیٰ پر زمانے کے احکام جاری نہیں ہوتے اس کی صورت یہی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے ازل سے ابد تک ایک آن واحد ہے، جو حاضر ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ماضی اور مستقبل کا کوئی وجود نہیں ہے، لیکن چونکہ اسی ایک آن میں متعدد امور کا ظہور ہوتا ہے اور لوحِ ہستی پر مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لہذا اس تعلق کی وجہ سے وہی ایک آن متعدد آنوں اور متعدد زمانوں کی صورت میں نظر آتی ہے۔

۳۰

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے، پہاڑوں اور سمندروں کا خالق ہے درختوں اور پھلوں کا خالق ہے۔ کانوں اور نباتات کا خالق ہے جس طرح اس نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ اسی طرح زمین کو انسانوں سے مزین فرمایا ہے۔ اگر بسط ہے تو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوا ہے اور اگر مرکب ہے تو اسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے مختصر یہ کہ تمام اشیاء کو وہی مدد سے وجود میں لایا ہے اور حادث بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی قدیم نہیں ہے اور نہ قدیم ہو سکتی ہے۔ تمام اہل مذہب اللہ تعالیٰ کے

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجلہ الف ثانی، مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۶۷  
۲۔ معارف لدنیہ، مطبوعہ کراچی ص ۱۷

سوا ہر چیز کے حدوث پر اجماع رکھتے ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قدیم نہیں ہے اور جو خدا کے سوا کسی اود کے قدیم ہونے کا قائل ہو اسے گمراہ اور کافر کہتے ہیں امام حجتہ الاسلام غزالی نے اپنے رسالہ منقذ من الضلال میں اس معنی کی تصریح کی ہے اور ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بھی قدیم جانتے ہیں اور وہ لوگ جو آسمانوں ستاروں اور ان جیسی دوسری چیزوں کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ قرآن مجید ان کی تردید کرتا ہے

۲۰

جس طرح بندے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ بندوں کے افعال بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں پیدا کرنے کا اس کے سوا کسی میں یا را نہیں کیونکہ ممکن سے ممکن کی ایجاد نہیں ہو سکتی ممکن فقور قدرت اور نقص علم سے داغدار ہے لہذا ایجاد اور خلق کے لائق نہیں ہے

۲۱

بندہ جو اپنے اختیاری افعال میں دخل رکھتا ہے وہ بندے کا کسب ہے جو اس کی قدرت اور ارادے سے واقع ہوتا ہے فعل کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور کسب فعل بندے کی جانب سے ہے پس بندے کا اختیاری فعل بندے کے کسب اور اللہ تعالیٰ کی خلق کے مجموعے سے واقع ہوتا ہے اور اگر بندے کے کسب اور اختیار کو فعل میں بالکل دخل نہ ہو تو ریشہ کا حکم پیدا ہوگا اور یہ بالکل خلاف محسوس و مشاہدہ ہے۔ ہم بدھی طور پر جانتے ہیں کہ ریشہ والے کا فعل اور ہے اور اختیار والے کا فعل اور ہوتا ہے اور یہی فرق اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ فعل میں بندے کے کسب کا دخل ہے۔

۱۰ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۷

۱۱ ایضاً

اور خداوند تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے اپنی خلق کو بندہ کے فعل میں قصد بندہ کے تابع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ بندے کے قصد کے بعد بندے میں فعل ایجاد فرماتا ہے جس کے باعث بندہ ممدوح یا مملوم ٹھہرتا ہے اور اسی پر اسے عذاب یا ثواب ملتا ہے یہ

(۲۳)

اللہ تعالیٰ نے جو قصد و اختیار بندے کو دے رکھا ہے وہ فعل اور ترک فعل دونوں کے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانی فعل کا حسن و قبح تفصیلی طور پر بیان کر دیا ہے اس کے باوجود جب بندہ ایک جہت کو اختیار کرتا ہے تو اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اس کی ملامت کی جائے یا اسے ممدوح ٹھہرایا جائے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو وہ قدرت اختیار دیا ہے کہ شرعی اوامر و نواہی سے عہدہ برآ ہو سکے اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ پوری قدرت اور پورا اختیار دیا جاتا بلکہ اتنا دے دیا ہے جتنا چاہیے تھا اور اس کا منکر ہدایت کا معارضہ کرتا ہے۔ بیمار دل والا ہے اور شریعت کی تکمیل میں عاجز ہے۔ . . . . . مسئلہ علم کلام کے دقیق مسائل میں سے ہے اس مسئلہ کی انتہائی شرح و بیان یہی ہے جو ان اوراق میں مندرج ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے جو کچھ علمائے اہل حق نے فرمایا ہے وہ پورا کرنا چاہیے اور مقابلہ اور جنگ میں پڑنا نہیں چاہیے یہ

(۲۴)

وہ بے وقوف بلکہ نص قرآنی کا	سفید باشد بلکہ منکر نص قرآنی
منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بعض	بود کہ بقدم بعض ماسوی لب

۱۷ شیخ احمد سرمدی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب ۱۷  
۱۸ المینا



کشايد و بقدم افلاک و کواکب حکم  
 کند و بساط عناصر را قدیم داند و  
 عقول و نفوس را زلی و قدیم  
 داند و تصور نماید، اجماع الملّت  
 بر حدوث ماسوائے حق جل و  
 علا منعقد گشته است و باتفاق  
 حکم بوجود ماسوی بعد از عدم  
 سابق منودہ اند چنانچہ امام  
 حجة الاسلام در رسالہ المنقذ  
 من الضلال تصریح باین معنی  
 نمودند است و جماعہ کہ بقدم  
 بعضے از اجزائے عالم قائل  
 گشتہ اند ازین را تکفیر آنها  
 فرمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پس  
 حکم بقدمے شے از اشیاء  
 ممکنہ خروج از ملّت است  
 و دخول در فلسفہ و چنانچہ ماسوائے  
 حق را جل سلطانہ، عدم سابق  
 کائن است عدم لاحق نیز و انگیز  
 اوست ۱۵

چیزوں کو قدیم بنانے میں لب کشائی  
 کرتا ہے اور افلاک و کواکب کے  
 قدیم ہونے کا حکم لگائے اور بسیط  
 عناصر کو قدیم جانے اور عقول و نفوس  
 کو قدیم اور ازلی تصور کرے۔  
 ماسوائے حق جل و علا کے حادث  
 ہونے پر ملت اسلامیہ کا اجماع منعقد  
 ہو چکا ہے اور سب نے اتفاق رائے  
 سے عدم سابق کے بعد ماسوی کے وجود  
 میں آنے کا حکم لگایا ہے۔ چنانچہ  
 حجة الاسلام، امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ نے اپنے رسالہ ”المنقذ من الضلال“  
 میں اس معنی کی تصریح فرمائی ہے اور  
 وہ جماعت جو اجزائے عالم میں سے بعض  
 کے قدیم ہونے کے قائل ہیں ان کی تکفیر  
 فرمائی ہے پس اشیائے ممکنہ میں سے کسی  
 چیز کے قدیم ہونے کا حکم لگانا ملّت  
 اسلامیہ سے خارج ہو کر فلاسفہ میں  
 داخل ہونا ہے کیونکہ حق جل سلطانہ کے  
 ماسوی کا جہاں عدم سابق ثابت ہے

۱۵ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب ۵۷

40

44

۲۸ ص

٢٤

12

19

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



قسم دوم: صفات حقیقہ میں لیکن یہ اپنے اندر اضافت کا بھی ایک رنگ رکھتی ہیں جیسے علم قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔  
قسم سوم: بصر اور کلام اور حقیقت محض ہے جیسے حیات، اس صفت میں اضافت کا کوئی امتزاج نہیں ہے۔ اور اضافت سے ہماری مراد دنیا کے ساتھ تعلق ہے صفات کی یہ تیسری قسم باقی اقسام سے اعلیٰ اور تمام اقسام سے اس کی جامع اور امہات صفت ہے۔ صفت علم اپنی جامعیت کے باوجود صفت حیات کے تابع ہے اور صفات و شیونات کا دائرہ حیات پر ختم ہوتا ہے اور مطلوب کے حاصل کرنے کا دروازہ بھی یہی ہے جبکہ صفت حیات کا درجہ صفت علم سے اونچا ہے تو لامحالہ اس مقام تک رسائی بھی مراتب علم کو طے کر لینے کے بعد ہوگی خواہ وہ علم ظاہر ہو یا علم باطن، خواہ علم شریعت ہو یا علم طریقت، اور اس دروازے میں داخل ہونے والے خوش نصیب بہت ہی کم ہیں اور جو گلیوں میں کھڑے ہو کر مکان کے اندر مہانک لیتے ہیں۔ وہ بھی کم ہیں۔ اگر میں اس مقام کے اسرار میں سے کوئی ایک بھید بھی ظاہر کر دوں تو لوگ میرا گلہ کاٹ ڈالیں گے یہ

(۲۰)

حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین ان آٹھ صفات کو صفات حقیقہ کہتے ہیں کیونکہ وہ قدیم ہیں اور خارج ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود میں جیسا کہ علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیم نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور مخالفین اہل سنت میں سے کوئی فرقہ بھی صفات زائدہ کے وجود کا قائل نہیں ہے یہاں تک کہ خود اس فرقہ ناجیہ میں سے بعض متاخرین صوفیاء بھی صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور مخالفین حق کے ہم نوا بن گئے ہیں وہ اگرچہ نفی صفات سے پرہیز کرتے ہیں لیکن ان کے اصول اور

۱۷ شیخ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، مبداء و معاد ص ۸۷

ان کی بعض عبارتوں کے متبادر معنی سے صفات کی نفی لازم آتی ہے جبکہ مخالفوں نے صفاتِ کاملہ کے انکار کو اپنا کمال سمجھا ہوا ہے اور اپنی عقل کے پیچھے لگ کر نصوصِ قرآنیہ سے دُور چلے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں سیدھے راستے کی جانب ہدایت فرمائے۔

(۴۱)

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نفس وجود اور تمام کمالات میں جو کہ وجود کے توابع ہیں مثلاً حیات، علم، قدرت، بصر، ارادہ، سمع، کلام اور تکوین میں بذاتِ اقدس خود کافی ہے۔ اور ان کمالات کے حصوں میں وہ صفاتِ زائدہ کا محتاج نہیں ہے اگرچہ صفاتِ کاملہ زائد بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں پس اللہ تعالیٰ جس طرح خود اپنی ذات سے موجود ہے نہ کہ اپنے وجود سے۔ اسی طرح وہ اپنی ذات سے زندہ ہے نہ کہ صفتِ حیات سے اور اپنی ذات سے جاننے والا ہے نہ کہ صفتِ علم سے اور اپنی ذات سے دیکھنے والا ہے نہ کہ صفتِ بصر سے اور اپنی ذات سے سننے والا ہے نہ کہ صفتِ سمع سے اور اپنی ذات سے قادر ہے نہ کہ صفتِ قدرت سے اور اپنی ذات سے ارادہ کرنے والا ہے نہ کہ صفتِ ارادہ سے اور اپنی ذات سے متکلم ہے نہ کہ صفتِ کلام سے اور اپنی ذات سے کائنات کا موجد ہے نہ کہ صفتِ تکوین سے۔

(۴۲)

اگرچہ عالم کا وجود تکوین اور باقی صفات کے واسطہ سے ہے چنانچہ اس معنی کی تحقیق عنقریب آئے گی تکوین قدرت کے سوا اور چیز ہے قدرت میں فعل اور ترک فعل دونوں برابر ہیں اور تکوین میں فعل کی جانب متعین ہے نیز یہ فرق بھی ہے کہ قدرت ارادہ کے

۱۔ شیخ احمد سریندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۷

مکتوب ۲۶

مقدم ہوتی ہے اور تکوین ارادے کے بعد ہے تکوین بظاہر بندوں کی استطاعت کے مشابہ ہے اسی لیے علمائے اہل حق نے اس کو بندے کے فعل سے متصل رکھا ہے اور اسے قدرت و ارادے کی صفت کے علاوہ سمجھا ہے کیونکہ قدرت طرفین یعنی فعل اور ترکِ فعل کو برقرار رکھتی ہے جبکہ ارادہ ایک طرف کو ترجیح دینے والا ہے اور ترجیح و ارادہ کے بغیر ایجاد کا فعل تکوین سے ہے اگر قدرت کا اثبات نہ کیا جائے جو طرفین کی مصحح ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر تکوین کا اثبات نہ کیا جائے تو ایجاد بے سہارا رہ جاتی ہے کیونکہ قدرت ایجاد کی مصحح ہے اور تکوین ایجاد سے ملحق ہے پس تکوین کا اثبات کیے بغیر چارہ نہیں ہے اور علمائے ماترید یہ کو اس کی جانب رہنمائی حاصل ہوئی ہے جبکہ اشاعرہ نے اس کی نسبت اور تعلق کو بہت سی چیزوں کے ساتھ ہونے کے باعث اسے صفاتِ اضافیہ سے شمار کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی حق دکھانے والا اور سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کرنے والا ہے۔

(۷۳)

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بالکل یگانہ ہے اس کی ذات و صفات مخلوق کی ذات و صفات سے بالکل مختلف ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کی مناسبت نہیں ہے پس حق سبحانہ تعالیٰ مثل یعنی مماثل موافق سے اور نہ یعنی مماثل مخالف سے معبود ہونے، مانع ہونے اور واجب الوجود ہونے میں شریک نہیں رکھتا۔

(۷۴)

آیہ کریمہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ میں حق سبحانہ تعالیٰ نے

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجلۃ الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲۶

۲۔ معارفِ لدنیہ : ص ۲۷



بلغ انداز میں اپنی ذات سے مماثلت کی نفی فرمادی ہے چونکہ اس آیت میں اپنی مثل کی نفی فرمائی گئی ہے حالانکہ مقصود تو صرف اپنی مثل کی نفی کرنا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ جب اس کی مثل کا مثل بھی نہیں ہو سکتا تو خود اس کی مثل بطریق اولیٰ ناممکن ہے لہذا کنایہ کے طور پر اصل مثل کی نفی ہو گئی کیونکہ صریح کے مقابلے میں کنایہ بلوغ ترین انداز بیان ہے، جیسا کہ ماہرین بیان و ادب کے نزدیک ثابت ہے۔

اس کے متصل ہی وهو السميع البصير فرمانے سے صفاتی مماثلت کی نفی فرما دینا مقصود ہے، جیسا کہ اس سے پہلے مماثلت ذات کی نفی فرمائی گئی ہے، اس کی توضیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی حقیقت میں سمیع و بصیر ہے کسی دوسرے کو سمع و بصر حاصل نہیں ہے۔ یہی مال باقی صفات یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ کا ہے کیونکہ مخلوقات میں صفات کی صورت تو پائی جاتی ہے لیکن ان کی حقیقت نہیں پائی جاتی۔ مثال کے طور پر علم ایک صفت ہے جس کے باعث انکشاف ہوتا ہے اور قدرت بھی ایک صفت ہے جس کے ذریعے افعال اور آثار صادر ہوتے ہیں لیکن مخلوقات میں ان صفات کا وجود نہیں پایا جاتا بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی کمال قدرت سے مخلوق میں انکشاف کو پیدا کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ انکشاف کا اصل سرچشمہ جو صفت علم ہے وہ ان کے اندر موجود ہو، اسی طرح افعال کو بھی وہی ان کے اندر سننے اور دیکھنے کو پیدا کرتا ہے بغیر اس کے کہ خود ان کے اندر سننے اور دیکھنے کی قوت موجود ہو۔ اسی طرح جس اور حرکت ارادی وغیرہ قسم کے آثار حیات بھی ان میں ظاہر ہو جاتے ہیں بغیر اس کے کہ خود وہ حیات رکھتے ہوں۔ وہی مخلوقات میں کلام پیدا کرتا ہے بغیر اس کے کہ قوت تکلم پیدا کرے مختصر یہ کہ صفات کے آثار جو حق سبحانہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی وجہ سے ان میں ظاہر ہو گئے ہیں محض ان آثار کے پائے جانے کی وجہ سے ان پر ان صفات کا (مجازی طور پر) اطلاق کر دیا جاتا ہے بغیر اس کے کہ ان کی صفات کی حقیقت ان کے اندر متحقق ہو حقیقت میں

وہ چند بے حس و حرکت جمادات کے سوا اور کچھ بھی نہیں آیہ مبارکہ اِنَّكَ مَيِّتٌ ذٰلِ اَنۡفُسُہٗ  
مَيِّتُوْنَ اسی بات کی تصدیق کر رہی ہے۔

یہ بحث ایک مثال سے بالکل واضح ہو جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ شعبہ باز لکڑی کا  
کوئی ماڈل یا کاغذ پر کوئی تصویر بناتا ہے وہ خود پس پردہ بیٹھ کر اس صورت کو حرکت  
میں لاتا ہے اور عجیب و غریب حرکات اس سے ظاہر کرتا ہے یا وہ لوح لوگ تو یہی سمجھیں  
گے کہ وہ تصویر اپنی قدرت و اختیار سے حرکتیں کر رہی ہے۔ چنانچہ بظاہر حرکات کا اسی سے  
صدور اس بات کا وہ ہم پیدا کر دیتا ہے کہ تصویر کو قدرت اور ارادے کی صفات حاصل ہیں  
حالانکہ حقیقت میں نہ اسے قدرت حاصل ہے اور نہ وہ ارادے کی صفت سے متصف ہے۔  
اسی طرح یہ وہم بھی ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی بھی رکھتی ہے کیونکہ اس میں زندگی کے آثار جو  
نظر آتے ہیں اسی طرح یہ وہم بھی ہو جاتا ہے کہ وہ علم بھی رکھتی ہے کیونکہ ارادہ تو علم ہی کے  
تابع ہے اور اگر بالفرض وہ شعبہ ہاں اس میں کلام بھی ایجاد کر دے تو کہیں گے کہ وہ  
کلام بھی رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کا حال سامری کے پچھڑے جیسا ہوگا جس نے  
صفت تکلم سے متصف ہونے کے بغیر آواز نکالی تھی لیکن جن حضرات کی چشم بصیرت وہابی کے  
پردے کو چاک کر چکی ہوتی ہے وہ بخوبی دیکھتے اور جانتے ہیں کہ یہ تصویر محض ایک بے جان چیز ہے  
ان میں سے کوئی ایک صفت بھی اس میں نہیں اس حقیقت کے باوجود ان افعال و حرکات کو تصویر  
کی جانب ہی منسوب کیا جاتا ہے اور بنانے والے کی طرف کوئی منسوب نہیں کرتا (یعنی  
عام بول چال میں) مثلاً یہی کہتے ہیں کہ تصویر حرکت کر رہی ہے اور یوں نہیں کہتے کہ بنانے  
والا حرکت کر رہا ہے کیونکہ بنانے والا تو حرکات و افعال کا پیدا کرنے والا ہے۔

اس کے بعد یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ لذت حاصل کرتا اور الم  
محسوس کرتا ہے جیسا کہ بعض صوفیاء نے کہا ہے اور لذت و الم کی ذات باری تعالیٰ سبحانہ  
کی جانب نسبت ہے، حاشا وکلا۔ اللہ تعالیٰ تو لذت و الم کا خالق ہے۔ متلذذ و متالم ہرگز نہیں ہے۔

جب مخلوق سے صفات کی حقیقت منتهی ہو گئی تو ذات کی حقیقت بھی ان سے منتهی ہو گئی کیونکہ ذات تو اسی کو کہتے ہیں جو خود بخود قائم ہوا اور صفات اسی ذات کے ساتھ قائم ہوں۔ ذات ہی ان صفات کے آثار کا سرچشمہ ہوا کرتی ہے جبکہ مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بغیر توسط صفات و ذات کے ان صفات کے آثار کا اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی خالق ہے۔ پس مخلوق کی ذات نہ ہوئی مگر ان آثار کے ایجاد کا محل۔ پس ذاتِ مخلوق کی حقیقت اس سے منتهی ہو گئی **إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ** میں اسی جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی ذات و صفات کی (حقیقت پر نہیں بلکہ) صورت پر پیدا فرمایا ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کا مثل ہے اور نہ اس کی صفات کا پس ارشاد باری تعالیٰ **وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** تنزیہ کا پورا کرنے والا اور نفی مماثلت کی تکمیل کرنے والا ہے یہ تنزیہ کے منافی یا تشبیہ کو ثابت کرنے والا نہیں ہے یعنی یہ معنی نہیں ہے کہ جو سمع و بصر مخلوق کے لیے ثابت ہیں اسی طرح کی اللہ تعالیٰ سبحانہ تعالیٰ کی سمع و بصر ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کو نہ سمع کی قوت حاصل ہے اور نہ بصری بلکہ ان کا سنا اور دیکھنا صرف اس وجہ سے ہے کہ حق تعالیٰ مخلوق کی صفات سمع و بصر کے بغیر ان چیزوں کو مخلوق میں پیدا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف سمع و بصر ہی کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ تمام صفات کی صورت یہی ہے۔ صرف ان دو کا ذکر فرماتے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کی نفی کر دینے سے کیونکہ یہ دونوں صفات بہت ظاہر اور مخلوق میں ان کا ثبوت واضح طور پر نظر آتا ہے۔ باقی صفات کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانا جاسکتا ہے اور نہ اس کی صفات کو۔ آدمی جس طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت میں عاجز ہے اسی طرح اس کی صفات کی معرفت میں



70

74

۲۲۵۲۲۵ " " " " ۲۲

میں ایک مثال بیان کرتا ہوں جو جلدی سے سمجھ میں آجائے والی ہے کہ جو پتھر خود اپنے طبعی تقاضے سے اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے ان کی ذات ہی علم، قدرت اور ارادہ کا کام کر لیتی ہے بغیر اس کے کہ اس میں علم، قدرت اور ارادہ کی صفات پائی جائیں۔ یہی علم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نیچے کی جانب کو ترجیح دے اور حرکت مقتضائے قدرت ہے۔ پس پتھر کی اپنی طبیعت خود ان تینوں صفات کا کام بغیر ان صفات کا لحاظ کیے ہوئے کر لیتی ہے۔

لہذا واجب تعالیٰ میں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی اس کی ذات بھی تمام صفات کا کام کرتی ہے اور ان امور کے مترتب ہونے میں وہ صفات کا محتاج نہیں ہے لیکن انکشاف تاثیر اور تخصیص مثلاً علم، قدرت اور ارادہ کی صفت پر مترتب ہوتے ہیں وہ دانا ہے علم کے ساتھ، نہ کہ ذات کے ساتھ وہ مؤثر ہے قدرت کے ساتھ اور مخصص ہے ارادہ کے ساتھ اگر بات تو یہ ہے کہ جو کچھ ان صفات کے ذریعے کرنا چاہیے ذات حق جل شانہ ہی اس میں کافی ہے لیکن یہ معانی صفات پر ہی مترتب ہیں۔ ذات کو ان معانی کے پائے جانے کے بغیر عالم، قادر اور صاحب ارادہ نہیں کہہ سکتے۔

مثال کے طور پر اسی پتھر میں اگر علم، قدرت اور ارادہ کی صفات ایجاد کر دیں تو اس پتھر کو صاحب علم، صاحب قدرت اور صاحب ارادہ کہہ سکتے ہیں لیکن ان زائد معانی کے وجود کے بغیر وہ ان صفات کے بغیر متصف نہیں ہوتا اگرچہ وہ خود ہی ان صفات کا کام کر لیتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس میں ان معانی کا وجود اس کے کمال کا باعث ہے نہ ہا واجب تعالیٰ میں بھی اگرچہ ذات عز سلطانہ ہی ان تمام اشیاء میں جو صفات پر مترتب ہوتی ہیں کافی ہے لیکن خود ان معانی کا ملکہ کے ثبوت میں صفات درکار ہیں اور ذات حق عز شانہ ان معانی کے پائے جانے سے صفات کمال کے ساتھ متصف ہو جاتی ہے۔

۱۰ شیخ احمد سرمدی، مجد الف ثانی، معارف لدنیہ ص ۲۵ تا ۲۷

٧٤

72

79

۵۲ " " " " ۱۷ م



تو خبر پیدا ہو جاتی ہے ۔

اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ گزشتہ اور آئندہ زمانہ کے متعلق خبر دینا بہت سے لوگوں کو اشکال میں ڈال دیتا ہے اور انہیں دلالت کرنے والی چیز کا تقدم و تاخر کی طرف لے جاتا ہے لیکن یہ کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ ماضی اور مستقبل دلالت کرنے والی چیزوں کی مخصوص صفات ہیں جو اس آن (ازل تا ابد) کے انبساط کے لحاظ سے پیدا ہو گئی ہیں لیکن مدلول کے مرتبہ میں چونکہ وہ آن خود اپنی حالت پر ہے اور کسی قسم کا انبساط اس میں پیدا نہیں ہوا لہذا اس مرتبہ میں گزشتہ اور آئندہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ علمائے معقول (منطق اور فلسفہ) نے کہا ہے کہ ایک ہی حقیقت کے لیے وجود خارجی کے اعتبار سے لوازمات علیحدہ ہوتے ہیں اور وجود ذہنی کے اعتبار سے جدا ہوتی ہیں جبکہ ایک ہی چیز میں جیسے وال اور مدلول میں وجود حقیقت ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ازل سے ابد تک ایک ہی آن ہے تو یہ تعبیر کی تنگ دامانی کے باعث ہے ورنہ وہاں تو حقیقت اس کی بھی گنجائش نہیں ہے زمانہ کے رنگ میں یہ آن بھی وہاں گراں ہے۔

(۵۰)

تکوین بھی واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی حقیقی صفات میں سے ایک مستقل صفت ہے۔ اشاعرہ تکوین کو صفات اضافیہ سے شمار کرتے ہیں اور وہ قدرت و ارادہ ہی کو ایجادِ عالم کے لیے کافی سمجھتے ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فعل و ترک یعنی کسی کام کا کرنا اور چھوڑ دینا یہ دونوں باتیں صحیح ہوں اور ارادہ کے معنی یہ ہیں کہ قدرت کی ان دونوں جہتوں یعنی فعل و ترک میں سے کسی ایک جہت کو

۱۵ شیخ احمد سرہندی ، مجدد الف ثانی ، مبداء و معاد ص ۶۸

مخصوص اور متعین کر دیا جائے لہذا اس طرح قدرت کا درجہ ارادہ کے درجے پر مقدم ہوتا ہے اور تکوین جسے ہم صفات حقیقیہ میں سے سمجھتے ہیں اس کا درجہ قدرت اور ارادہ دونوں کے بعد ہے اس صفت کا کام اس مخصوص جہت کو وجود میں لے آنا ہے۔ پس قدرت تو فعل کی جہت کو درست قرار دینے والی (مصحح فعل) صفت ہے اور ارادہ فعل کی جہت کو خاص کرنے والی (مختص فعل) صفت ہے اور تکوین اسے وجود میں لانے والی صفت ہے لہذا تکوین کی صفت کو مانے بغیر چارہ نہیں ہے اس کی وہی صفت ہے جو استطاعت مع الفضل کی ہوتی ہے جسے علماء اہل سنت نے بندوں میں ثابت کیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ استطاعت ثبوت قدرت کے بعد ہی ہو سکتی ہے بلکہ ارادہ کے تعلق کے بھی بعد ہوتی ہے اور وجود بخشی کا تحقق اسی استطاعت کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ وہ استطاعت ہی فعل کی جہت کو ضروری قرار دیتی ہے اور اس کے بالمقابل ترک کی جہت دلائل مفقود ہے۔

تکوین کی صفت کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ وجود بخشی اس کے ساتھ بطور ایجاب یعنی واجب اور ضروری قرار دینے کے ہوتی ہے لیکن یہ ایجاب واجب تعالیٰ کی ذات میں کوئی ضرر نہیں پہنچاتا کیونکہ اس کا ثبوت صفت قدرت اور صفت ارادہ کے متحقق ہو جانے کے بعد ہوتا ہے جبکہ قدرت کے معنی فعل اور ترک کو صحت بخشنے کے ہیں اور ارادہ کے معنی قدرت کی کسی ایک جہت کو خاص کر لینے کے ہیں۔

برخلاف اس کے حکمائے فلسفہ نے کہا ہے اور انھوں نے شرطیہ اولیٰ یعنی صحت فعل کو واجب الصدق تصور کر لیا ہے اور شرطیہ ثانیہ یعنی صحت ترک کو ممتنع الصدق قرار دے لیا ہے اور صفت ارادہ کی نفی کر دی ہے۔ یہ قول ایجاب کے بارے میں واضح ہے۔ تَعَالَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَنْ ذَٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

وہ ایجاب جو ارادہ کے تعلق اور دوزیر قدرت جہتوں میں سے ایک جہت کی

تخصیص کے بعد پیدا ہوتا ہے وہ اختیار کو مستلزم ہے بلکہ اختیار کی تاکید کرنے والا ہے اس کی نفی کرنے والا نہیں ہے اور صاحب فتوحات (علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا کشف بھی حکماء کی رائے کے موافق ہی واقع ہوا ہے وہ قدرت کے سلسلہ میں شرطیہ اولیٰ کو واجب الصدق سمجھتے ہیں اور ثانی کو ممتنع الصدق۔ یہ تو ایجاب کو تسلیم کر لینا ہوا اس کے نتیجہ میں ارادہ بالکل ہی بیکار ہو جاتا ہے کیونکہ دو برابر کی جہتوں سے ایک کو خاص کر لینا یہاں پایا ہی نہیں جاتا۔ اور اگر صفت تکوین میں اس مضمون یا ایجاب کا اثبات کریں تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ وہ اس ایجاب کے شائبہ سے مبرا اور پاک ہے۔

یہ فرق بہت دقیق ہے جس کو اس سے پہلے بیان کرنے کی کم ہی سبقت کی ہے۔ علمائے ماترید یہ نے بھی اگرچہ اس صفت (یعنی تکوین) کا اثبات فرمایا ہے لیکن وہ بھی حدتِ نظر کے اس مقام تک نہیں گئے۔ علمائے ماترید یہ کو اتباعِ سنتِ نبیہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و انتیجۃ نے ہی تمام متکلمین میں اس معرفت کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے اور یہ حقیر بھی ان اکابر ہی کے خوشہ چنیوں سے ہے بِشْتَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُعْتَقِدَاتِهِمُ الْحَقَّةُ بِحُزْمَةٍ سَيِّدِ الْمُرْسِدِينَ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ أَتَاهَا ذَاكُمَا هَا لِيَه

## رویت باری تعالیٰ

(۵۱)

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : آخرت میں ایمان والے اللہ تعالیٰ کو جنت

۱۔ شیخ احمد مرندی، مجد الف ثانی، مبداء و معاد : ص ۷۵، ۷۶

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



آخرت در بہشت خواہند دید ،  
بے حسرت و بے کیف و بے شہ  
و بے مثال مسئلہ اسیت کہ جمیع  
فرق اہل ملت و غیر اہل ملت  
ہم منکر آئند و رویت ، بے جہت  
بے کیف را تجویز نہ نمایند  
و بے کیف و بے شہ و بے مثال  
بہشت میں دیکھیں گے یہ ایک  
مسئلہ ہے کہ اہل سنت و جماعت  
کے سوا تمام اہل ملت و غیر اہل ملت  
فرقے اس کے منکر ہیں اور بے جہت  
و بے کیف دیدار کی تجویز کو  
درست نہیں سمجھتے ۔

۵۲

مومن اللہ تعالیٰ کو بہشت میں بے چون و بے چگون دیکھیں گے کیونکہ جو رویت  
بے چون سے متعلق ہے وہ خود بھی بے چون ہوگی بلکہ دیکھنے والا بھی بے چون سے وافر  
حصہ پائے گا تاکہ بے چون کو دیکھ سکے ۔ بادشاہ کے عطیات کو اسی کی سواریاں اٹھا  
سکتی ہیں ۔

آج اس معمر کو اپنے اخص اولیاء پر چل کر دیا اور ان پر منکشف فرما دیا ہے یہ دقیق  
مسئلہ ان بزرگوں کے نزدیک تحقیقی ہے اور دوسروں کے لیے تعلیدی ۔ اہل سنت  
و جماعت کے علاوہ دیگر فرق و مذاہب سے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ، کوئی بھی اس  
مسئلہ کا قائل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رویت کو بزرگان اہل سنت و جماعت کے  
سوا سب محال سمجھتے ہیں اور ان مخالفین کی دلیل غائب کا حاضر پر قیاس ہے جس کا فساد  
ظاہر ہے ایسے دقیق مسئلہ میں ایمان کا حصول سنتِ نبیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے  
نور متابعت کے بغیر محال ہے ۔

۱۔ شیخ احمد سرمدی ، مجدد الف ثانی ، مکتوباتِ امام ربانی ، دفتر سوم ، مکتوب ۱۷

52

52

②

۱۰ شیخ احمد سرسندی، محمد الف ثانی مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۰۱

“ “ “ “ “ P<sup>r</sup>

۴۲ " " " مبداء و معاد : ص ۴۷

جو ہر حال خلط فاسد ہے نظر آنے والی ہستی جبکہ بے چوں و بے مگون ہوگی اور جو رویت اس سے متعلق ہوگی وہ بھی بے چوں ہی ہوگی پس اسی پر ایمان لانا چاہیے اور کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہیے قدرت نے اس راز کو آج بھی خواص اولیاء پر ظاہر فرمادیا ہے وہ مشاہدہ اگرچہ رویت نہیں ہے لیکن وہ رویت سے جدا چیز بھی نہیں ہے۔ جبکہ کیفیت یہ ہوتی ہے کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ کل تمام مومن حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ۔

وہ صرف دو چیزیں معلوم کر سکیں گے ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرے وہ لذت جو رویت پر مترتب ہوتی ہے ان دو چیزوں کے علاوہ باقی جس قدر رویت کے لوازم ہیں وہ سارے مفقود ہوں گے۔ یہ مسئلہ مسائلِ کلام میں سب سے باریک تراور مشکل تر ہے عقل کا اندازہ اسے ثابت کرنے اور اس کی صورت کشی کرنے سے عاجز ہے جو علماء اور صوفیاء انبیاء کی پیروی کرنے والے ہیں انھوں نے اپنے نورِ فراست سے، جو انوارِ نبوت ہی سے مقتبس ہے اسے دریافت کر لیا ہے ایسے ہی علمِ کلام کے اور بھی کئی مسائل ہیں جن کو ثابت کرنے سے عقل عاجز اور حیران رہ جاتی ہے۔ علمائے اہل سنت کو صرف نورِ فراست ہی حاصل ہے لیکن صوفیاء کو نورِ فراست کے ساتھ کشف و شہود بھی حاصل ہے یہ

۵۶

آخرت میں اہل ایمان بہشت کے اندر حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کو دیکھیں گے حالانکہ بہشت اور غیر بہشت اللہ تعالیٰ کی نسبت کے لحاظ سے برابر اور سب اس کی



مخلوق ہیں۔ وہ تجلی جو کوہ طور پر پڑی تھی۔ حالت اور محلیت کا شاہد تک نہیں رکھتی تھی؛ زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہے کہ بعض مقامات ظہور کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ دوسرے مقامات میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ شیشہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے لیکن گھوڑوں کے نعل اس کی قابلیت نہیں رکھتے حالانکہ دونوں لوہے سے بنے ہیں پس فرق منظر میں ہے ظاہر میں نہیں اور ظاہر کی نسبت سب مظاہر برابر ہیں قابل ہوں یا ناقابل۔ اسی طرح وہ الفاظ جو کلیات اور جزئیات کا وہم ڈالتے ہیں یا جن سے حالت اور محلیت کا شبہ ہوتا ہے وہ سب ظاہر سے پھرے ہوئے ہیں اور اس بلند ذات کی بارگاہ اقدس کے لائق نہیں ہیں۔ عبارت کی تنگی کے باعث یہ الفاظ اختیار کیے گئے ہیں۔

۵  
اس قاعدہ یاد رکھنا کہ خدا است  
نے جزو، نے کل، نے ظرف، نے ظرف است

۵۷

اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کو۔ بے جہت، بے مقابلہ، بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا برحق ہے ہم آخرت کی رویت پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے اس لیے کہ اس کی ذات بے چون ہے اور اربابِ چون پر اس دنیا میں اس کی حقیقت ظاہر نہیں ہو سکتی اور ایمان کے بغیر کسی کو ذاتِ باری تعالیٰ کا دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ افسوس ہے فلاسفہ، معتزلہ اور دوسرے تمام بدعتی فرقوں پر کہ وہ اپنی محرومی اور اندھے پن سے اخروی رویت کا انکار کرتے ہیں، اور غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہیں اور اس پر یقین کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔

۱۱ مکتوب ۱۱  
۱۲ مکتوب ۱۲  
۱۳ مکتوب ۱۳  
۱۴ مکتوب ۱۴

## مقامِ مصطفیٰ و شانِ انبیاء

انبیاء اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں بزرگ و بالا اور افضل و اعلیٰ ہیں ان بزرگوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کچھ کم و بیش ہے ان میں سے تین سو تیرہ حضرات وہ ہیں جو ان میں سب سے ممتاز ہیں ایسے حضرات کو رسول کہا جاتا ہے۔ رسولوں میں سے بھی پانچ حضرات ممتاز ہیں جن کی مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ترتیب یوں ہے (۱) سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۵) حضرت نوح علیہ السلام ان پانچوں حضرات کو اولوالعزم پیغمبر کہا جاتا ہے جو سارے انبیاء و مرسلین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ ہیں ان پانچوں میں سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی سب سے برگزیدہ اور رحمتہ للعالمین ہیں پوری کائنات کے لیے یہی وسیلہ فیض اور باعث حصول رحمت ہیں بغیر ان کے واسطے کے نہ کسی کو کوئی رحمت و نعمت ملی ہے اور نہ ملے گی۔ خدا کے بعد سب سے بزرگ و برتر ہیں۔ خدا کے ذوالمنن نے اپنے لطف و کرم سے اپنی خدائی میں ان کی بادشاہی جاری و ساری فرمائی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۵۸

ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزات دکھلائے اسے (صحیح معنوں میں) نبی اور پیغمبر تسلیم کر لینا چاہیے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ نبوت کے دعویدار کی طرف سے معجزہ کے ظہور کے بعد وہ لوگوں کے دلوں میں اس کی صداقت کا یقین پیدا کر دیتا ہے کیونکہ بالعموم جھوٹے انسان کی طرف سے معجزہ کا اظہار نہیں ہو سکتا

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یہ کہے: ”میں پیغمبر ہوں“ پھر وہ پہاڑ کو اکھاڑ کر لوگوں کے سروں پر کھڑا کر دے اور یہ کہے: اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ (پہاڑ) تم پر گر پڑے گا اور اگر تم میری تصدیق کرو گے تو یہ (پہاڑ) تمہاری طرف سے ہٹ جائے گا پھر جب لوگ اس کی تصدیق کرنے کا ارادہ کریں تو (فی الواقع وہ پہاڑ) ان سے دور ہو جائے گا اور جب وہ اسے جھٹلانے کا قصد کریں تو ان کے قریب آ جائے ایسی صورت میں واضح طور پر یقین حاصل ہو گا کہ یہ شخص اپنے دعویٰ (نبوت) میں سچا ہے اور عقل و عادت ہی فیصلہ کرے گی کہ ایک جھوٹا شخص ایسا کام نہیں کر سکتا۔

(۵۹)

اس کے علاوہ نبوت سے پہلے تبلیغ کے وقت اور تبلیغ دین کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واقعات اور حالات (آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کیلئے) واضح ثبوت ہیں۔ (اسی طرح) آپ کے اعلیٰ اخلاقِ حسنہ اور دانش مندانہ احکام ہیں۔ آپ ایسے خطرناک مواقع پر پیش قدمی فرماتے تھے جہاں بڑے بڑے بہادر اور دلیر انسان بھی پیچھے ہٹ جایا کرتے ہیں نیز آپ نے نہ صرف مذہبی کاموں بلکہ دنیاوی امور میں بھی کبھی دروغ کوئی سے کام نہیں لیا۔ اگر آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہوتا تو آپ کے دشمن اسے ساری دنیا میں مشہور کر دیتے۔ آپ نے نہ دعویٰ نبوت سے پہلے اور نہ بعثت کے بعد کوئی غلط کام کیا آپ امتی اور ناخواندہ ہونے کے باوجود بے حد فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ آپ نے تبلیغ رسالت کے سلسلے میں طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں چنانچہ آپ خود فرماتے تھے: ”کسی پیغمبر کو اس قدر اذیتیں نہیں پہنچائی گئیں جتنی اذیتیں مجھے دی گئی ہیں“ اس کے باوجود آپ نے صبر و استقلال کے ساتھ ان تکالیف کو برداشت کیا اور آپ کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا جب آپ دشمنوں پر غالب آ گئے اور آپ (دنیاوی حیثیت سے) اس قدر بلند مرتبہ پر پہنچ گئے

سہ احمد سرمدی، مجدد الف ثانی، رسالہ تہلیلہ، مطبوعہ کراچی، ص ۴۱



کہ لوگوں کی جان و مال کے بارے میں آپ کے حکم کے مطابق فیصلے ہونے لگے تو اس موقع پر بھی آپ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی بلکہ آپ آغاز زندگی سے لے کر آخر تک اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل پیرا رہے۔ آپ اپنی امت پر بے حد شفقت فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تمھاری جان نہ جاتی رہے ان لوگوں پر پھپھکتے ہوئے“ آپ بے حد سخی تھے یہاں تک کہ یہ فرما کر آپ کو ہدایت کی گئی: ”تم اپنے ہاتھ کو پوری طرح نہ کھولو“ آپ دنیا کے اسباب و آرائش کی طرف رُخ بھی نہیں کرتے تھے بلکہ آپ فقہاء و غرباء سے انتہائی عاجزی کے ساتھ ملتے تھے اور دولت مندوں کے ساتھ اپنی خودطاری اور سر بلندی قائم رکھتے تھے آپ دشمنوں سے (ڈر کر) کبھی نہیں بھاگتے خواہ کتنا ہی خوف و خطر لاحق ہو جیسا کہ جنگِ اُحد اور جنگِ احزاب (کے واقعات) سے ثابت ہے۔ اس سے آپ کی قلبی طاقت اور اولوالعزمی کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ وعدہ فرمایا تھا، ”اللہ تمھیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا لیکن اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو یہ چیزیں عادتاً ناممکن ہوتیں اس کے بعد تمام کائنات کے حالات تبدیل ہو گئے مگر آپ کے اوصاف و عادات تبدیل نہیں ہوئے، یہ تمام باتیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو کسی سمجھدار اور انصاف پسند انسان سے پوشیدہ نہیں ہے۔“

جب تم نے نبوت کے معنی جان لیے تو قرآن میں اور احادیث میں بہت زیادہ غور کرو، اس سے تمھیں اس کا علم ضروری ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں اور زمانہ کی دوری اس تصدیق میں مغل نہیں ہے۔

41

44

۷۲ "محمد والف ثانی" " " " " ص ۶۶

42

ص ۶۷۸ " " " " ۵۲



میں کہتا ہوں کہ عادی امور کا ان کی عادی جگہ سے بیٹنے کو مطلقاً جائز قرار دینا اس کو واجب کرنا ہے کہ معجزہ کو نبی کے صدق کے اعتقاد سے خالی کرنا بھی جائز قرار دیا جائے اس لیے کہ اس کے صدق کا علم معجزہ کے بعد عادی ہے اور اس صورت میں صادق کا امتیاز کاذب سے نہیں ہو سکتا اور اثبات نبوت کا درہمازہ بند ہو جائیگا اس لیے کہ اس کے ثابت کرنے میں اعتماد اس پر ہے کہ معجزہ کے ظاہر ہونے کے وقت نبی کے صادق ہونے کا علم ضروری عادی طور پر حاصل ہو بلکہ لازم آتا ہے کہ معجزہ معجزہ نہ رہے اور یہ کہ اس کی دلالت صدق پر بالکل نہ ہو اس لیے کہ وہ باعتبار اپنے خرقِ عادت کے معجزہ کہا جاتا ہے اور صدق پر دلالت کرتا ہے پس اگر ہم مطلقاً خرقِ عادت کو جائز قرار دیں تو وہ اس صورت میں صدق پر دلالت نہ کرنے کے اعتبار سے امور عادیہ کی طرح ہوں گے۔ مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا۔ پس حق اس مقام میں وہ ہے جو میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ ہم نے خرقِ عادت کو صرف نبی کے حق میں اعجاز کے طور پر اور ولی کے حق میں کرامت کے طور پر اس کے سفسطہ ہونے کے باوجود جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کا حصول اور اس کا تحقق ہر زمانے میں ہے۔ یہاں تک کہ یہ عادت مستمر ہو گئی ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں ہے اور اس کا مستعید ہونا مرتفع ہو گیا ہے

عقل کے اوپر ایک اور درجہ ہے جس میں اس کی ایک دوسری آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کے ذریعے غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے اور دیگر ایسے امور کو دیکھتا ہے

جس سے عقل معزول ہے، جس طرح کہ قوتِ حسِ تمیز کے مدرکات سے معزول ہے اور جس طرح کہ تمیز والے کے سامنے مدرکاتِ عقل پیش کیے جائیں تو وہ ان کا انکار کر دے اور مستعبد جانے۔ چنانچہ اسی طرح بعض عقلا نے مدرکاتِ نبوت کا انکار کیا اور انھیں مستعبد جاننا۔ اور یہ عین جہل ہے اس لیے کہ اس استناد کا سبب، بجز اس کے کچھ نہیں کہ یہ ایسا درجہ ہے جہاں تک وہ پہنچا نہیں اور نہ اس کے حق میں پایا گیا ہے۔ پس اس نے گمان کیا کہ وہ فی نفسہ موجود نہیں اور مادِ رزاد اندھا اگر تو اترا اور تسامع سے رنگوں اور شکلوں کو نہ جانے اور اس کے سامنے یہ چیزیں ابتداءً بیان کی جائیں تو وہ نہ ان کو جانے گا اور نہ ان کا اقرار کرے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مخلوق کے قریب کر دیا ہے اس طرح پر کہ ان کو خاصۃً نبوت کا ایک نمونہ عطا کیا اور وہ نیند ہے کہ سونے والا اس غیب کا ادراک کرتا ہے جو عنقریب ہونے والا ہے خواہ صریحاً یا لباسِ مثال میں ہو جو تعبیر سے منکشف ہوتا ہے لے

(۶۶)

اس طرح نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور وہ دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی اور نبوت میں شک یا تو اس کے امکان میں یا اس کے وجود میں یا ایک شخص معین کیلئے اس کے حصول میں ہو گا حالانکہ اس کا وجود اس کے امکان کی دلیل ہے اور اس کے وجود کی دلیل وہ علوم و معارف ہیں جن کا عقل سے حاصل ہونا متصور نہیں ہو سکتا مثلاً علم طب و نجوم کہ جو شخص ان دونوں علوم سے بحث کرے گا یا اس کو بالبدست اس کا علم ہو گا کہ ان دونوں کا ادراک الہام الہی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق کے بغیر نہیں

لے احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، اثبات النبوة مترجم، مطبوعہ کراچی ص ۷۱

ہو سکتا اور تجربہ کے ذریعے ان دونوں کی طرف پہنچنے کا راستہ نہیں کیونکہ بعض احکام  
 نجوم ایسے ہیں کہ ہر ہزار سال میں ایک بار واقع ہوتے ہیں تو یہ تجربہ سے کس طرح  
 حاصل ہو سکتا ہے یہی حال ادویہ کے خواص کا ہے پس اس دلیل سے ظاہر ہوا کہ جن  
 امور کا ادراک عقل نہیں کر سکتی ان کے ادراک کے طریقے کا وجود ممکن ہے اور نبوت  
 سے یہاں ہی مراد ہے کیونکہ نبوت صرف اسی سے عبارت ہے بلکہ اس جنس کا ادراک  
 جو درکات عقل سے خارج ہے۔ نبوت کے خواص میں سے ہے اور اس کے علاوہ  
 نبوت کے اور بھی بہت سے خواص ہیں ان خواص میں جو ہم نے بیان کیے ہیں وہ  
 سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

۶۷

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں اور ان اخبار میں  
 غور کیا جو آپ سے منقول ہیں اور ان میں آپ نے لوگوں کے حق میں مختلف قسم کی رفق و  
 نرمی کے ذریعے تہذیب اخلاق اور بچھڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی اور راہنمائی  
 کا اہتمام کیا تو اس کو لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا کہ امت پر آپ کی شفقت اس سے  
 زیادہ ہے جو آپ کو بیٹے پر ہوتی ہے اور اگر ان عجیب افعال پر غور کرے جو آپ  
 سے ظاہر ہوئے اور غائب کے عجائب پر غور کرے جن کے متعلق قرآن مجید میں آپ کی  
 زبان کے ذریعے خبر دی گئی اور ان خبروں پر غور کرے جو آخری زمانے کے متعلق دی  
 گئی ہیں اور جس طرح آپ نے ذکر کیا اسی طرح ان کے وقوع پر غور کرے تو اسے  
 لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا کہ آپ اس درجے پر پہنچے ہوئے ہیں جو عقل سے ماوراء  
 ہے اور اس میں وہ نظر کھل جاتی ہے جس سے غیب اور وہ خواص اور امور منکشف ہوتے



ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت کے ضروری علم کو حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

(۶۸)

امام غزالی نے اس کو یوں بیان کیا ہے اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر تمہیں کسی شخص معین کے متعلق شک ہو کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو تمہیں اس کا یقین صرف اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کے احوال کا ذکر یا تو مشاہدے کے ذریعے یا تو اثر کے ذریعے یا ایک دوسرے سے سن کر، کیونکہ جب تم نے طب اور فقہ کو جان لیا تو تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم فقہاء اور اطباء کو بھی ان کے احوال کا مشاہدہ کر کے اور ان کے اقوال سن کر معلوم کر سکتے ہو، اگرچہ تم نے ان کو نہ دیکھا ہو چنانچہ امام شافعی کے فقیہ ہونے اور جالینوس کے طبیب ہونے کی معرفت سے تم عاجز نہیں رہو گے اور یہ معرفت حقیقی ہوگی، تقلید کی بناء پر نہیں ہوگی بلکہ اگر تم کچھ طب اور فقہ پڑھو گے اور ان کی کتابوں اور تصانیف کا مطالعہ کرو گے تو تم کو ان دونوں کی حالتوں کا علم ضروری حاصل ہوگا اسی طرح جب تم نے نبوت کے معنی سمجھ لیے تو قرآن و حدیث میں بہت زیادہ غور کرو اس وقت تمہیں اس کا علم ضروری حاصل ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت کے اسی درجے پر فائز ہیں اور اس کی تائید اس تجربے سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے عبادات اور تصفیۃ قلب کی تاثیر کے متعلق فرمایا ہے۔

(۶۹)

علماء نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں کئی دلیلیں

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: اثبات النبوة مترجم، مطبوعہ کراچی، ص ۹۲، ۹۳  
۲۔ ایضاً ص ۹۴، ۹۵

بیان کی ہیں۔ پہلی دلیل جو جمہور علماء کے نزدیک معتد بہ ہے وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ کے ہاتھوں پر معجزات کا ظہور ہوا۔ پہلی یعنی دعویٰ نبوت والی بات متواتر ہے اور تواتر بھی ایسا جو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے قائم مقام ہے جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ دوسری بات ظہور معجزات والی تو آپ کے معجزات میں سے قرآن مجید بھی ہے۔ قرآن کریم اس وجہ سے بھی معجزہ ہے کہ آپ نے اس کے ذریعے توحید کی اور کسی نے معارضہ نہیں کیا۔ جہاں تک توحید کا تعلق ہے تو یہ بھی متواتر ہے اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ قرآن کریم میں توحید کی بہت سی آیات ہیں مثلاً یہ ارشاد ربانی کہ وہ اسی جیسی بات لے آئیں یا مثلاً یہ قول کہ دس سورتیں اسی جیسی بنا لاؤ۔ یا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ایک سورت اس جیسی لے آؤ۔ باقی رہا یہ دعویٰ کہ کسی نے معارضہ نہیں کیا تو اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن مجید نے توحید کی اور بڑے بڑے بلغاء و فصحاء عرب سے اس جیسی سورت لانے کو کہا تو باوجودیکہ ان لوگوں کی تعداد بطحا کے سنگ یزوں سے زیادہ تھی اور اس چیز کی اشاعت کے سب سے زیادہ حرص تھے جو آپ کے دعویٰ کو باطل کرتی۔ علاوہ ازیں وہ غایت مصیبت و حمیت جاہلیہ کے لحاظ سے مشہور تھے بلکہ مباہات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر دوسروں کو ہلاک کر دینے میں معروف تھے لیکن اس کے باوجود وہ اس جیسی ایک سورت بھی پیش کرنے سے قاصر رہے یہاں تک کہ الفاظ کے ذریعے معارضہ کرنے کے بدلے انھوں نے تیغ آزمائی کو ترجیح دی پس اگر وہ اس معارضہ پر قادر ہوتے تو یقیناً معارضہ کرتے اور اگر معارضہ کرتے تو وہ ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچتا کیونکہ اس کے نقل کرنے کے بہت سے ذرائع تھے۔

(۷)

باقی دیگر معجزات مثلاً شقِ قمر، جمادات کا کلام کرنا اور حرکت کر کے آپ کی طرف آنا،

حیوانات کا کلام کرنا، محوڑی خوراک سے بہت سے لوگوں کو آسودہ کر دینا اور انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چستے چھوٹ پڑنا اور غیب کی خبریں دینا۔ اس قسم کے افعال بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں تو اگرچہ ان معجزات میں سے ہر ایک متواتر نہیں ہے لیکن ان کے درمیان قدر مشترک یعنی معجزہ کا ثبوت بلاشبہ متواتر ہے۔

(۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کی دلیلوں میں سے دوسری دلیل جس کو معتزلہ میں سے جاحظ نے اور ہم میں سے امام غزالی نے پسند کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان کردہ کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ نبوت سے پہلے آپ کے حالات اور دعوت کی حالت میں اور دعوت پوری ہونے کے بعد آپ کے حالات اور آپ کے عظیم اخلاق اور حکیمانہ احکام اور ایسی جگہ پیش قدمی کرنا جہاں بڑے بڑے بہادر چمکتے ہوں ان امور سے نبوت کے ثبوت پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین و دنیا کے مہات میں کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ اگر آپ ایک دفعہ بھی جھوٹ بولتے تو آپ کے دشمن اسے مشہور کرنے میں پوری کوشش کرتے اسی طرح آپ نے اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد کسی بڑے فعل کا اقدام نہیں کیا۔ آپ انتہائی فصیح تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ میں جوامع الکلم دیا دیا گیا ہوں حالانکہ آپ اُنہی تھے آپ نے احکام رسالت کے پہنچانے میں طرح طرح کی مشقیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو اس قدر تکلیف نہیں دی گئی جتنی مجھے پہنچائی گئی ہے اور ان پر عزیمت میں کوتاہی کیے بغیر صبر کیا اور جب آپ دشمنوں پر غالب آگئے اور لوگوں کی جانوں اور مالوں کے بارے میں حکم نافذ کرنے کے انتہائی مقام تک پہنچ گئے تب بھی پہلی حالت نہیں بدلی بلکہ دنیاوی عمر کی ابتداء سے

۱۷ احمد سرسندی، مجد الف ثانی: اثبات النبوة مترجم، مطبوعہ کراچی، ص ۱۰۷



انتہا تک ایک ہی پسندیدہ طریقے پر قائم رہے۔ آپ اپنی اُمت پر شفیق بہت تھے  
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے **فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ**  
(فاطر آیت ۸) اور **فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسُكَ** فرمایا۔ آپ بہت زیادہ سخی تھے یہاں  
تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے **وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ** کہا دنیاوی ساز و سامان  
کی طرف آپ کی توجہ بالکل نہ تھی۔ چنانچہ قریش نے آپ کو مال، عورت اور سرداری کا  
لاپچ پیش کیا کہ اپنی دعوت کو چھوڑ دیجیے تو آپ ان چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آپ  
فقر اور مساکین کے ساتھ غایت درجہ تواضع کے ساتھ لیکن مال داریوں اور ذی ثروت  
لوگوں کے ساتھ پورے ترفع کے ساتھ پیش آتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کبھی اپنے دشمنوں کے مقابلے سے نہ بھاگے اگرچہ انتہائی خطرناک موڑ آجاتا جیسے کہ  
**غزوة احد** و جنگ خندق کے روز یہ بات آپ کے دل کے قوی ہونے اور باطن کی  
قوت پر دلالت کرتی ہے اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی نیاہ اور حفاظت پر پورا اعتماد نہ ہوتا  
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے **وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ** کے ذریعے وعدہ کیا تھا۔ جبکہ  
عادتاً ایسا نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال نہیں بدلا۔ اگرچہ مختلف  
قسم کے حالات پیش آتے رہے غرض جو شخص ان امور کا اور ان جیسے دیگر امور کا تتبع  
کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اگرچہ ان میں سے ہر ایک خوبی اگرچہ نبوت پر  
متبادلات نہیں کرتی کیونکہ کسی کا دوسرے اشخاص سے ایک آدھ خوبی میں ممتاز ہونا  
اس کے نبی ہونے پر دلالت نہیں کرتا لیکن ان کا مجموعہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام  
ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ان خوبیوں کا  
جمع ہونا آپ کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ہے۔

۱۔ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی: اثبات النبوة مترجم، مطبوعہ کراچی، ص ۱۰۶ تا ۱۰۹

تیسری دلیل جس کو امام رازی نے اختیار کیا، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی قوم کے درمیان دعویٰ کیا جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی اور نہ ان میں حکمت تھی بلکہ وہ حق سے اعراض کیے ہوئے تھے یعنی یا تو مشرکین عرب کی طرح بتوں کی پوجا کرتے تھے یا یہود کی طرح دین تشبیہ و صنعت تزویر یا ورے سرو یا باتوں کو رائج کرتے تھے یا مجوس کی طرح دو خداؤں کے بجاری اور معارم سے نکاح کرتے تھے یا نصاریٰ کی طرح باپ اور بیٹا بنا کر تثلیث کے قائل تھے۔ آپ نے ان لوگوں میں دعویٰ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب اور حکمت ہاسرہ لے کر آیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پورا کروں یعنی عقائد حقہ کے ذریعے لوگوں کی قوت علمیہ اور اعمال صالحہ کے ذریعے ان کی قوت عملیہ کو کامل کروں اور دنیا کو ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعے منور کروں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ وہ ٹھوٹے بن کمزور پڑ گئے اور فاسد کلام زائل ہو گئے بلکہ توحید کے آفتاب اور تنزیہ کے چاند اطراف عالم میں چمک اٹھے اور نبوت کے ہی معنی ہیں کیونکہ نبی وہی ہے جو نفوس بشریہ کی تکمیل کرتا ہے اور دل کے ان امراض کا علاج کرتا ہے جو اکثر نفوس پر غالب ہوتے ہیں اس لیے کسی طبیب کا ہونا ضروری ہے جو ان کا علاج کرے اور جب مرین دلوں کے علاج اور تار بکیموں کے دور کرنے میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی تاثیر کامل و اکمل تھی تو آپ کے نبی ہونے کا یقین ضروری ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ آپ جملہ انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں۔

باقی رانہوت کا معجزات کے ذریعے ثابت کرنا تو یہ بیان ان ہے اور یہ دلیل نبوت کے

۱۔ احمد سرہندی، جہد الفنا ثانی: اثبات النبوة مترجم، مطبوعہ کراچی ص ۱۰۹، ۱۱۰

ثابت کرنے میں طریق حکماء کے قریب ہے اس لیے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اپنے معاش و معاد میں ایک ایسے شخص کے محتاج ہیں جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہو اور وہ ان لوگوں کے لیے ایسا قانون وضع کرے جو دونوں جہان میں ان کی سعادت کا ذریعہ ہو۔

(۴۴)

اگر تعین اول سے جو کہ علمی و اجمالی تعین ہے اور جس کو حقیقتِ محمدی سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ متعین نہ ہوتا تو اس کے نظارہ کرنے والوں کا اس کے جلال کے انوار و تجلیات کی وجہ سے نام و نشان تک باقی نہ رہتا۔

(۴۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت، جس کو حقیقتِ محمدیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ وحدت اور احدیت جامعہ کے نام سے موسوم ہے اور احمد بلا مہم سے اشارہ اسی حدیث جامعہ کی طرف ہے اور چونکہ اس تعین کو جو تعینات میں سب سے پہلا ہے۔ ان بزرگوں نے ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس پر زائد اعتبار نہیں کیا ہے اور اس کی تجلی کو تجلی ذات کہا ہے، اسی لیے (حضرت خواجہ قدس سرہ نے) یہ فرمایا ہے۔

(۴۶)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلامات خدا کی طرف سے مخلوق کے پاس بھیجے گئے تاکہ وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی جانب بلائیں اور گمراہی سے راہِ راست پر لائیں اور جو ان کی

۱۔ احمد سرہندی، محبّد الف ثانی: اثبات النبوة مترجم، مطبوعہ کراچی ص ۱۱۱

۲۔ شرح رباعیات مترجم، مطبوعہ کراچی ص ۶۵

۳۔ الصیغ ص ۶۸، ۶۹



دعوت کو قبول کرے اسے بہشت کی خوش خبری دیں اور جو انکار کرے اسے دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں جو کچھ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا ہے اور جس کی تبلیغ فرمائی ہے وہ سب حق و صداقت پر مبنی ہے اور اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ملے

۷۷

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کے خاتم اور آپ کا دین، ادیانِ سابقہ کا نسخہ ہے اور آپ کی کتاب پہلی کتب سے بہترین ہے۔ آپ کی شریعت کا نسخہ کوئی نہیں ہوگا اور قیامت تک ہی شریعت رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نزول فرمائیں گے وہ بھی آپ کی شریعت ہی پر عمل کریں گے اور آپ کے امتی کی حیثیت میں رہیں گے۔

۷۸

باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگ  
خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق  
بیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد  
کہ او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با وجود  
نشأ عنصری از نور حق جل و علاء  
مخلوق گشتہ است کما قال علیہ  
و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام ،  
”خَلَقْتُ مِنْ نُورِ اللّٰهِ“ و دیگران  
جانتا چاہیے کہ خلقِ محمدی دوسرے انسانی افراد  
کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افرادِ عالم  
میں سے کسی بھی فرد کی پیدائش سے مناسبت  
نہیں رکھتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ وسلم عنصری پیدائش کے باوجود اللہ تعالیٰ  
کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی  
اللہ علیہ تعالیٰ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے خَلَقْتُ  
مِنْ نُورِ اللّٰهِ (میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں)

۷۹ شیخ احمد سرمدی، مجدد الف ثانی، بکتریات امام ربانی دفتر دوم، مکتوب ۶۷  
۸۰ ایضاً

ایں دولت میسر نشدہ است

دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔

(۷۹)

بکثرت صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آنسرور علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات ناشی ازین امکان ست کہ بصفات اضافیہ تعلق دارد نہ امکانے کہ در سائر ممکنات عالم کائنات ست دہر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ می آید وجود آنسرور آنجا مشہود نمیکرد بلکه منشاء خلقت و امکان او علیہ علی آلہ الصلوٰة والسلام وجود صفات اضافیہ و امکان شان محسوس میگردد، و چون وجود آنسرور علیہ علی آلہ الصلوٰة والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکه فوق این عالم باشد، ناچار او را سایہ نبود و نیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف تر است و چون لطیف ترے از دے در عالم نباشد او را سایہ چه صورت دارد علیہ علی آلہ

نکشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اس امکان سے ہے جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے اس امکان سے نہیں جو تمام ممکنات علم میں ثابت ہے اور جس قدر بھی دقت نظر سے ممکنات عالم میں صحیفے کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود اس میں مشہود نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا منشا اور آپ کا امکان صفات اضافہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے۔ جب آنحضرت علیہ علی آلہ الصلوٰة والسلام عالم ممکنات میں سے نہیں ہوں گے بلکہ اس عالم سے اوپر ہوں گے تو یقینی بات ہے کہ ان کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا ہے لیکن جب ان سے لطیف تر اس دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تو ان علیہ علی آلہ الصلوٰات

۱۔ شیخ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۰۰

## الصلوات والتسلیات ۱۰

والتسلیات کا سایہ کس صورت ہوتا۔

۸۰

علمِ جملی کہ از صفاتِ اضافیہ گشتہ است  
نورسیت کہ در نشاءِ عنصری بعد از  
انصاب از اصلاب با ارحام متکثره  
بمقتضائے حکم و مصالح بصورتِ انسانی کہ  
احسنِ تقویم است ظہور نموده است و  
مستی محمد و احمد شدہ ۱۰

علمِ جملی جو کہ صفاتِ اضافیہ سے ہو گیا ہے  
وہ ایک ایسا نور ہے جو عنصری پیدائش میں  
اصلاب سے متعدد ارحام میں پہنچتے ہوئے  
اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق  
انسانی صورت میں جو بہترین شکل ہے ظاہر  
ہوا اور پی محمد و احمد کے نام سے موسوم  
ہوا۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

۸۱

محبوبان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم را بشر گفتند و در رنگِ سائر  
بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند و صاحب  
دولتوں کہ اورا علیہ الصلوٰۃ والسلام  
بہ عنوان رسالت و رحمتِ عالمیان شنند  
و از سائر ناس ممتاز دیدند بدولتِ ایمان  
مشرف گشتند و از اہلِ نجات  
آمدند ۱۰

نورستی کا شکار ہو بنیالوں نے محمد رسول اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کو بشر کہا اور باقی انسانوں جیسا تصور کیا  
نتیجہ یہ ہوا کہ منکر ہو گئے اور خوش قسمت  
لوگوں نے انھیں علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالت  
دک میں دیکھا، رحمتِ عالم و عالمیان جانا اور تمام  
انسانوں آپ کو ممتاز دیکھا تو ایمان جیسی متاعِ عزیز  
سے مشرف ہو گئے اور ان کا شمار نجات پانے  
والوں میں ہو گیا۔

۱۰ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۰۰

۱۰ ایضاً

۱۰ ایضاً، مکتوب ۶۴



اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جسے کہ تعین و جوبی کو کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں اور وہ اسم الہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے شان العلم ہے اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنی ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبداء ہے جیسا کہ مکرر سوا۔ اور حقیقت محمدی شان العلم سے مراد ہے اور حقیقت محمدی اس معنی سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبداء ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنی سے مراد ہے اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی اور جس کی خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَاَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ وہ باعتبار حقیقت احمدی کے تھی، جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمہ اللہ تھا اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے: مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔

”اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہی شان کا مبداء ہے ہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے کیونکہ اس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی کیونکہ آپ کی تربیت روحانیوں پر منحصر تھی اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق و امسردوں کو شامل ہے اور آپ کی تربیت اجداد و ارواح پر

مشتمل ہے۔

۸۳

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی معضری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تا کہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے وہ مناسبت جو افادہ و استفادہ کا سبب ہے، زیادہ پیدا ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بشریت ظاہر کرنے کے لیے بڑی تاکید سے امر فرمایا ہے کہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ لَفْظٌ مِّثْلُكُمْ کالانا تاکید بشریت کے لیے ہے اور وجود معضری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب روحانیت غالب ہو گئی اور بشریت کی مناسبت کم ہو گئی اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔

۸۴

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دفن سے فارغ نہ ہوئے کہ ہم نے اپنے دلوں میں فرق محسوس کیا یعنی ایمان سہودی، ایمان غیبی سے بدل گیا تھا اور معاملہ آغوش سے گوش تک پہنچا تھا یعنی دیکھنے کی جگہ صرف سننے کی نوبت آگئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے جب ہزار سال گزرے، جو لمبی مدت اور دراز زمانہ ہے تو جانب روحانیت اس طرح غالب ہوئی کہ جانب بشریت کو اپنے رنگ میں رنگ دیا حتیٰ کہ عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی، یعنی حقیقت محمدی عروج کر کے حقیقت احمدی سے

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۰۹  
۲۔ ایضاً

لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدی سے متحد ہو گئی۔

(۸۵)

اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق و امر کا تعین امکانی ہے نہ کہ تعین وجوبی، کیونکہ تعین امکانی تو اس کا ظل ہے پس تعین وجوبی کے عروج کا کچھ معنی نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام میں پہنچیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کو تقویت دیں گے۔

(۸۶)

جانتا چاہیے کہ یہ عروج محمدی جو کہ صفات بشری کی نفی سے وابستہ ہے اگرچہ ان کے کاروبار کو بلند تر مقام پر لے گیا اور کمال کی بلند ترین چوٹی پر پہنچا دیا اور ان کو غیر اور غیریت کی کشاکش سے آزاد کر دیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کا معاملہ تنگ ہو گیا اور آپ کا نور ہدایت جو کہ بشریت کی وجہ سے تھا وہ سب کم ہو گیا اور وہ توجہ جو ان عاجز لوگوں کے حال پر تھی وہ کم ہو گئی اور آپ پوری طرح قبلہ حقیقی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

(۸۷)

لہذا حقیقت محمدی کل ہو گی اور تمام موجودات کے حقائق اس کے اجزا ہوں گے

۱۔ شیخ احمد سرسندی، مجتہد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۰۹

۲۔ ایضاً

۳۔ دفتر سوم، مکتوب ۹۶



اے جو جماعت کہ اطاعتِ مصطفیٰ اُمِّ تَعَالٰی علیہ وآلہ وسلم کی سعادت سے بہرہ مند  
ہو اور اتباع کے کمال تک رسائی پا چکی ہو اسے بھی مناسبت اور متابعت کی وجہ سے  
ذاتی تسلی سے کچھ حقہ نصیب ہو جاتا ہے۔

۸۸

اس رعایا پر افسوس ہے جس کا بادشاہ اس کے حال میں مشغول نہ ہو اور  
کلی طور پر اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہزار سال کے بعد کفر اور بدعت  
کے اندھیرے غالب آ چکے ہیں اور اسلام و سنت کا نور کم ہو چکا ہے۔ دَبْنَا اَتِّهْمُ  
لَنَا نُوْرُنَا وَغَضِبْنَا ط اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

۸۹

محبت شعار بغیب شہود کے مقابل ہے  
جو ظلیت کا شائبہ رکھتا ہے اور غیب اس  
آمینرش کے عیب سے پاک ہے۔ پس  
غیب شہود سے کامل و اکمل ہے، لیکن  
سید البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام  
جب معراج کی رات رویت باری تعالیٰ  
سے مشرف ہوئے جو کہ ظلال کے پردوں سے  
دور تھی بلکہ بہت ہی دور تھی کہ وہ ظلیت کے  
شائبہ اور آمینرش سے بھی پاک ہے تو ان کے

محبت شعار غیب مقابل شہود است  
کہ شائبہ ظلیت دارد و غیب از یں شوب  
مبرا است پس غیب شہود اکمل باشد  
لیکن ہر گاہ سید البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ  
والسلام در شب معراج بدولت رویت  
مشرف شدہ باشد کہ ماوراء و اعلا ستر  
اوقات ظلال است و از شوب و  
شائبہ ظلیت اقدس است چرا  
در حق او علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام

۱۰ شیخ احمد سرمدی، مجد الف نفاہی: معارف لدنیہ ص ۲۰

۱۱ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۹۶

حق میں غیبِ رویت سے کامل کب رہ گیا  
 علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ غیب پر اکتفا  
 تو صرف ظلیت کو رفع کرنے کے لیے تھا  
 اھ حب ظلیت پوری طرح رفع ہو گئی اور عین  
 حضوری میسر آ گئی تو غیب کی کیا ضرورت رہ  
 گئی۔ یہ وہ متاعِ عزیزیہ ہے جو صرف سید الکونین  
 علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مخصوص  
 ہے اور آپ کے کامل ترین پیروکاروں کو تبعیت  
 اور وراثت کے طور پر اس دولت میں سے  
 کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ  
 والتسلیمات لیکن چونکہ یہ مقام رویت نہیں  
 ہے پس شہود و مشاہدہ بھی نہیں ہے۔  
 اس مقام کو لفظِ غیب سے تعبیر کرنا  
 بہترین عبارت ہے۔

9.

ہمارے پیغمبر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اگر اس دولت (رویت باری تعالیٰ) سے مشرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع دنیا میں نہیں ہوا ہے بلکہ آپ بہشت میں گئے اور وہاں دیکھا کہ وہ عالم آخرت سے ہے دنیا میں نہیں دیکھا بلکہ دنیا سے باہر نکلے اور آخرت سے ملحق ہوئے تب دیکھا ہے۔

۸ شیخ احمد سررنبدی، مجدد الف ثانی: مکتوب امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۸

دفتر ورم مکتوب ۴۷

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۹۱

انبیاء و صلح علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شفاعت باذن اللہ قیامت کے روز اہل ایمان کے لیے ثابت ہے، پہلے انبیاء کی پھر صلحاء کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری شفاعت اہل کبار کے لیے ہے یہ

۹۲

لیکن اتنی بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ حالات (واقعات معراج) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اور روح دونوں کو پیش آئے تھے اور جو مشاہدات کیے تھے وہ بصارت اور بصیرت دونوں سے ہوئے تھے لیکن دوسرے لوگوں کو جو طفیلی ہیں اگر یہ حالت بطور تعبیت کے پیش آتی ہے تو وہ صرف روح تک ہی محدود رہتی ہے اور بصیرت کے ساتھ مخصوص ہوا کرتی ہے۔

۹۳

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اولادِ آدم کے سردار اور آقا ہیں اور قیامت کے دن سب سے زیادہ تعداد آپ کے پیروؤں کی ہوگی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔ بروزِ حشر آپ سب سے پہلے قبرِ انور سے باہر تشریف لائیں گے آپ ہی سب سے پہلے شفاعت فرمائے گا۔ سب سے پہلے آپ کی شفاعت ہی قبول ہوگی۔ سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور آپ کے لیے دروازہ کھولا جائے گا۔ قیامت کے روز حمد کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوگا اور اسی جھنڈے کے پیچھے حضرت آدم اور

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱

۲۔ مبداء و معاد : ص ۶۹



تمام انبیائے کرام علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام اور تمام لوگ ہوں گے آپ ہی کی وہ مبارک ہستی ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم سب کے بعد آنے والے ہیں لیکن قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا، میں بغیر کسی فخر کے کہتا ہوں کہ میں اللہ کا حبیب ہوں، رسولوں کا امام و پیشوا ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں ہے۔ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کے بہترین میں سے بنایا پھر ان کی دو جماعتیں بنائیں تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں سے بنایا پھر ان کے قبیلے اور خاندان بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں سے بنایا پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانے سے بنایا۔ لہذا میں ان میں گھرانے کے اعتبار سے بہترین اور اپنی ذات کے اعتبار سے بہترین ہوں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے قبر سے باہر آنے والا ہوں گا۔ جب وہ وفد کے طور پر بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ جب وہ سب خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب وہ سب روک دیئے جائیں گے تو میری ہی سفارش قبول کی جائے گی۔ جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا۔ عظمت و بزرگی اور نجات کی کنجیاں اس روز میرے ہی ہاتھ میں ہوں گی۔ حمد کا جھنڈا اس روز میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے پروردگار کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ معزز و محترم ہوں، میرے گرد ایک ہزار خادم طواف کر رہے ہوں گے جو روشن موتیوں کی طرح ہوں گے جب قیامت کا دن ہوگا تو میں ہی انبیاء کا امام اور خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا۔

اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو حق تعالیٰ سہانہ مخلوق کو  
پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ فرماتا اور آپ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ  
حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت آدم علیہ السلام کی  
اولاد کے سردار ہیں۔ قیامت کے دن آپ کے امتی سب نبیوں کے زیادہ ہوں گے۔  
اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ سب اگلے پھلوں سے زیادہ معزز ہیں۔ سب سے پہلے  
آپ کی قبر انور شق ہوگی سب سے پہلے آپ ہی شفاعت فرمائیں گے اور سب سے  
پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔ سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں  
گے پس اللہ تعالیٰ آپ ہی کے لیے دروازہ کھول دے گا۔ قیامت کے روز آپ حمد کا  
جھنڈا (لواء الحمد) بلند فرمائیں گے۔ جس کے پیچھے حضرت آدم اور دوسرے تمام انبیاء  
کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہے: ”ہم دنیا میں  
جلوہ گری کے لحاظ آخری اور قیامت میں سب پر سبقت لے جانے والے ہیں۔ میں  
فخریہ نہیں کہتا۔ میں رسولوں کا قائد ہوں اور فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ میں تمام نبیوں میں  
آخری ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہا۔ جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے  
پہلے نکلوں گا جب وہ دفن بنائیں گے تو ان کا قائد میں ہوں جب وہ خاموش ہونگے  
تو ان کی طرف سے میں عرض کروں گا۔ جب وہ روک دیئے جائیں گے تو میں ان کی  
شفاعت کروں گا۔ جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں انھیں بشارت دوں گا۔  
بزرگی اور کجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لواء الحمد اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔

۱۔ شیخ احمد سررہدی، مجدد الف ثانی، معارف لدنیہ: ص ۷۷، ۷۸، ۷۹

میں اپنے رب کے نزدیک حضرت آدم کی ساری اولاد سے زیادہ عزت والا ہوں۔ میرے گرد ایک ہزار خادم گھومتے ہوں گے گویا وہ پوشیدہ انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ جب قیامت کا روز ہوگا تو میں سارے نبیوں کا امام، خطیب اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔

۹۵

اگر حضور نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔ اور آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے (یعنی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ان کے پتلے کے لیے مٹی گوندھی جا رہی تھی)۔

۹۶

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے جمہور علماء کے نزدیک معتبر دلیل یہ ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ کے دست مبارک سے معجزات کا ظہور ہوا۔ ہر وہ شخص جو ایسا ہو وہ یقینی طور پر نبی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ متواتر روایات سے ثابت ہے اور یہ بات کہ آپ نے معجزے ظاہر فرمائے تو یہ اس لیے کہ آپ کے معجزات سے قرآن مجید وغیرہ بھی ہیں۔

۹۷

قرآن کریم اس وجہ سے بھی معجزہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

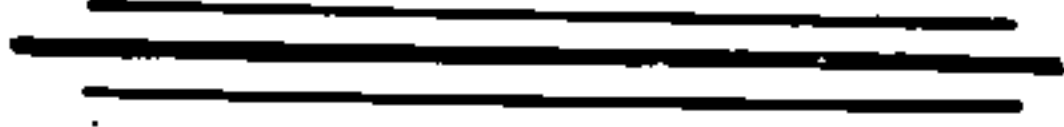
۱۔ شیخ احمد مرندہ، مجدد الف ثانی، رسالہ تہلیلہ مترجم، مطبوعہ کراچی، ۳۹

۲۔ ایضاً ص ۲۹

۳۔ ایضاً ص ۲۹۔



عرب کے فصیح و بلیغ لوگوں کو بلند بانگ چیلنج کیا اور دعوت دی کہ وہ قرآن مجید جیسی کوئی سورت پیش کریں۔ اس قسم کے لوگ بکثرت تھے اور وہ انتہائی درجے کے متعصب تھے اور ان کی عہد جاہلیت والی حیثیت و غیرت بہت مشہور تھی مگر وہ قرآن کریم کی کسی چھوٹی سی سورت کے برابر بھی کوئی چیز پیش نہ کر سکے یہاں تک کہ انھوں نے قلمی مقابلے پر جنگ کو ترجیح دی۔ اگر وہ قلمی مقابلہ کر سکتے تو ضرور کرتے اور ہمیں متواتر روایات سے اس کا علم ہوتا اس لیے کہ نقل و روایت کے بکثرت ذرائع ہیں۔



## آسمانی کتابیں

اللہ جل مجدہ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے اپنے انبیاء پر مختلف کتابیں نازل فرمائیں جن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کل آسمانی کتابوں کی گنتی ایک سو چار ہے۔ ایک سو صحیفے مختلف انبیائے کرام پر نازل ہوئے۔

چار بڑی کتابیں نازل ہوئیں، جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ توریت :- یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

۲۔ زبور :- یہ حضرت داؤد علیہ السلام کو مرحمت فرمائی گئی تھی۔

۳۔ انجیل :- یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی تھی۔

۴۔ قرآن مجید :- یہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔

مذکورہ چاروں کتابوں کا قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ذکر آتا ہے۔ صحائف

کا بھی ذکر ہوا ہے مثلاً ایک مقام پر حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علی نبینا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں کا یوں ذکر فرمایا گیا :-

بے شک یہ اگلے صحیفوں میں  
ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے  
صحیفوں میں۔

إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ  
الْأُولَىٰ ۖ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ  
وَمُوسَىٰ ۚ

سہ پارہ ۲۰، سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۸، ۱۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

زبور کا اللہ جل مجدہ نے یوں ذکر فرمایا ہے :-

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا  
إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ  
وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ  
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ  
وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ  
يُونُسَ وَهُرُونَ وَمُوسَى  
وَأَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۚ

بے شک اے محبوب ! ہم نے  
تمہاری طرف وحی بھیجی جیسی وحی  
نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں  
کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل  
اور اسحاق اور یعقوب اور عیسیٰ اور  
ایوب اور یونس اور ہارون اور  
سلیمان کو اور داؤد کو ہم نے زبور دی

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے زبور کا تذکرہ یوں فرمایا ہے :-

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ  
عَلَى بَعْضٍ وَأَتَيْنَا دَاوُدَ  
زَبُورًا ۚ

اور بے شک ہم نے نبیوں میں  
سے بعض کو بعض پر فضیلت دی  
اور داؤد کو زبور عطا فرمائی ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت مرحمت فرمائی تھی ۔ جس کا

ذکر یوں فرمایا گیا :-

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ  
وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ  
بِالْقُسُفِ ۚ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب  
عطا کی اور اس کے بعد پے درپے  
رسول بھیجے ۔

۱۔ پارہ ۶ ، سورہ النساء ، آیت ۱۶۳

۲۔ پارہ ۱۵ ، سورہ بنی اسرائیل ، آیت ۵۵

۳۔ پارہ پہلا ، سورہ البقرہ ، آیت ۸۷



کتاب الہی ہونے کے باعث توریت میں ہدایت اور نور ہونے کا قرآن کریم نے یوں اعلان فرمایا ہے :-

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى  
وَنُورٌ يُعَلِّمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ  
آمَنُوا الَّذِينَ هَادُوا وَابْتِغَاوُوا  
وَالْأَجْبَادُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا  
مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا  
عَلَيْهِ مُشْهَدًا ۝ ۱۷

بے شک ہم نے توریت اتاری  
اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے  
مطابق یہود کو حکم دیتے تھے  
ہمارے فرماں بردار نبی اور عالم  
اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ  
کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ  
اس پر گواہ تھے ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی گئی ۔ جس کا قرآن کریم نے یوں ذکر کیا ہے :-

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِ بِعِيسَىٰ  
ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا  
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ  
وَأَتَيْنَاهُ الْوَحْيَ فِيهِ هُدًى  
وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا  
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ  
التَّوْرَةِ هُدًى وَمَوْعِظَةً  
لِّلْمُتَّقِينَ ۝ ۱۸

اور ہم ان نبیوں کے پیچھے  
ان کے قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے  
تصدیق کرتا ہوا تورات کی جو اس سے  
پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا  
کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور  
تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس  
سے پہلے تھی اور ہدایت اور نصیحت  
پر مہیزگاروں کو ۔

۱۷ پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۴۴

۱۸ پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۴۶

قرآن کریم، تورات اور انجیل کا یوں بھی مشترکہ ذکر فرمایا گیا ہے :-  
نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنجِيلَ  
مِّن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ  
مَا نَزَّلَ الْفُرْقَانِ  
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ  
وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ  
اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری،  
اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور  
اس نے اس سے پہلے تورت اور  
انجیل اتاری لوگوں کو راہ دکھاتی اور  
فیصلہ اتارا، بے شک وہ جو اللہ کی  
آیتوں سے منکر ہوئے ان کیلئے  
سخت عذاب ہے اور اللہ غالب  
بدلہ لینے والا ہے ۔

اور اللہ رب العزت نے اپنی مہرزی کتاب قرآن مجید کے بارے میں فرمایا :-  
ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ  
فِيْهِ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ  
وَالَّذِيْنَ هُمْ  
عَلٰى  
وہ بلند رتبہ کتاب، کوئی شک کی  
جگہ نہیں اس میں ۔ ہدایت ہے  
ڈروالوں کے لیے ۔

قرآن کریم نے یہ بھی بتا دیا کہ میرا نام قرآن مجید ہے اور میں لوح محفوظ میں  
بھی موجود ہوں ۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ  
فِيْ  
لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ  
بلکہ کمال شرف والا قرآن ہے  
لوح محفوظ میں ۔

۱۔ پارہ ۳ سورہ آل عمران ، آیت ۲، ۴

۲۔ پارہ پہلا ، سورہ البقرہ ، آیت ۲

۳۔ پارہ ۳۰ سورہ البروج ، آیت ۲۱، ۲۲

قرآن مجید نے بتایا کہ میرا نام قرآن کریم بھی ہے اور مجھے رب العالمین نے نازل فرمایا ہے :-

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ ۝ فِیْہٗ  
کِتٰبٌ مَّکْنُوْنٌ ۝ لَّوْمِیْسٌ ۝  
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْذِیْلٌ  
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝  
بے شک یہ عزت والا قرآن ہے  
محفوظ نوشتہ میں ، اسے نہ  
چھو دیں مگر با وضو ، اتارا ہے  
سارے جہان کے رب نے ۔  
قرآن کریم آہستہ آہستہ نازل کیا گیا تھا ۔ جیسا کہ اس نے خود

بیان فرمایا ہے :-  
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ  
الْقُرْاٰنَ تَنْذِیْلًا ۝  
بے شک ہم نے تم پر قرآن  
بتدریج اتارا ۔  
قرآن کریم نے بتایا ہے کہ رمضان شریف کے مقدس مہینے میں نازل  
ہوا تھا ۔

شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ  
اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ  
ہُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ  
مِّنَ الْہُدٰی وَالْفُرْقٰنِ ۝  
رمضان کے مہینے میں قرآن  
اترا ، لوگوں کے لیے ہدایت  
اور راہنمائی اور فیصلہ کی  
روشن باتیں ۔  
قرآن کریم نے بتایا ہے کہ میں مبارک دات میں نازل ہوا تھا :-

۱۔ پارہ ۲۷ ، سورہ الواقعہ ، آیت ۷۷ تا ۸۰

۲۔ پارہ ۲۹ ، سورہ الدھر ، آیت ۲۳

۳۔ پارہ ۲ ، سورہ القدر ، آیت ۱ تا ۵



وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ  
فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا  
كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝ فِيهَا  
يُنْفَخُ كُلُّ أَمْرٍ  
حَكِيمٍ ۝

قسم اس روشن کتاب کی ،  
بے شک ہم نے اسے برکت والی  
رات میں اتارا۔ بے شک ہم  
ڈرسلانے والے ہیں ، اس میں  
بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت

والا کام ۔

قرآن کریم نے مذکورہ رات کی نشاندہی کر کے اس کے فضائل یوں بیان  
فرمائے ہیں ۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ  
الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ  
مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ  
الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ  
شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ  
وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ  
مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ  
حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بے شک ہم نے اسے قدر کی رات  
میں اتارا اور تم نے کیا جانا کہ کیا  
بے قدر کی رات ، قدر والی رات  
ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں  
فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے  
رب کے حکم سے ہر کام کے لیے  
وہ سلامتی ہے صبح کے چلنے  
(طلوع ہونے) تک ۔

قرآن کریم نے بتایا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل فرمایا ہے ،  
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ ۝ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

۱۵ پارہ ۲۵ ، سورہ دخان آیت ۲ تا ۴

۱۶ پارہ ۳۰ ، سورہ القدر ، آیت ۱ تا ۵

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۱۵

عربی میں اتارنا کہ تم سمجھ سکو

دوسرے مقام پر اسی امر کا یوں ذکر فرمایا گیا ہے :-

وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی

عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ

زبان میں اتارا اور اس میں طرح

الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

طرح سے عذاب کے وعدے

أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝۱۶

دیتے کہ کہیں انھیں ڈر ہو یا ان کے

دل میں کچھ سوچ پیدا کر دے ۔

✽ ✽

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ وہ نبی آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے قلب مبارک پر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے عربی میں نازل ہوا تھا ۔

وَإِنَّهُ لَنَزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝

اتارا ہوا ہے ۔ اے روح الامین

عَلَى قَلْبِكَ لَتَكُونُ مِنَ

(حضرت جبریل) لے کر اترتا تھا کہ

الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ

دل پر کہ تم ڈر سناؤ روشن عربی

مُبِينٍ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ

زبان میں اور بے شک اس کا

الْأَدْلِينَ ۝۱۷

چرچا اگلی کتابوں میں ہے ۔

قرآن کریم نے علی الاعلان بتایا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر

نازل ہوا ہے ۔

۱۵ پارہ ۱۲ - سورہ یوسف آیت ۲

۱۶ پارہ ۱۶ ، سورہ طہ آیت ۱۱۳

۱۷ پارہ ۱۹ ، سورہ شعراء آیت ۱۹۲ تا ۱۹۶

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
وَأَمَّا جِبْرَائِيلُ عَلَى مَحَمَّدٍ  
وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ  
كَفَرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ  
وَأَصْلَحُ بَالَهُمْ  
اور جو ایمان لائے اور اچھے کام  
کیے اور اس پر ایمان لائے جو  
محمد پر اتارا گیا اور وہی ان کے  
رب کے پاس سے حق ہے اللہ  
نے ان کی برائیاں دور کر دیں اور  
ان کی حالت سنواری۔

۱۷

اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یوں  
اعلان کرایا:

وَأَوْحَىٰ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ  
لَأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ  
اور میری طرف اس قرآن کی وحی  
ہوئی کہ میں اس سے بھتیس ڈراؤں  
اور جس جس تک پہنچے۔

قرآن مجید نے بتایا کہ وہ مسلمانوں کے لیے نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت  
ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس سرمایہ زندگی پر اظہارِ مسرت  
کیا کریں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ  
مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ  
لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى  
وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ  
اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے  
رب کی طرف سے نصیحت آئی،  
اور دلوں کی صحت اور ایمان والوں  
کے لیے ہدایت و رحمت، تم قراؤ

۱۷ پارہ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۲

۱۸ پارہ ۷، سورہ الانعام، آیت ۱۹



قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ  
فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ  
خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝

کہ اللہ ہی کے فضل اور اس کی  
رحمت اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں  
وہ ان کی سب دھن دولت سے

بہتر ہے ۔

۱۷

دوسرے مقام پر قرآن کریم کے شفا اور رحمت ہونے کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے  
وَنُزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا  
هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ  
وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ  
إِلَّا خَسَارًا ۝

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ تہیز  
جو ایمان والوں کے لیے شفا اور  
رحمت ہے اور اس سے ظالموں  
کو نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے ۔

قرآن کریم نے بتایا کہ اسے نصیحت کے لیے نازل فرمایا گیا ہے :-  
مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ  
لِيَشْقَى ۝ الْاِتِّذَاكَ تَالْمَنُ  
يَخْشَى ۝ تَنزِيلًا مِّمَّنْ  
تَخْلُقُ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ  
الْعُلَى ۝

ہم نے تم پر قرآن اس لیے نہ اتارا  
کہ تم مشقت میں پڑو، ہاں یہ اس  
کو نصیحت ہے جو ڈر رکھتا ہو یہ  
اس کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین  
اور اونچے آسمان بنائے ۔

قرآن کریم نے بتایا کہ جس پر قرآن نازل ہوا وہ ساری کائنات کا نبی ہے ۔  
تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ  
بُڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن

۱۷ پارہ ۱۱ ، سورۃ یونس ، آیت ۵۷ ، ۵۸

۱۸ پارہ ۱۵ ، سورۃ نبی اسرائیل ، آیت ۸۲

۱۹ پارہ ۱۶ ، سورہ طہ ، آیت ۲ ، ۳

الْقُرْآنَ عَلَى عَبْدٍ لَّيَكُونُ  
لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝  
قرآن کریم نے بتایا کہ جہاں وہ مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے  
وہاں اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا  
لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً  
وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝  
اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر  
چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت  
اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اس میں ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔ ہمیں اگر تفصیلی  
بیانات نظر نہیں آتے تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآنی  
تفصیلات کا انکار کر دیا جائے اللہ تعالیٰ کی اور کون سی حکمتوں کا عقل احاطہ کر سکتی  
ہے۔ جو اس کی تفصیلات کو دیکھ پائے۔ چنانچہ قرآن کریم نے جس مدنی سرکار کے  
بارے میں بتایا کہ :-

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ  
الْقُرْآنَ ۝  
رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن  
سکھایا۔

اس صاحب قرآن کے علوم عظیمہ، کثیرہ، وافرہ، مشکثہ، محققہ کا اندازہ مہلکا  
کون کر سکتا ہے۔ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ :-

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ  
وَلَكِنْ نَصْدِيقَ الَّذِي  
یہ (قرآن) کوئی بناوٹ کی بات نہیں  
لیکن اپنے سے اگلے کلاموں کی

۱۸ پارہ ۱۸، سورۃ الفرقان، آیت پہلی

۱۹ پارہ ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۸۹

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ  
وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ  
يُؤْمِنُونَ بِهِ

تفصیل ہے اور ہر چیز کا مفصل  
بیان اور مسلمانوں کے لیے  
ہدایت اور رحمت۔

قرآن کریم نے یہ بھی بیان فرمادیا کہ اس کی بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہات  
یزید بھی وضاحت فرمادی کہ وہ کون لوگ ہیں جو متشابہات سے محکم آیات کی طرح استدلال  
کرتے اور تاویلین ڈھونڈتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ  
الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ  
وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا  
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ  
فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ  
ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ  
تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ  
إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي  
الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ  
كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا  
يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب  
(قرآن مجید) اتاری، اس کی کچھ آیتیں  
صاف معنی رکھتی ہیں اور دوسری وہ  
جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ  
جسکے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ  
والی آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔  
مگر ای چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے  
کو اور اس کا ٹھیک پہلو اسٹیڈی کو  
معلوم ہے اور تختہ علم والے کہتے  
ہیں کہ ہم اس پر ایمان  
لائے، سب کچھ ہمارے رب  
کے پاس سے ہے۔

قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے کلام الہی ہونے کی یہ بھی دلیل ہے

۱۱ پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۱۱

۱۲ پارہ ۲، سورۃ آل عمران، آیت ۷



کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ  
وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ  
لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا  
كَثِيرًا ۝ ۱۵

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں  
اگر وہ غیر خدا کے پاس سے  
سوتا تو ضرور اس میں بہت  
اختلاف پاتے۔

قرآن کریم نے اپنے مخالفین کو براہ چیلنج کیا ہے کہ اگر ان کے نزدیک یہ کلام الہی نہیں بلکہ کسی انسان کا اپنا ہی گھڑا ہوا کلام ہے تو وہ بھی ایسی دس سورتیں لے آئیں، پیش تو کریں، کیونکہ انسان کے کلام کی مثل لے آنا ناممکن نہیں ہے۔ علاوہ بریں محققین تو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز پر بھی ہے۔ سب مل کر اس کی مثل لے آؤ۔

أَمْ يَقُولُونَ اخْتَرَا حُطَّ قُلُوبُ  
فَأَنزَلْنَا بِعَشْرِ سُورٍ مِّثْلِهِ  
مُقْتَرِبَاتٍ وَأَدْعُوا مَن  
اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ  
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ ۱۶

کیا یہ کہتے ہیں کہ اٹھوں نے اسے  
(قرآن کریم کو) جی سے بنالیا۔ تم  
فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس  
سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا  
جو مل سکیں سب کو بلاؤ اگر تم سچے ہو

قرآن کریم نے اسی مقام پر اعلان کو یوں دہرایا ہے :-

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ  
مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا  
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ

اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم  
نے اپنے خاص بندے پر اتارا،  
تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ،

۱۵ پارہ ۵، سورہ النساء، آیت ۸۲

۱۶ پارہ پہلا، سورہ البقرہ، آیت ۲۳

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝  
اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلاؤ، اگر تم سچے ہو۔

قرآن کریم نے علی الاعلان بتا دیا کہ ساری کائنات مل کر بھی اس کی مثل نہیں بنا سکتی۔

قُلْ لِّمَنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ ۚ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَا يَأْتُونَ

اے محبوب! تم فرماؤ، اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس کلام کی مانند کلام لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ

ہمیشہ و لو کہ ان کے بعضوں کے بعض ظہیراً ۝

ان میں سے ایک دوسرے کا مددگار نہ ہو

قرآن کریم نے اپنے متعلق اور دیگر آسمانی کتابوں کے بارے میں اور بھی بہت

گوشے اجاگر کیے ہیں۔ حضرت محمدؐ و الف ثانی قدس سرہ نے اس سلسلے میں ضمناً بعض

عقائد کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض باتیں قارئین کرام کی خدمت میں یہاں

پیش کر دیتا ہوں۔

۹۸

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو حروف اور آواز کے الفاظ میں آیا ہے، اور

ہمارے پیغمبر علیہ السلام پر نازل ہوا ہے اور اس کے ذریعے بندوں کو

امرو نہی کا حکم دیا گیا ہے جیسے ہم اپنے کلام کو اپنے خلق اور زبان کے ذریعے حروف اور

آواز کا لباس پہنا کر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے پوشیدہ مقاصد کو میدانِ ظہور میں لاتے ہیں

اسی طرح حق سبحانہ نے اپنے کلام نفسی کو خلق اور زبان کے بغیر اپنی قدرتِ کاملہ سے

۱۔ پارہ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۲۸

۲۔ پارہ پہلا، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳

99

20 " " " " " "



اس فقیر پر ظاہر فرمایا گیا ہے کہ الفاظِ قُرْب اور معیت اور احاطہ حق تعالیٰ سبحانہ کے لیے جو قرآن مجید میں واقع ہوئے ہیں۔ منجملہ متشابہاتِ قرآنی کے ہیں جیسا کہ لفظیہ اور وجہ وغیرہ ہیں اور یہی حال اول و آخر و ظاہر و باطن اور ان جیسے دوسرے الفاظ کا ہے لہذا ہم حق تعالیٰ کو قریب کہتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ قریب کیا چیز ہے۔ اسی طرح ہم اسے اول کہتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ یہاں اول سے کیا مراد ہے اور قرب و اولیت کے جو معنی ہمارے علم و فہم کے احاطہ میں آئے ہیں حق تعالیٰ سبحانہ ال منزہ اور برتر ہے اور جو کچھ ہمارے کشف اور مشاہدہ میں سما سکتا ہے۔ حق تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا اور پاک ہے۔

حق تعالیٰ کے قُرْب اور معیت کی جس کیفیت کو بعض خود ساختہ صوفیوں نے کشف کے طور پر دریافت کیا ہے اور وہ اسی کشفی معنی کے لحاظ سے حق سبحانہ کو قریب اور ساتھ سمجھتے ہیں وہ مستحسن نہیں ہے انھوں نے فرقہ مجسمہ کے مذہب میں قدم رکھ دیا ہے۔ تاویل میں کہا ہے یعنی قرب سے مراد علمی قرب لے لیا ہے تو وہ اسی طرح پر ہے جیسے انھوں نے پید کی تاویل قدرت سے کی ہے اور وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے۔ یہاں لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو تاویل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور ہم تاویل کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس کی تاویل کو حق تعالیٰ سبحانہ کے علم کے حوالے کر دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے یہ

وہ کتابیں اور صحیفے جو پہلے انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر

عہ مجسمہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مجسم ثابت کرتا ہے، آخرت

لے شیخ احمد سررندی، مجدد الف ثانی، مبداء و معاد، ص ۶۱، ۶۲

نازل فرمائے گئے تھے۔ وہ سب بھی خدا کا کلام ہیں اور جو کچھ قرآنِ کریم، دیگر کتبِ سابقہ اور صحیفوں میں درج ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں کہ اپنے وقت کے مطابق بندوں کو ان پر عمل کرنے کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے یہ

---

---

---

۱۳ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوب امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷

## فرشتے

یہ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق اور تعداد میں ہر مخلوق سے زیادہ ہیں یہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ایسے فرمانبردار بندے ہیں کہ ان کی فرمانبرداری ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ قرآن کریم نے ان کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔ ان کی عبادت گزاری کا ذکر یوں فرمایا گیا :-

إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ  
لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ  
وَيَسْجُدُونَ لَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ  
بے شک وہ (فرشتے) جو تیرے رب کے  
پاس ہیں، اس کی عبادت سے تکبر  
نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے ہیں  
اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ ہر مخلوق ارضی ہو یا سماوی، وہ بارگاہِ خداوندی میں سجدہ  
عبودیت پیش کرتی ہے اگرچہ ہمیں اس امر کا شعور نہیں ہوتا اور فرشتے بھی سجدہ کر کے  
احکامِ خداوندی کی تکمیل کرتے رہتے ہیں۔

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ  
وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ  
وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ  
اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو  
کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین  
میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ  
فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ  
مَا يُؤْمَرُونَ ۝

اور وہ غرور نہیں کرتے اپنے اوپر  
اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی  
کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

فرشتوں کے پر بھی ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے :-  
الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكَةِ  
رُسُلًا أَرِلِّيْ أَجْنَعَةً مِّثْلِيْ وَ  
مِثْلَ وَرُبْعٍ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ  
مَا يَشَاءُ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں و  
زمین کا بنانے والا، فرشتوں کو  
رسول کرنے والا، جن کے دو دو،  
تین تین، چار چار پر ہیں بڑھاتا،  
آفرینش میں جو چاہے، اللہ ہر چیز  
پر قادر ہے۔

قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ فرشتے مونث نہیں ہیں چونکہ اس مخلوق میں  
سرے سے تذکرہ و تائید کا مسئلہ ہی ہے نہیں لہذا انہیں مونث بتانا نری جہالت ہے  
ماں احترام ان کے لیے مذکر کے صیغے استعمال کرنے چاہئیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ  
بِالْآخِرَةِ كُيُسَّمُونَ الْمَلَكَةَ  
تَسْبِيَةً الْأُنْثَى ۝ وَمَا  
لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ  
إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

بے شک وہ جو آخرت پر ایمان  
نہیں رکھتے، فرشتوں کا نام عورتوں  
جیسا رکھتے ہیں انہیں اس کا کوئی  
علم نہیں وہ تو زے گمان کے  
پیچھے لگے ہوئے ہیں (یعنی یہ انکے

۱۴ پارہ ۱۱، سورہ نحل، آیت ۲۹، ۵۰

۱۵ پارہ ۲۲، سورہ فاطر، آیت پہلی



وَأَنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ  
الْحَقِّ شَيْئًا ۝ ۱۷  
عقلی ڈھکوسلے ہیں) اور بے شک  
گمان، یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔  
جملہ فرشتوں کے سردار چار حضرات ہیں: ۱۔ جبرائیل ۲۔ میکائیل ۳۔ اسرافیل  
۴۔ عزرائیل علیہم السلام۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام مذکورہ چاروں حضرات میں سب سے مقرب ہیں، یہ  
انبیائے کرام پر وحی لانے کے لیے مامور تھے اور ان کا یہ کام نزولِ قرآن کریم کے بعد  
پورا ہو چکا تھا۔ اس کے بعد نہ وہ کسی پر وحی لے کر آئے اور نہ تاقیامت کسی پر وحی آئے  
گی علاوہ بریں لشکروں کو فتح شکست دینا اور ہواؤں کا چلانا بھی ان کے سپرد ہے۔

میکائیل علیہ السلام روزی کا بند و بست کرنے اور بارش برسانے پر متعین ہیں۔  
اسرافیل علیہ السلام صور لے کر کھڑے ہیں کہ جب بھی باری تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو  
تو قیامت کا بگل بجا دیا جائے تاکہ سب کچھ فنا ہو جائے۔ اس کے بعد یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے  
دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو مردے زندہ ہو جائیں گے۔

عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔ ان کے علاوہ رضوان فرشتہ جنت کا  
انچارج ہے اور مالک و زرخ کا، رعد فرشتہ بادلوں پر متعین ہے، حضرت جبرائیل اور میکائیل  
علیہما السلام کے دشمنوں کے بارے میں اللہ جل مجدہ نے فرمایا ہے:-

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ  
رُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ  
اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝ ۱۸  
جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں  
اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل  
کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

۱۷ پارہ ۲۷، درمناجیم، آیت ۲۷، ۲۸

۱۸ پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۹۸

قرآن کریم نے حضرت جبریل کی شان یوں بیان فرمائی ہے ۔  
إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ  
ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ  
مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ  
أَمِينٍ ۝

بے شک یہ عزت والے رسول کا  
پڑھنا ہے جو قوت والا مالکِ عرش  
کے حضور عزت والا ، مطاع اور  
امانت دار ہے ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ، حضرت جبریل علیہ السلام کے چھوٹے  
مارنے سے پیدا ہوئی تھی ۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مِرْيَمَ إِذِ  
اِنْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا  
شَرْقِيًّا ۖ فَاتَّخَذَتْ مِنْ  
دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا  
إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا  
سَوِيًّا ۖ قَالَتْ اإِنِّي أَعُوذُ  
بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِن كُنْتَ  
تَقِيًّا ۖ قَالَ إِنَّمَا أَنَا  
رَسُولُ رَبِّكَ لَا هَبَ  
لَكَ غُلَامٌ زَكِيًّا ۖ

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے  
گھر والوں سے مشرق کی جانب ایک  
جگہ الگ گئی تو ان سے ادھر ایک  
پردہ کر لیا تو اس کی طرف ہم نے  
اپنا روحانی (حضرت جبریل) بھیجا  
وہ اس کے سامنے ایک تندرست  
آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا ، بولی  
میں تجھ سے رحمن (خدا) کی پناہ مانگتی  
ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے ، بول میں  
تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں  
تجھے ایک سحر آمیز بیٹا دوں ۔

۱۷ پارہ ۲ ، سورہ تکویر ، آیت ۱۹ تا ۲۱

۱۸ پارہ ۱۶ ، سورہ مریم ، آیت ۱۶ تا ۱۹

حضرت عزرائیل علیہ السلام ملک الموت ہیں۔ ان کا قرآن کریم نے یوں

ذکر فرمایا ہے۔

قُلْ يَتُوبُ لَكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ

الَّذِي، وَكُلَّ بِكُمْ شَعْرًا إِلَى

رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ۔ ۱

تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت

کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے، پھر اپنے

رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

کافر کی جان کو فرشتے سختی سے نکالتے ہیں اور اسے جان کنی کے دقت عذاب کی

دعید سناتے ہیں۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ

الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو

أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَهُمْ الْيَوْمَ

تُجْزَوْنَ مِنْ عَذَابِ الْهُونِ بِمَا

كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ

الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ

تَسْتَكْبِرُونَ۔ ۲

اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم

موت کی سختیوں میں ہو اور فرشتے

ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں کہ نکالو

اپنی جانیں۔ آج تمہیں ذلت و

خواری کا عذاب دیا جائے گا، بدلہ

اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے

اور اس کی آیتوں پر تکبر کرتے تھے

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہر آدمی کے کندھوں پر دو فرشتے بیٹھے ہوتے

ہیں۔ دائیں کندھے والا فرشتہ نیکیاں لکھنے پر مامور ہے اور بائیں کندھے والا اس

آدمی کی برائیاں اور گناہوں کو لکھا کرتا ہے اور ہر آدمی کی نیکیوں اور بدیوں کی فہرست

روزانہ مرتب ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ پوری عمر کے اچھے بُرے کاموں کی جنرل فہرست

۱۔ پارہ ۲۱، سورہ السجدہ، آیت ۱۱

۲۔ پارہ ۷، سورہ الانعام، آیت ۹۳

باگاہِ خداوندی میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ اس مکمل فہرست کو اعمالنامہ کہتے ہیں جو قیامت کے روز ہر شخص کو اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو کرامات کا تبین کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے یوں ان کا ذکر فرمایا ہے:-

اذِیْتَلَقُوا الْمُلَاقِیْنَ عَنِ  
الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ  
قَعِیْدٌ ۝ مَا یُلْفِیْظُ مِنْ  
قَوْلٍ اِلَّا لَهٗ یَهْدِیْهِ رَقِیْبٌ  
عَیْنٌ ۝ ۱۷

جب اس سے لیتے ہیں دو  
لینے والے، ایک دواہنے بیٹھا اور  
ایک بائیں۔ کوئی بات وہ  
زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس  
ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

کرامات کا تبین کا قرآن کریم نے ان لفظوں میں بھی ذکر فرمایا ہے۔  
وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَآ فِیْظِیْنَ ۝  
کِذَّآ مَا کَا تِبِیْنَ لَعَلَّكُمْ  
مَّا تَقْعُدُوْنَ ۝ ۱۸

اور بے شک تم پر کچھ نگہبان  
ہیں، معزز لکھنے والے، وہ  
جلستے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انسان کی نگرانی پر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتے

مقرر فرمائے ہیں۔

لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ  
مِنْ خَلْفِیْهِ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ  
اَمْرِ اللّٰہِ ۝ ۱۹

آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے  
ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکمِ خدا  
اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۱۷ پارہ ۲۶، سورہ ق آیت ۱۷، ۱۸

۱۸ پارہ ۲۰، سورہ انفطار، آیت ۱۰ تا ۱۲

۱۹ پارہ ۱۳، سورہ الرعد، آیت ۱۱



فرشتے تسبیح و تحلیل کے ساتھ اہل زمین کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں  
تَكَادُ السَّمُوتُ يَنْفَطَرْنَ  
مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ  
لِيَسْتَجِبْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ  
وَلِيَسْتَغْفِرُوا لِمَنْ  
فِي الْأَرْضِ ط إِلَّا أَنْتَ  
اللَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

قریب ہوتا ہے کہ آسمان اپنے  
اوپر سے شق ہو جائیں اور فرشتے  
اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس  
کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے  
لیے معافی مانگتے ہیں۔ سن لو  
بے شک اللہ ہی بخشنے والا  
مہربان ہے۔

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ دوزخ کے انچارج فرشتے کا نام مالک ہے۔  
إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي  
عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ  
لَا يُفَارِقُهُمْ وَهُمْ  
فِيهِ مُبْلِسُونَ ۝ وَمَا  
ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا  
هُمُ الظَّالِمِينَ ۝ نَادَ  
وَايْمُكَ لِيَقْضِيَ  
عَلَيْنَا رَبُّكَ ط قَالَ إِنَّكُمْ  
مَأْكُونُونَ ۝ ۷۷

بے شک مجرم جہنم کے عذاب  
میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ کبھی  
ان پر لپکا نہ پڑے گا اور وہ  
اس میں ناامید رہیں گے۔ اور  
ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی  
ظالم تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے  
مالک! تیرا رب ہمیں تمام کر چکے  
وہ فرمائے گا: بھٹیں تو ٹھہرنا  
ہے۔

۷۷ پارہ ۲۵، سورہ الشوری، آیت ۵

۷۸ پارہ ۲۵، سورہ الزخرف، آیت ۴۲ تا ۴۷

کافروں کو دوزخ کا عذاب دینے کے لیے سخت فرشتے مقرر ہیں ، جو احکامِ الہیہ کی تعمیل کرتے ہیں ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ه

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھروالوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سختی کرتے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے بتایا کہ دوزخ پر انیس فرشتوں کی ڈیوٹی ہے ۔

اس (دوزخ) پر انیس<sup>۱۹</sup> داروغہ ہیں اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کیے مگر فرشتے اور ہم نے یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی آزمائش کو، اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آئے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے، اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے اور دل کے روگی اور کافری کہیں کہ

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشْرَةَ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمُ الْفِتْنَةَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَالْيَسْتَفِيقِينَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيُزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابِ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ

۱۔ پارہ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت

اس اچھے کی بات سے اللہ کا  
کیا مطلب ہے یونہی اللہ گمراہ  
کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت  
فرماتا ہے جسے چاہے اور اٹھائے  
رب کے لشکروں کو اس کے  
سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں  
مگر آدمی کے لیے نصیحت ۔

مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا  
مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ  
اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي  
مَنْ يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ  
خُبُوءَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ  
وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِي  
لِلْبَشَرِ ۚ

کچھ فرشتے حاملین عرش ہیں جو اہل زمین کے حق میں یوں دعائیں کرتے رہتے ہیں  
وہ (فرشتے) جو عرش اٹھاتے ہیں  
اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی  
تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے  
اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی  
معفرت مانگتے ہیں ۔ اے رب  
ہمارے! تیری رحمت و علم میں ہر چیز  
کی سمائی ہے تو انھیں بخش دے  
جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر  
چلے اور انھیں دوزخ کے عذاب  
سے بچالے، اے ہمارے رب!  
اور انھیں بستے کے باغوں میں داخل کر

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ  
وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ  
رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ  
وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ  
آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ  
كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا  
فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا  
سَبِيلَكَ وَقِهِمْ  
عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا  
وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ  
عَدْنٍ ۝ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ  
وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ  
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ  
لَقِيَ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ  
فَقَدْ رَحِمْتَهُ ذَوْدُ  
ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ  
الْعَظِيمُ ۝ ۱۴۰

جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے  
اور ان کو جو نیک ہوں اور ان کے  
باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں  
بے شک تو ہی عزت و حکمت والا ہے  
اور انھیں گناہوں کی شامت سے  
بچالے اور جس کو اس روز گناہوں  
کی شامت سے بچائے ، تو  
بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا

اور یہی بڑی کامیابی ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بعض امور کا اپنے مکتوبات  
عالیہ میں ذکر فرمایا ہے ۔ قارئین کرام کی خدمت میں ایسی دو عبارتیں مکتوباتِ امام ربانی  
سے پیش کی جاتی ہیں ۔

۱۰۲

فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رسالت اور تبلیغ سے  
مشفق ہیں ۔ ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں ۔ خدا کی نافرمانی کرنا ان  
کے حق میں مفقود ہے انھیں خوراک اور پوشاک کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ میاں بوی  
کے تعلق سے دور اور توالد و تناسل سے مبرا ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور صحیفے ان کے  
ذریعے ہی نازل ہوئے یہ امانت ان کے ذریعے محفوظ و مامون رہی ۔ فرشتوں پر  
ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے اور ان کو سچا جاننا اسلام کے واجبات



سے ہے!

104

فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں۔ حکم خدا کی نافرمانی ان کے حق میں  
بڑا نہیں ہے۔ انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ عورت و مرد ہونے  
پاک ہیں۔ ان میں تو والد و تناسل بھی نہیں ہے ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے  
پیغام بری کیلئے منتخب فرمایا ہے یعنی وحی پہنچانے پر مامور کیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ  
و السلام کو کتابیں اور صحیفے پہنچانے والے بھی ہیں۔ یہ خطا اور غلط سے محفوظ اور دشمن  
کے مکر و فریب سے مامون ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام پہنچائے ہیں  
حق اور درست ہیں اس عمل میں احتمال اور اشتباہ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ یہ بزرگوار  
اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے لڑاں و ترساں رہتے ہیں اور تعمیلِ حکم کے سوا ان کا  
اور کوئی کام نہیں لگے۔

۱۔ شیخ احمد سرسندی، حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی و فتر سوم، مکتوب ۱۷  
۲۔ " " " " " " " " " "  
۳۔ " " " " " " " " " "

مکتوب ۶۷

## Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

## برزخ و آخرت اور جنت و دوزخ

پیدائش سے موت تک کے عرصے کو دنیاوی زندگی کہتے ہیں۔ مرنے سے لے کر قیامت تک کی زندگی کو برزخی زندگی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور قیامت کے بعد جو ہمیشہ کی زندگی ہے اسے حیاتِ اخروی کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے برزخی زندگی کا مختلف مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً ایک جگہ یوں ذکر کیا ہے،

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ	یہاں تک کہ جب کسی کو موت آئے
الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ	تو کہتا ہے کہ اے رب! مجھے واپس
لَعَلِّيْٓ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا	پھیر دیجیے شاید اب میں مصلاتی
كَوُنتُ كَلَّا ط إِنَّهَا كَلِمَةٌ	کماؤں اس میں جو تجھے چھوڑ آیا
هُوَ قَائِلُهَا ط وَمِمَّنْ	ہوں یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے
قَرَأَتْهُمْ بُرْزَخُ	منہ سے کہتا ہے اور ان کے
إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ	آگے ایک آڑ (برزخ) ہے
	اس دن تک جس میں اٹھائے
	جائیں گے۔

قرآن کریم نے برزخی زندگی میں عذاب و ثواب کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

اس زندگی کے عذاب کو عموماً عذابِ قبر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے آلِ فرعون کے اسی عذاب کے بارے میں فرمایا ہے :-

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا  
غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَ يَوْمَ  
تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ  
فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۖ

آگ جس پر صبح و شام پیش کیے  
جاتے ہیں اور جس دن قیامت  
قائم ہوگی، حکم ہوگا۔ فرعون والوں  
کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

مرنے کے بعد کفار کی روح آسمان پر نہیں جاتی جیسا کہ قرآنِ کریم نے بتایا ہے :-  
وہ جہنوں نے ہماری آیات جھٹلائیں  
اور ان کے مقابل تکبر کیا ان کے لیے  
نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں  
اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں،  
جب تک سوئی کے نا کے میں  
اونٹ داخل نہ ہو اور مجبرین کو ہم  
ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا  
بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا  
لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ  
وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ  
حَتَّى يُلَاقِيَهمُ الْعَذَابُ فِي  
سَيِّئِ الْمَآئِطِ ۚ وَكَذَلِكَ  
يُجْزَى الْمُجْرِمِينَ ۚ

۱۵ پارہ ۲۴، سورہ المؤمن، آیت ۴۶

۱۶ پارہ ۸، سورہ اعراف، آیت ۴۰

## علاماتِ قیامت

یوں تو قیامت کی بہت سی نشانیاں احادیث میں بتائی گئی ہیں۔ جن میں سے  
یا جوج ماجوج کا نکلنا بھی ہے۔ قرآن کریم نے ان کا ذکر یوں فرمایا ہے :-  
حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ ۖ  
وَمَا جُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ  
حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ۔ ۱۷  
قیامت کی نشانیوں میں دابة الارض بھی ہے اس کا ذکر قرآن کریم نے یوں  
فرمایا ہے :-

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَاذِبُونَ بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۔ ۱۸	اور جب بات آپڑے گی ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپایہ دابة الارض نکالیں گے ، جو لوگوں سے کلام کریگا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے ۔
--	---

۱۷ پارہ ۱۷ ، سورہ انبیاء ، آیت ۹۶  
۱۸ پارہ ۲۰ ، سورہ انہاسل ، آیت ۸۲



قیامت کے نزدیک آسمان سے دھواں ظاہر ہوگا۔ جس کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے :-

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝  
فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ  
بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى  
النَّاسَ ۚ هَذَا عَذَابٌ  
أَلِيمٌ ۝

بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے  
ہیں تو تم اس دن کے منتظر رہو  
جب آسمان ایک ظاہر دھواں  
لاٹے گا کہ لوگوں کو ڈھانپ لے  
گا، یہ ہے دردناک عذاب۔

قیامت کی نشانیوں کے بارے میں قرآن کریم نے یہ اعلان فرمایا ہے :-  
فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ  
أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً  
فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاهُا ۝

تو کس کے انتظار میں ہیں، مگر  
قیامت کے کہ اچانک ان پر  
آجائے حالانکہ اس کی نشانیاں  
تو ابھی چکی ہیں۔

## نفسِ مصور

حضرت اسرافیل علیہ السلام صور مچھونکنے کے لیے تیار کھڑے ہیں کہ جب  
پروردگارِ عالم کا حکم ہو تو فوراً اسے بجا دیں۔ صور سے اتنی کرخت آواز نکلے گی کہ تمام چیریں

۱۔ پارہ ۲۵، سورۃ الدخان، آیت ۹ تا ۱۱

۲۔ پارہ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۱۸

بتاوا و برباد ہو جائیں گی۔ قرآن کریم نے بتایا ہے :-

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ  
فَنُزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ  
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ  
شَاءَ اللَّهُ ط وَكُلُّ أَتَّوٰةٍ  
دَاخِرِينَ ۝ ۱۵

اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو  
گھبرا جائیں گے جتنے آسمانوں میں  
ہیں اور جتنے زمین میں ہیں اور  
مگر جسے خدا چاہے اور سب اس کے  
حضور حاضر ہوئے۔

صور کی آواز ایک چیخ کی مانند ہوگی، جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے :-

وَمَا يَنْظُرُهُمْ إِلَّا الْأَصْحٰةُ  
فَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ  
فَوَاقٍ ۝ ۱۶

اور یہ (کافر) انتظار نہیں  
کرتے مگر چیخ کا، جسے کوئی  
پھیر نہیں سکتا۔

صور دو دفعہ پھونکا جائے گا، پہلی مرتبہ پھونکنے پر سب فنا کی گور میں چلے جائیں  
گے اور دوسری دفعہ پھونکنے پر سب انسان اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کرنا چاہے  
گا وہ زندہ ہو جائیں گے اور انسان اپنی قبروں سے اس طرح نکل آئیں گے جیسے زمین سے  
سبزہ اگتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے :-

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ  
مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ  
فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ  
اللَّهُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش  
ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں  
اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے  
پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا

۱۵ پارہ ۲۰، سورہ النمل، آیت ۸۷

۱۶ پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۱۵

فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ ۝  
يَنْظُرُونَ ۝ ۱۷  
اس وقت وہ دیکھتے ہی کھڑے  
ہو جائیں گے ۔  
نفعِ صُور اور اس وقت کی تباہی کے بارے میں قرآن کریم نے یوں تصریح

فرمائی ہے ۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ  
وَاحِدَةٌ ۝ وَخِطَّتِ الْأَرْضُ  
وَالْجِبَالُ فَدَكَّتْ دَكَّةً  
وَاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ  
الْوَاقِعَةُ ۝ وَانْشَقَّتِ  
السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ  
وَاهِيَةٌ ۝ ۱۸  
اور جب صور پھونک دیا جائے دفعتاً  
اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً  
چور کر دیئے جائیں ۔ وہ دن ہے  
جب واقع ہو جائے واقع ہونے  
والی اور آسمان پھٹ جائے  
گا تو اس دن اس کا پتلا حال  
ہوگا ۔

دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا قرآن کریم نے ان لفظوں میں بھی ذکر فرمایا ہے :-  
وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمُ  
مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ  
يَسْأَلُونَ ۝ قَالُوا الْيَوْمَ لَنَا مِنَ  
الْعِثْنِ مِيقَاتٌ ۖ فَمَنْ كُنَّا  
هَٰذَا أَمَّا وَعَدَ الرَّحْمَنُ  
وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝  
اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ قبروں  
سے اپنے رب کی طرف دوڑتے  
چلیں گے ، کہیں گے کہ ملے ہمارے  
خوابی کس نے ہمیں سوتے ہوئے  
جگا دیا ۔ یہ ہے وہ جس کا رحمن  
نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے

۱۷ پارہ ۲۲ ، سورۃ الامر ، آیت ۶۸

۱۸ پارہ ۲۹ ، سورۃ الحاقة آیت ۱۳ تا ۱۶

ان کانت الا صلیحةً وَاَحَدٌ  
فَاِذَا هُمْ جَمِیعٌ لَّدَیْنَا  
مُحْضَرُوْنَ هَ قَالَ یَوْمَ لَا  
تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا ذَلَا  
یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ  
تَعْمَلُوْنَ ه لہ

حق فرمایا۔ وہ تو نہ ہوگی مگر ایک  
چنگھاڑ، جیسی وہ سب کے سب  
ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے  
تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور  
محنتیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنی کمائی  
کا (جو تم نے بُرے اور بھلے  
کام کیے)۔

دوسری مرتبہ صور بھونکنے کا تذکرہ یوں بھی فرمایا گیا ہے۔  
یَوْمَ یُفْفَخُ فِي الصُّورِ  
فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا لہ

جس دن صور بھونکا جائے گا تو تم  
چلے آؤ گے فوج و فوج۔

## دوبارہ زندہ ہونا

کفار یہ کہتے تھے کہ انسانوں کا دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہے، جیسا کہ قرآن کریم  
نے بتایا ہے :-

ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ  
بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِآیٰتِنَا

یہ ان کی سزا ہے اس پر کہ انھوں نے  
ہماری آیتوں کا انکار کیا اور بولے

لہ پارہ ۲۴، سورہ الزمر، آیت ۶۸

۵۲ پارہ ۲۹، سورہ الحاقہ آیت ۱۳ تا ۱۶



وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظًا مَّا  
دُرُفَاتْنَا إِنَّا لَبَعُونَ  
خُلُقًا حَبِيدًا ۝ ۱۵

کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ  
ہو جائیں گے تو کیا سچ مچ ہم  
نئے بن کر اٹھ جائیں گے۔

کفار کے اسی خیال کو ان لفظوں میں بھی قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے:  
وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا  
مَاتَ لَسَوْفَ أُنْخَرُجُ  
حَيًّا ۝ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ  
أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ  
يَكُفُّ شَيْئًا ۝ كَذَّبَكَ  
لَحْشُرُكَ فَهُوَ الشَّيْطَانُ  
ثُمَّ لَعَصَوْهُمْ مَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝  
ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ  
شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ  
عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ۝  
ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ  
بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَى  
بِهِمَا صِلِيًّا ۝ ۱۶

اور آدمی کہتا ہے کہ جب میں مر  
جاؤں گا تو عنقریب زندہ کر کے  
نکالا جاؤں گا (قبر سے) کیا آدمی  
کو یہ یاد نہیں کہ ہم نے اس سے  
پہلے اسے بنایا اور وہ کچھ بھی نہ  
تھا تو تمھارے رب کی قسم! ہم  
انھیں اور سب شیطانوں کو گھیر لائیں  
گے اور انھیں دوزخ کے ارد گرد  
حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل  
گرے ہوئے پھر ہم ہر گروہ سے  
انھیں نکالیں گے جو رحمن پر سب  
سے زیادہ بے باک ہوں گے  
پھر ہم انھیں جو جانتے ہیں جو اس آگ  
میں مھونے کے زیادہ لائق ہیں۔

۱۵ پارہ ۱۵، سورۃ نبی اسرائیل، آیت ۹۸

۱۶ پارہ ۱۶، سورۃ مریم آیت ۴۶ تا ۵۰

کافروں کے اس نظریہ کی تردید یوں بھی کی گئی ہے۔

أَوَلَمْ نَخْلُقْهُ أُنْثَىٰ ۖ ثُمَّ نَنْفُثْ فِيهَا ذَا هُوَ  
خَصِيًّا مُّبِينًا ۖ وَ  
ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسَى  
خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي  
الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۚ  
قَدْ يُحْيِيهَا الَّذِي  
أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ  
وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ  
عَلِيمٌ ۚ

کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے  
اسے پانی کی بوند سے بنایا ہے  
اس لیے وہ صریح جھگڑالو ہے  
اور ہمارے لیے کہاوت بیان  
کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول  
جاتا ہے۔ بولا ایسا کون ہے کہ  
ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل  
گل گئیں، تم فرماؤ اچھیں زندہ  
کرے گا جس نے پہلی بار اچھیں بنایا  
اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

کفار کے اسی باطل خیال کو قرآن کریم نے یوں بھی رد فرمایا ہے۔

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ  
يُخْصَمَ عِظَامُهُ ۚ بَلَىٰ  
قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نَسُوخَ  
بَنَانَهُ ۚ

کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز  
اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے  
کیوں نہیں، ہم قادر ہیں کہ اس کے  
پور ٹھیک بنادیں۔

اللہ رب العزت نے بتایا ہے کہ اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا، گلی سٹری  
ہڈیوں اور مٹی میں ملے ہوئے انسان کو پہلی حالت پر جمع کر کے زندہ کرنا بھی پہلی دفعہ

۱۔ پارہ ۲۳، سورہ یاسین، آیت ۷۷ تا ۷۹

۲۔ پارہ ۲۹، سورۃ القیامہ، آیت ۲، ۳

پیدا کرنے کی طرح ہے، جیسا کہ فرمایا ہے :-

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا  
كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ  
يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ  
إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۱۵۱

تم فرماؤ، زمین میں سفر کر کے  
دیکھو، اللہ کیوں کر پہلے بناتا  
ہے پھر اللہ دوسری اٹھان  
اٹھاتا ہے۔ بے شک اللہ سب  
کچھ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مردوں کو زندہ کرنا اس کے لیے زمین میں سبزہ

اگانے کی طرح ہے :-

فَانْظُرُوا إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ  
اللَّهِ كَيْفَ يَحْيِي الْأَرْضَ  
بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ  
ذَٰلِكَ لَمِنْ آيَاتِ اللَّهِ  
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۱۵۲

تو اللہ کی رحمت کے آثار دیکھو  
کیونکہ زمین کو جلاتا ہے اس کے  
مرنے کے بعد۔ بے شک  
وہ ہی مردوں کو زندہ کرے گا  
سب کچھ کر سکتا ہے۔

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ قیامت کا روز پچاس ہزار سال کا ہوگا :-  
تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ  
إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ  
خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۝ ۱۵۳

ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف  
عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن  
ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس  
ہے۔

۱۵۱ پارہ ۲۰، سورہ عنکبوت، آیت ۲۰

۱۵۲ پارہ ۲۹، سورہ المعارج، آیت ۲

۱۵۳ البیت

## اعمال نامے

نیکوں اور بدیوں کی جنرل فہرست کا نام اعمال نامہ ہے قیامت کے روز ہر شخص کو اس کا اعمال نامہ ملے گا۔ نیک لوگوں کو سامنے سے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بُرے آدمیوں کو بائیں ہاتھ میں پیچھے سے دیا جائے گا۔ اس بات کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

تو وہ جہاں اپنا اعمال نامہ دابنہ لکھنے  
میں دیا جائے گا اس سے عنقریب  
سہل حساب لیا جائے گا اور اپنے  
گھر والوں کی طرف شاد شاد پلے  
گا اور وہ جس کا نامہ اعمال اس کی  
پچھلے کے پیچھے سے دیا جائے وہ  
عنقریب موت مانگے گا اور بھر پور  
آگ میں جائے گا۔ بے شک وہ  
اپنے گھر میں خوش تھا وہ سمجھا  
کہ اے (خدا کی طرف) پھرنا  
نہیں۔ ہاں کیوں نہیں، بے شک  
اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ  
بِیَمِیْنِهِ ۖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ  
حِیَابًا یَسِیْرًا ۚ وَیُنْقَلِبُ  
اِلٰی اٰہِلِہٖ مَسْرُوْرًا ۚ  
وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ  
کِتَابَہٗ وَّرَآءَ ظَہْرِہٖ ۚ  
فَسَوْفَ یَدْعُوْا بِمُؤْمِنًا ۚ  
وَلِیَصْلٰی سَعِیْرًا ۚ اِنَّہٗ  
کَانَ فِیْ اٰہْلِہٖ  
مَسْرُوْرًا ۚ اِنَّہٗ  
ظَنَّ اَنْ لَّنْ یُّجُوْرَہٗ  
بَلٰ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ



بَصِيرًا ۱۰

نامہ اعمال کے بارے میں قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے :-  
یَوْمَ مَن يَصُدُّ النَّاسَ  
أَشْتَاتًا لَّيْرًا وَأَعْمَالُهُمْ  
فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ  
ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ  
مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ  
ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۚ

اس روز (بروز قیامت) لوگ  
اپنے رب کی طرف پھریں گے  
کئی راہ ہو کر، تاکہ ان کے اعمال  
دکھائے جائیں تو جو کوئی ایک ذرہ بھلائی کرے  
گالے دیکھے گا اور جو کوئی ایک ذرہ بھلائی  
کرے گالے دیکھے گا۔

## میزان

قیامت کے روز میزان میں بندوں کے اعمال تولے جائیں گے، قرآن کریم  
نے فرمایا ہے :-

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ  
الْمِيزَانَ ۚ

اور آسمان کو اٹھانے بلند رکھا اور  
ترازو رکھی۔

نیکی اور بدی میزان پر تولنے کے بارے میں اللہ رب العزت نے اپنے  
بندوں کو یوں خبردار کیا ہے ۔

۱۰ پارہ ۲۰ ، سورۃ الانشاق ، آیت ۷ تا ۱۵

۲۰ پارہ ۲۰ ، سورۃ الزلزال ، آیت ۶ تا ۸

۳۰ پارہ ۲۰ ، سورۃ الرحمن ، آیت ۶۵

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ  
فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ  
وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ  
فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۚ وَمَا  
أَرْزَاكَ مَا هِيَ ۚ نَارٌ  
حَامِيَةٌ ۚ

تو جس کی تول بھاری ہوئی وہ  
دل مانے عیش میں ہے اور جس کی  
تول ہلکی رہی وہ نیچا دکھانے والی  
کی گود میں ہے اور تو نے کیا جانا  
کہ نیچا دکھانے والی کیا ہے ایک  
آگ ہے بھڑکتی ہوئی ۔

## شہادتِ اعضا

قیامت کے روز بعض کفار اپنی کھوت کا انکار کریں گے بعض یہاں تک کہہ  
دیں گے کہ فرشتوں نے یہ اعمال ہماری جانب خواہ مخواہ منسوب کر دیئے ہیں ۔ جب کہ  
ہم ان کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں ۔ ایسے لوگوں پر حجت تمام کرنے کی خاطر خداوند  
قادر مطلق ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا یعنی ان کی قوت گویائی سلب کر لی جائے گی  
اور جسم کے باقی اعضاء جن کے ذریعے نافرمانی کرتا رہا تھا انھیں بولنے کی طاقت مرحمت  
فرما دی جائے گی جس عضو نے جتنے گناہ کیے ہوں گے وہ بارگاہِ الہی میں اسی طرح بیان  
کر دیں گے جس طرح عام انسان زبان سے بولتے ہیں اس شہادتِ اعضا کا قرآن کریم  
نے یوں ذکر فرمایا ہے :-

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ  
آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے

وَتَكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ  
أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا  
يَكْسِبُونَ ۝ ۱۵

اور ان کے ہاتھ ہم سے بات  
کریں گے اور ان کے پاؤں انکے  
اعمال کی گواہی دیں گے۔

## جزا و سزا

وہ مومن جو نیک کام کرتے رہے ہوں، جنت میں جائیں گے اور یوں انکے  
اعمال کی نوازشات ہوں گی۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ  
مِنْ كَأْسٍ كَانَتْ مِزَاجُهَا  
كَافُورًا ۝ عَيْنًا  
لَّيْسَتْ بِمِثْلِ عِبَادِ اللَّهِ  
يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ ۱۶

بے شک نیک آدمی پئیں گے اس  
جام میں سے جس کی ملائی کافور ہے۔  
وہ کافور کیا، ایک چشمہ ہے جس سے  
اللہ کے نہایت خاص بندے  
پئیں گے اور اپنے محلوں میں جہاں  
چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

ابرار کو اس کے علاوہ اور کیا ملے گا یہ بھی قرآن کریم کی زبانی سینے :-  
وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا  
جَنَّةٌ وَحَرِيرًا ۝ مُتَكَبِّرِينَ

اور ان کے صبر پر انھیں جنت اور  
ریشمی کپڑے صلہ میں دیئے جنت میں

۱۵ پارہ ۲۲، سورۃ النیس، آیت ۶۵

۱۶ پارہ ۳۹، سورۃ الدھر، آیت ۶، ۵

تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے  
نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے  
نہ زیادہ ٹھنڈک، اور اس کے  
سایے ان پر جھکے ہوں گے

اور ان پر چاندی

کے برتنوں اور کوزوں کا  
دور ہو گا۔ ساقیوں  
نے انھیں پورے اندازے پر  
رکھا ہو گا اور اس میں وہ جام  
پلائے جائیں گے جس کی ملائی  
ادرک ہو گی۔ وہ ادراک کیا ہے  
جنت میں ایک چشمہ ہے جسے  
سلسل کہتے ہیں اور ان کے  
آس پاس خدمت والے مہرے گے  
ہمیشہ لڑکے رہنے والے، جب  
تو انھیں دیکھے تو انھیں سمجھے کہ  
موتی ہیں بھرے ہوئے اور جب  
تو ادھر نظر اٹھائے ایک آرام  
دیکھے اور بڑی حکومت، ان کے  
بدن پر ہیں کریں کے سبز کپڑے

فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ  
فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَهْرًا  
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَ  
ذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا  
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانْبِيَاءٍ  
مِّنْ فَضْلَةٍ قَدْ رُوحُوا  
تَقْدِيرًا ۚ وَلَيَسْقُونَ  
فِيهَا كَأْسًا كَانَتْ مِزَاجُهَا  
زَاجِبِيلًا ۚ عَيْنًا فِيهَا  
تُسْقَى سَلْسَبِيلًا  
وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانٌ  
يُخَلِّدُونَ إِذَا نَأَىٰ عَنْهُمْ  
حَسْبُهُمْ لَوْلُؤًا  
مَنْثُورًا ۚ فَإِذَا رَأَوْهُ  
تَبَيَّنَ رَأْيُ نَعِيمًا  
وَمُلُكًا كَبِيرًا عَلَيْهِمْ  
شِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ  
وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّو  
أَسَاوِرٌ مِّنْ فِصَّةٍ  
كَسَبَتْهُمْ رِبَاسُهُمْ  
شَرَابًا طَهُورًا ۚ



اور قنار و نیر کے امھیں چاندی کے  
کنگن پہنائے گئے اور امھیں ان کے  
رب نے ستھری شراب پلائی ان کے  
فروایا جائے گا یہ تمھارا صلہ ہے  
اور تمھاری محنت ٹھکانے لگی۔

إِنَّ هَذَا كَانَ  
لَكُمْ جَزَاءً مِّمَّا كَانَتْ  
سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝

متقین کی جزا کے بارے میں قرآن کریم نے یوں تصریح کیا ہے :-  
بے شک ڈروالوں کو کامیابی کی  
جگہ ہے باغ ہیں، حوریں ہیں  
اور انکور۔ اور اٹھتے جو بن  
والی ایک عمر کی (حوریں) اور  
جھلکتا جام۔ جس میں نہ کوئی بیہودہ  
بات سنیں نہ جھٹلاتا، صلہ تمھارے  
رب کی طرف سے نہایت  
کافی طار۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ مَفَازًا  
حَدَّثَ آتَيْنَ ذَاعْنًا بِغَا  
وَكُوَاعِبٍ أَتْرَابًا وَكَاسًا  
دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا  
لَغْوًا وَلَا كِذَّ ۚ أَبَاهُ جَزَاءً  
مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً  
حِسَابًا ۝

کافروں کو کیا سزا ملے گی اس سلسلے میں قرآن کریم بتاتا ہے کہ :-  
بے شک ہم نے کافروں کے لیے  
تیار کر رکھی ہے۔ زنجیریں اور  
طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ۔

إِنَّا آَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ  
سَلَاسِلًا وَأَعْتَدْنَا  
وَسَعِيرًا ۝

۱۔ پارہ ۲۹، سورۃ الدھر، آیت ۱۲ تا ۲۲

۲۔ پارہ ۳۰، سورۃ النبأ، آیت ۳۹ تا ۴۶

۳۔ پارہ ۲۹، سورۃ الدھر، آیت ۴

کافر عذاب کو دیکھ کر بے حسرت و یاس اس روز ہی کہیں گے ۔  
إِنَّا أَنْذَرْنَاكَ عَذَابًا قَرِيبًا  
تَوْمَ مَيَّنْظَرُ الْمَرْءِ مَا  
قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَ  
يَقُولُ الْكَافِرُ لَيْتَنِي  
كُنْتُ تُرَابًا ۝  
کافروں کو جس قسم کا عذاب دیا جائے گا۔ اس کی قرآنِ کریم نے یوں خبر دی ہے  
إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا  
لِّلطَّٰغِيْنَ مَا بَاءَ لِبَشَرٍ  
فِيهَا أَهْقَابًا ۝ لَا يَدْخُلُ فِيهَا  
فِيهَا بَرْدٌ وَلَا شَرَابٌ ۝  
الْأَحْمِيْمَاءُ وَغَسَّاقًا جَزَاءُ  
وَفَاثًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا  
لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝  
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝  
وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ  
كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَنْ  
تَزِيدَهُمُ الْعَذَابَ ۝  
جہنم میں ایک ٹھکانہ ہے جس میں ہر قسم کی سزا کا  
کاٹھکانا، اس میں قرون رہیں گے  
اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا  
مزرہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو  
مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا  
پیپ۔ جیسے کو تیسرا بدلہ دے بے شک  
انہیں حساب کا خوف نہ تھا اور  
انہوں نے ہماری آیتیں بساطِ بھر  
جھٹلائیں اور ہم نے ہر چیز شمار  
کر رکھی ہے اب چھو کہ ہم تمہیں نہ  
بڑھائیں گے مگر عذاب ۔

۱۵ پارہ ۳۰، سورہ عبس، آیت ۲۳ تا ۲۲

۱۶ الصن

قیامت کا نقشہ قرآن کریم نے اس طرح بھی کھینچا ہے تاکہ انسان عبرت حاصل کرے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاعَةُ ۝  
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ  
أَخِيهِ ۝ ذَاؤُمِهِ ذَاؤُمِيهِ  
وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ أُمَرٍ  
مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُعْنِيهِ ۝  
وَجُوهٌ يُّوْمِئِذٍ مُّسْفَرَةٌ ۝  
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝  
وَوُجُوهٌ يُّوْمِئِذٍ عَلَيْهَا  
غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝  
أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ  
الْفَجِرَةُ ۝

پھر جب آئے گی وہ کان بھاٹنے  
والی چٹکھاڑ۔ اس روز آدمی بھاگے  
گا اپنے ماں باپ اور بھائی اور  
بیوی اور بچوں سے۔ ان میں  
سے ہر ایک کو اس روز اپنی فکر  
ہے اور وہی اسے بس ہے۔ کتنے  
منہ اس روز روشن ہوں گے  
ہنستے خوشیاں مناتے اور کتنے  
چروں پر اس روز گرد پڑی  
ہوئی ہوگی۔ ان چروں پر سیاہی  
چڑھ رہی ہے یہ وہی ہیں کافر

بدکار۔

۱۵

نیکوں اور بدوں کے انجام کی وضاحت فرماتے ہوئے قرآن کریم نے یہ بھی

فرمایا ہے :-

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ ۝  
الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ  
الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۝ وَبَدَّرَ  
بِهِ ۝

پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے  
بڑی اس روز آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی  
اور جنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائیگی تو وہ جس نے

۱۵ پارہ ۲۰ ، سورۃ عبس ، آیت ۲۳ تا ۴۲

الجَحِيمُ لَسَنُ يَرَى . قَامًا  
مَنْ طَغَى . وَآثَرَ الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا . فَإِنَّ الْجَحِيمَ  
هِيَ الْمَأْوَى . وَآمًا  
مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ  
نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى .  
فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى .

سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو  
ترجیح دی تو بے شک جہنم ہی  
اس کا ٹھکانہ ہے اور وہ جو اپنے  
رب کے حضور کھڑے ہونے  
سے ڈرا اور نفس کو خواہش  
سے روکا تو بے شک جنت ہی  
ٹھکانا ہے ۔

اچھوں اور بُروں کے اخروی انجام کے بارے میں قرآن کریم نے یہ تصریح  
بھی فرمائی ہے ۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ  
الْغَاسِيَةِ . وَحُبُّ  
كُوْمٍ مَشْنَدٍ خَاشِعَةٍ . عَامِلَةٍ  
نَاصِبَةٍ . تَصْلَى نَارًا خَامِيَةً .  
تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ أَرِيَّةٍ .  
لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا  
مِنْ ضَرِيْعٍ . وَلَا يُسَمُّ  
وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ .  
وَجُودٌ لَا يُوْثِقُ مَشْنَدٍ  
نَاصِبَةٍ . لِسَجِيهَارِصِيَّةٍ .

بے شک تمہارے پاس اس  
مصیبت (قیامت) کی خبر آئی جو  
چھا جائے گی کتنے منہ اس روز ذیل  
ہوں گے ، کام کریں ، مشقت  
جھیلیں جائیں بھرکتی آگ میں ۔  
نہایت جلے چٹنے کا پانی پلائے  
جائیں ان کے لیے کچھ کھانا نہیں  
مگر آگ کے کلنے کے نہ فری لائیں  
اور نہ بھوک میں کام دیں ۔ کتنے ہی  
منہ اس روز چین میں ہوں گے

۱ پارہ ۳۰ ، سورہ النازعات ، آیت ۳۲ تا ۴۱



فِي حَبْنَةٍ عَالِيَةٍ ۚ لَا تَسْمَعُ  
فِيهَا لَوَغِيَّةٌ ۚ فِيهَا عَيْنٌ  
جَارِيَةٌ ۚ فِيهَا  
سُرُورٌ ۚ مَرْفُوعَةٌ  
وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ۚ  
وَنَمَارِقٌ مَصْفُوفَةٌ ۚ وَ  
زُرَّاجِيٌّ مَبْتُوثَةٌ ۚ

اپنی کوشش پر راضی، بلند باغ  
میں کہ اس میں کوئی بے ہودہ  
بات نہ سنیں گے اس میں رواں  
چشمہ ہے اس میں بلند تخت  
ہیں اور چنے ہوئے کوزے،  
اور برابر برابر بچھے ہوئے  
قالین اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔

ابرار یعنی نیک لوگوں کا انجام کیسا ہوگا اور ان کی مہمان نوازی کے بارے میں

قرآن کریم نے تصریحاً بتایا ہے :-

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ  
عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ  
تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ  
نَضْرَةً النُّعِيمِ  
يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ  
مَخْتَلُومٍ ۖ خَمِئَةٌ مَسْكُوفٌ  
وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ  
الْمُتَنَافِسُونَ ۚ وَمِمَّا رَجَاهُ  
مِنْ تَسْنِيمٍ ۚ عَيْنًا يَشْرَبُ  
بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۚ

بیشک ملوک و ضرورین (راحت) میں  
ہیں تختوں پر دیکھتے ہیں تو ان کے  
چہروں میں عین کی تازگی پہچانے  
نمٹری شراب پلٹے جاؤں گے جو  
مہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مہر  
مشک ہے اور اسی پر چاہیے کہ  
لپٹائیں بلچانے والے اور اس کی  
ملائی تسنیم سے ہے وہ چشمہ  
جس سے مقربان بارگاہ پیئے  
ہیں۔

۱۶ پارہ ۳۰۔ سورۃ الفاشیہ، آیت ۱ تا ۱۶

۱۷ پارہ ۳۰، سورۃ المطففین، آیت ۲۲ تا ۲۸

راقم الحروف نے قیامت اور اس کے متعلقات کے بارے بطور نمونہ چند قرآنی آیات پیش کر دی ہیں تاکہ عقائد کی اصلاح ہو اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مجدد اعظم قدس سرہ کی تصانیف عالیہ سے اس سلسلے کی چند عبارتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱۰۴)

چونکہ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے تو اس کا مذاب ایک لحاظ سے دنیاوی عذاب سے مشابہت رکھتا ہے کہ وہ ختم ہو جانے والا ہے اور دوسرے لحاظ سے آخرت کے عذاب سے مشابہت رکھتا ہے کہ وہ عذاب آخرت کی جنس سے ہے۔ اس عذاب کے مستحق اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جو پیشاب کی پھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتے، بے ہودہ باتیں بناتے اور جعل خوری کی عادت کا شکار ہیں۔ قبر میں منکر نکیر کے سوال بھی برحق ہیں یہ موقع ایک عظیم آزمائش اور امتحان کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قبر میں ثابت قدم رکھے۔ آمین

(۱۰۵)

جو کچھ انھوں (انبیائے کرام) نے آخرت کے متعلق خبریں دی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ عذاب قبر اور اس کی تنگی، منکر نکیر کے قبر میں سوال اور دنیا کا فنا ہونا اور آسمانوں کا مچھٹنا اور ستاروں کا گرنا، زمین اور پہاڑوں کا اٹھایا جانا اور ان کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، جسم میں روح کا آنا اور حشر و نشر ہونا، قیامت کا زلزلہ اور قیامت کی ہولناکیاں اور اعمال کا محاسبہ اور کیے ہوئے افعال کے متعلق اعضاء کی

لے شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۷

شہادتیں، نیکی اور بدی کے اعمال ناموں کا دائیں بائیں اڑتے پھرنے اور نیکیوں بدیوں کا وزن کرنے کی غرض سے ترازو کا رکھا جاتا تاکہ نیکی اور بدی کی کمی زیادتی ظاہر کی جائے۔ نیکیوں کا پلہ بھاری ہونا نجات کی علامت ہے اور اگر ہلکا رہے تو یہ خسارے کا نشان ہے اس ترازو میں ہلکے بھاری کا معیار دنیاوی اصول کے خلاف ہوگا۔ وہاں بھاری اوپر کو جائے گا اور ہلکا نیچے کو جھکے گا۔

۱۰۶

پُل صراط کو دوزخ کی پشت پر رکھا جائے گا مومن اس کے اوپسے گزر کر بہشت میں چلے جائیں گے اور کافروں کے پاؤں لڑکھڑائیں گے حتیٰ کہ وہ دوزخ میں گر پڑیں گے یہ حق ہے اور اسی طرح ثابت ہے۔ بہشت اہل ایمان کو آرام پہنچانے کے لیے تیار کی گئی ہے جبکہ دوزخ کافروں کو عذاب دینے کے لیے بنائی گئی ہے یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گی، اور کبھی فنا نہیں ہوں گی۔

۱۰۷

حساب و کتاب کے بعد، مومن جب بہشت میں چلے جائیں گے تو وہ ہمیشہ بہشت میں ہی رہیں گے اور اس سے کبھی باہر نہیں آئیں گے۔ اسی طرح کافر جب دوزخ میں چلے جائیں گے تو وہ اسی میں رہیں گے اور ہمیشہ انہیں سزا ملتی رہے گی۔ ان کی سزا میں تخفیف جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”ان سے کبھی عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت ہی دیئے جائیں گے۔ جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اگر اپنے اعمال کی شامت سے دوزخ

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷

۲۔ الصنۃ

میں گیا تو گناہوں کے مطابق اس کو سزا ملے گی اور آخر کار دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ احترامِ ایمان کے باعث اس کے چہرے کو سیاہ نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ کافروں کے چہروں کو سیاہ کر دیا جائے گا اور انھیں بیڑیاں (زنجیریں) پہنائی جائیں گی، گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔

(۱۰۸)

قیامت کی علامتیں جن کی خبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے وہ سب برحق ہیں ان میں خلاف ہونے کا احتمال نہیں ہے مثلاً خلافِ عادت سورج کا مغرب سے نکلنا، حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کا ظہور، حضرت روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول، دجال کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا، وابۃ الارض کا نکلنا، ایک دھوئیں کا آسمان سے پیدا ہونا جو تمام لوگوں کو گھیرے گا اور دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور آدمی بے قراری میں کہیں گے: "اے ہمارے پروردگار! اس عذاب سے ہمیں بچالے ہم ایمان لاتے ہیں اور آخری علامت وہ آگ ہے، جو عدن سے اٹھے گی"۔

(۱۰۹)

قیامت کا دن برحق ہے اور یقیناً آنے والا ہے اس روز آسمان اور زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ستارے گر پڑیں گے اور زمین اور پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر معدوم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ نصوصِ قرآنیہ نے ان باتوں کو صراحتاً بیان کیا ہے۔ قیامت پر تمام اسلامی فرقوں کا اجماع ہے اور اس کا منکر کافر ہے اگرچہ وہ اپنے وہی

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷  
۲۔ ایضاً



مقدمات سے کفر کو راستہ کر کے دکھائے اور اس طرح بے وقوف لوگوں کو گمراہ کرے۔  
اس روز قبروں سے اٹھنا، برسیدہ اور گلی مٹری ہڈیوں کا زندہ ہونا حق ہے۔ اعمال کا  
حساب، میزان کا رکھا جانا، نامہ اعمال کا اڑنا، ان کا نیک لوگوں کے دائیں ہاتھ میں  
اور بُرے آدمیوں کے بائیں ہاتھ میں پہنچنا بھی حق ہے۔ پل صراط جس کو دوزخ کی  
پشت پر رکھا جائے گا اور اس کے اوپر سے گزر کر جنت میں جائیں گے اور دوزخی  
دوزخ میں گر جائیں گے، حق ہے۔ کافروں کو دوزخ میں عذاب اور اہل ایمان کو  
جنت میں ثواب ہمیشہ ملے گا۔ آسمانوں کے پھٹنے، ستاروں کے جھڑنے اور پہاڑوں کے  
ریزہ ریزہ ہو جانے پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

۱۱۰

حساب اور میزان اور پل صراط حق ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
ان کا خبر دی ہے۔ مقام نبوت سے نا آشنا لوگوں کے نزدیک اگر یہ امور بعید از عقل  
ہیں تو ان کا دعویٰ اعتبار کے لحاظ سے ساقط ہے، کیونکہ نبوت کی حقیقت عقل کی حقیقت  
سے بہت ہی بلند ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دی ہوئی سچی خبروں کو عقل کے  
ساتھ موافقت پر مجبور کرنا حقیقت میں مقام نبوت کا انکار ہے کیونکہ یہاں تو بات صرف  
اتباع پر ختم ہو جاتی ہے کیا وہ نہیں جانتے کہ مقام نبوت طور عقل کے خلاف ہے اور وہ  
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے لیے ایسے عالی مطالب کی طرف ہدایت نہیں پا  
سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور وہاں تک رسائی نہ ہونا اور بات ہے کیونکہ مخالفت مقصود  
تک پہنچنے کے بعد متصور ہوتی ہے۔

۱۔ شیخ احمد سرمدی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۷  
۲۔ دفتر اول، مکتوب ۲۶۶

(۱۱۱)

بہشت اور دوزخ موجود ہیں، قیامت کے روز حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک گروہ کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا اور ان کا ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ جیسا کہ قطعی اور پختہ نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱۱۲)

## ایمان اور کفر

ایمان ان تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور توازن کے طریق پر ہم تک پہنچتے ہیں۔ نقدیق قلبی سے مراد ہے اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن ہے۔ لیکن یہ سقوط کا احتمال بھی رکھتا ہے۔ کفر و کافر اور خصائص کفر مثلاً زنا و بدھمی اور اس قسم کی دوسری رسوم سے جو ان سے پائی جاتی ہیں۔ تبری کرنا اور بیزار ہونا علامت نقدیق ہے۔ اگر کوئی نقدیق کا دعویٰ بھی کرے تو عیناً بائد کفر سے بیزاری اور تبری بھی ظاہر نہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دنیوں کا نقدیق کرنے والا ہے اور ارتداد کے نشان سے داغدار۔ حقیقت میں اس کا حکم منافق جیسا ہے کہ لا الہ الا ھو لا ھو لا الہ الا ھو لا ھو پس ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبری کرنا ضروری ہے ادنیٰ تبری یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھی جائے وہ دشمنی خواہ دل سے ہو جبکہ ضرر کا ڈر ہو اور خواہ دل و جسم سے ہو جبکہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔ آیہ کریمہ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

۱۔ شیخ احمد سرمنہی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۶۶

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اسی مضمون کی تائید کرتی ہے کیونکہ  
اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے دشمنوں سے دشمنی  
رکھے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اس جگہ یہ مصرع پوری طرح صادق آتا ہے۔ ط  
تو لی ہے تبری نیست ممکن ہے

۱۱۲

حق تعالیٰ جل و علا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے فقیر کی نظر میں اس  
تبری کے برابر کوئی عمل نہیں ہے اس بیزاری کا ہونا ضروری ہے کیونکہ حضرت حق  
سبحانہ و تعالیٰ کو کفر اور کافری کے ساتھ عداوت ہے اور الہ آفاقی مثل لات و عزری  
اور ان کے پوجنے والے بالذات حق سلطانہ کے دشمن ہیں اور اس برے فعل کی  
مزد و زرخ کا دائمی عذاب ہے۔ ط

۱۱۳

ایمان دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے کہ جو کچھ تو اثر اور یقین کے  
ساتھ ہم تک پہنچا ہے خواہ اجمالاً خواہ تفصیلاً، اس کا زبان سے اقرار کیا جائے۔ اعضا  
کے اعمال نفس ایمان سے خارج ہیں ہاں وہ ایمان میں کمال بڑھاتے ہیں اور حسن  
پیدا کرتے ہیں۔ ط

۱۱۵

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کمی بیشی کو قبول نہیں کرتا،

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۶۶

۲۔ دفتر دوم، مکتوب ۶۷

۳۔ ایضاً

کیونکہ دل کی تصدیق نفس یقین سے عبارت ہے کہ اس میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں ہے اور جو فرق کو قبول کرے وہ ظن و وہم کے دائرے میں داخل ہے۔ ایمان میں کمال اور نقص طاعات و حسنات کے اعتبار سے ہے۔ جتنی طاقت زیادہ ہوگی اتنا ہی کمال ایمان زیادہ ہوگا۔ پس عام مومنین کا ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان جیسا نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا ایمان طاقت کے ہونے کی وجہ سے کمال کی انتہا کو پہنچا ہوتا ہے جبکہ عام مومنین کا ایمان ان کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، اگرچہ دونوں نفس ایمان میں شرکت رکھتے ہیں۔

(۱۱۶)

گناہوں کے ارتکاب سے اگرچہ وہ بحیرہ ہی کیوں نہ ہوں کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور کفر کے دائرے میں داخل نہیں ہو جاتا ہے۔

(۱۱۷)

اگر گناہگار مومن سکراتِ موت سے پہلے توبہ کی توفیق پالے تو نجات کی قوی امید ہے کہ توبہ قبول کرنے کا وعدہ ہے اگر توبہ و انابت سے مشرف نہ ہوا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگرچہ اس کو معاف کر دے اور جنت میں بھیج دے اور اگرچہ اسے تو گناہ کے مطابق سزا دے، خواہ آگ سے یا بغیر آگ کے۔ لیکن آخر کار پھر اس کی نجات ہے اور اس کا انجام بہشت ہے، کیونکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کافروں کے ساتھ خاص ہے اور جس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی ہوگا، وہ رحمت کا امیدوار ہے۔ اگر اپنے گناہوں کے باعث ابتداء میں خدا کی رحمت تک نہ پہنچا تو

---

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجلہ الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷  
۲۔ الصیغ۔



آخر میں اس کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے میسر ہو جائے گی۔ دَبَّانَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا  
بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ  
الْوَهَّابُ ۝ ۱۷

۱۱۸

اسی طرح پانچوں نمازوں کی فرضیت اور ان کی متعین رکعات پر اور مالِ زکوٰۃ  
کی فرضیت سے اور رمضان المبارک کے روزوں اور بیت الحرام کے حج بشرط استطاعت  
راہ پر ایمان لانا فرض ہے۔ اسی طرح شراب پینے کی حرمت اور قتل نفس بغیر حق اور  
ماں باپ کی نافرمانی اور چوری اور زنا اور یتیم کا مال کھانا اور سود لینا اور ان جیسی چیزوں  
کی حرمت پر ایمان لانا جو تواتر سے ثابت ہو چکی ہیں، ضروریاتِ دین سے ہے اور  
مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب پر ایمان سے خارج نہیں ہوتا، نہ کافر ہوتا ہے۔ کبیرہ گناہ  
کو حلال سمجھنا کفر ہے اور ارتکاب کبیرہ فسق ہے ۱۷

۱۱۹

اپنے آپ کو مومن برحق جاننا چاہیے یعنی ایمان کے ثبوت اور تحقق کا اقرار کرنا  
چاہیے اور استثناء کا کلمہ یعنی ایمان کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے  
شک کا وہم ہوتا ہے اور یہ ایمان لانے کی صورت میں منافات کی شکل رکھتا ہے۔ اگر  
استثناء کو خاتمے کی جانب راجع کریں جو مبہم ہے تو پھر بھی ثبوت حالی کے اشتباہ سے  
خالی نہیں ہے پس احتیاط یہی ہے کہ شک اور اشتباہ کی صورت کو ترک کر دیا جائے ۱۷

۱۷ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱

۱۸ الصیغۃ

۱۹ الصیغۃ

چونکہ یہ بدعتی فرقے اہل قبلہ ہیں لہذا ان کو کافر کہنے کی جرات نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ وہ ضروریاتِ دینیہ کا انکار نہ کر دیں اور احکامِ شرعیہ میں سے متواترات کا رد نہ کریں اور جو چیز یقینی طور پر دین میں آئی ہے اس کو قبول نہ کریں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی میں تنازعے و جہیں کفر کی پائی جائیں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس ایک وجہ کی تصحیح کرنی چاہیے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہیے یہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ذکر سے معقود باطل معبودوں کی نفی کرنا ہے، خواہ وہ آفاقی ہوں خواہ انفسی، آفاقی معبودوں سے مراد کافروں اور فاجروں کے معبود ہیں۔ مثلاً لات و عزری اور معبودانِ انفسی سے مراد نفسانی خواہشات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ایمان یعنی تصدیق قلبی جس کا ہمیں ظاہر شریعت نے مکلف ٹھہرایا ہے۔ معبودانِ باطل کی نفی کے لیے کافی ہے لیکن انفسی سے مراد نفسانی معبودانِ باطل کی نفی کے لیے نفسِ امارہ کا تزکیہ درکار ہے، جو اہل اللہ کے راستے پر چلنے (راہِ سلوک) کا حاصل ہے۔ ایمان حقیقی ان دونوں قسم کے معبودانِ باطل کی نفی سے وابستہ ہے۔

اگرچہ ایمان کے متعلق ظاہر شریعت کا حکم محض معبودانِ آفاقی کے ابطال و نفی سے بھی ہو جاتا ہے مگر اس قسم کا ایمان محض ایمان کی صورت ہوتی ہے جبکہ ایمان کی حقیقت معبودانِ انفسی کے ابطال ہی پر منحصر ہے۔ صورت ایمان کے تو زائل ہونے کا بھی احتمال ہے لیکن حقیقت ایمان اس احتمال سے محفوظ ہے کیونکہ صورت ایمان میں

---

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲۸

اول تو نفسِ امارہ ہی اپنے انکار اور کفر سے باز نہیں رہتا اس سے زیادہ کچھ حاصل نہیں ہوتا کہ نفسِ امارہ کی مخالفت کے باوجود قلب میں یک گونہ تصدیق پیدا ہو جاتی ہے لیکن ایمانِ حقیقی میں خود نفسِ امارہ، جو اپنی ذات کے اعتبار سے سرکش ہے وہ مطیع و فرمانبردار ہو کر سرکشی سے باز آ جاتا اور شرفِ ایمان سے مشرف ہو جاتا ہے۔ ان تسکیناتِ شرعیہ سے مقصود بھی نفس کو عاجز کرنا اور اسے خراب کرنا ہے کیونکہ قلب تو بذاتِ خود احکامِ الہیہ جلِ سلطانہ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔ اگر قلب میں کسی قسم کی خباثت پیدا ہوتی ہے تو وہ نفس کی ہمسائیگی کے باعث ہوتی ہے۔ . . . . . لہذا تزکیہ نفس ضروری ہے تاکہ ایمان کی حقیقت حاصل ہو سکے اور وہ زوال سے محفوظ ہو سکے۔ تزکیہ نفس کا تعلق درجہ ولایت سے حاصل ہوتا ہے جس سے مراد فنا اور بقا ہے جب تک کوئی آدمی درجہ ولایت تک نہ پہنچ جائے اطمینانِ نفس ممکن نہیں ہے اور جب تک نفسِ اطمینان سے وابستہ نہ ہو جائے حقیقتِ ایمان کی بوجھ بھی مشامِ جان تک نہیں پہنچ سکتی اور وہ زوال کے اندیشہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اَلَا اِنَّ اَوَّلِيَّاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ ۱۷

## عقل

(۱۲۲)

عقل اگرچہ محبت ہے لیکن محبت بالغہ نہیں ہے اور نہ محبت میں کامل ہے۔ محبت بالغہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیٰات کی بعثت سے

۱۷ شیخ احمد سرمنہدی، حمید الدف ثانی، معارفِ اسلامیہ مطبوعہ کراچی، ص ۲۸، ۲۹

مستحق ہوتی ہے یہ

(۱۲۳)

جب بعض امور کے ادراک میں عقل کا مقصور ثابت ہو گیا تو پھر تمام احکام شرعیہ کو عقل کی میزان میں تولنا اچھا نہ ہوگا اور حقیقت میں اس حکم کی تطبیق کا احترام کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ عقل کو مستقل تسلیم کیا جائے اور نبوت کے طریقے کا انکار کیا جائے  
اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ ۔ ۱۷

## اصحابِ رسول

(۱۲۴)

ان بزرگوں (صحابہ کرام) کی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور ان کی عدم تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عدم تعظیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کے باعث تمام صحابہ کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیے۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہیں کرتا اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی ایمان نہیں ہے۔ ۱۷

(۱۲۵)

آنحضرت کے صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ

۱۷ شیخ احمد سرمدی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۳۶

۱۸ العین

مکتوب ۱۷

۱۹ العین



تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے باعث حسن ظن کی ضرورت ہے اور یہ جاننا چاہیے کہ بہترین زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تھا اور آپ کے صحابہ کرام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبی آدم میں سب سے بہترین انسان ہیں پس حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بہترین نبی آدم ہوں وہ امر باطل سے باز نہیں کر سکتے اور غیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین کا فرو فاسق نہیں بنائے جاسکتے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ صحابہ کرام بہترین نبی آدم ہیں یہ اس لیے کہا ہے کہ یہ امت نص قرآنی کی رو سے خیر الائم ہے اور اس امت میں سے بہترین وہی حضرات (صحابہ کرام) ہیں۔ کیونکہ کوئی ولی بھی کسی بھی صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا یہ

(۱۲۶)

صحابہ کرام کی محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو مستلزم ہے اور صحابہ کرام سے بغض و عداوت رکھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی کو مستلزم ہے۔

(۱۲۷)

حضرات خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے کیونکہ اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضلیت خلیفہ اول کی وجہ سے اس فقر کے نزدیک نہ کثرتِ فضائل ہے اور نہ کثرتِ مناقب بلکہ ایمان میں اسبقیت، مال خرچ کرنے میں اذمیت اور تائید دین و ترویج

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۹۶

۲۔ الصیغ

شرع متین کے لیے اپنی جان خرچ کرنے میں اولیت ہے۔ سابق گو یا دین کے معاملے میں لاحق کا استاد ہے اور لاحق کو جو کچھ ملتا ہے وہ سابق کے خوانِ کرم سے ملتا ہے اور مذکورہ تینوں صفاتِ کاملہ کا مجموعہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔ ایمان کی اسبقیت کے ساتھ جس نے مال خرچ کرنے اور اپنی جان قربان کرنے کو جمع کیا وہ ہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو ان کے علاوہ امت میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ مرضِ وفات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کوئی آدمی بھی اپنی جان اور اپنا مال خرچ کرنے میں ابوبکر بن قحافہ سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا نہیں ہے۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً وہ ابوبکر ہوتا۔ اس مسجد کے تمام درپے بزرگ و دوسوٹے درپے ابوبکر کے رہے۔

(۱۲۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دونوں اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں اور جو شخص مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے، بہتان طراز ہے اور میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جیسے مفتری کو لگاتا ہوں۔

(۱۲۹)

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفر و ضلالت کا احتمال (بقولِ روافض) رکھتے تو صحابہ کرام اپنی عدالت اور کثرت کے باوجود ان کو پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا

۱۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دوسرا سہ ماہی، مکتوب ۱۷  
۲۔ البیہ

جانشین کبھی نہ بناتے۔ خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکذیب بھی ہوتی ہے اور اس بات کو ایک بھی ایسا آدمی جو صاحب عقل و دانش ہو برگز تسلیم نہیں کرے گا ایسا سمجھنے پر اس زمانے میں کون سی مجبلائی باقی رہ جائے گی جس زمانے کے متنتیس ہزار آدمی باطل پر جمع ہو جائیں اور ایک ضال مضل کو پیغمبرِ جانشین بنادیں۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت (روافض) کو انصاف کی توفیق دے کہ اکابرِ پر زبان درازی سے باز آجائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے حق کو ملحوظ رکھیں۔

۱۲۰

زیادہ کیا لکھوں اور روشن ترین یہی بات گوارہ کنتار روشن کروں، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و توصیف سے تو قرآن کریم بھی بھرا ہوا ہے۔ ایک سورۃ واللیل ہی کو دیکھ لیجیے کہ تین آیات ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور صحیح احادیث توبے شمار ہیں جو ان کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ گزشتہ انبیائے کرام کی کتابوں میں بھی ان کے اوصاف و شمائل تھے بلکہ تمام صحابہ کرام کا تذکرہ تھا۔

۱۲۱

حضراتِ شیخین (خلیفہ اول و دوم) کی افضلیت اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے، جیسا کہ اس کو اکابر نے نقل کیا ہے جن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ، جو اہل سنت کے سردار ہیں، فرماتے ہیں کہ باقی امت پر شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور دوسرے صحابہ پر ان کی افضلیت کا انکار کوئی جاہل یا

۱۷ شیخ احمد سرمندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲۴

۱۷ ایضاً

متعصب ہی کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے میں اسے اتنے کوڑے ماروں گا جتنے تہمت لگانے والے کو مارے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں اور ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں نے دعا کی کہ میرے بعد خلیفہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو۔ فرشتوں نے عرض کی یا رسول اللہ! جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ شیخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک انھوں نے مجھ سے عہد نہ لے لیا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر ہوں گے، پھر عمر پھر عثمان اور پھر تم خلیفہ ہو گے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۱۳۲)

حضرت فاروق اعظم بلکہ خلیفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتاب و سنت میں جنت کی بشارت دی گئی ہے اور وہ حدیثیں جو خاص طور پر ان کی بشارت جنت کے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ اپنے معتبر رواۃ کی کثرت کے سبب سے حدیثت بلکہ معنادار تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ان کا انکار یا توجہ الٹ کی بناء پر ہے یا عناد کی بناء پر۔ صحیح اور حسن حدیثوں کے راوی اہل سنت ہیں جنھوں نے اپنے اساتذہ صحابہ و تابعین سے ان کو روایت کیا ہے۔ اگر تمام مخالف فرقوں کے رواۃ کو اکٹھا کریں تو اہل سنت کی کتب احادیث نے ان بشارتوں کو روایت نہیں کیا تو کیا غم ہے۔ کیونکہ بشارت کی روایتوں کا نہ ہونا عدم بشارت ہے۔

۱۔ شیخ احمد سرمدی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶،



دلالت نہیں کرتا بلکہ ان اکابر کو جنت کی بشارت تو قرآن کریم بھی دے رہا ہے یعنی ثبوت کافی ہے اور قرآن کریم میں ایسی متعدد آیات ہیں ۱۷

(۱۳۲)

جب تمام صحابہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے تو پھر اکابر صحابہ کے متعلق جنہوں نے مال خرچ کرنے اور جہاد کرنے اور ہجرت کرنے میں سب پر سبقت کی۔ ان کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ ۱۸

(۱۳۳)

امام محی السنۃ نبوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے اور اس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ اس قوم سے خوش ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ایسے حضرات کو کافر کہنا جنہیں کتاب و سنت میں بشارت جنت ملی ہو، بدترین قسم کا کفر ہے ۱۹

(۱۳۵)

جانتا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کتاب و سنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی ان کے زمانہ ہی سے وابستہ ہے اگر یہ حضرات تمام یا ان میں سے بعض مطعون ہو

۱۷ شیخ احمد مرندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۹۶

۱۸ ایضاً

۱۹ ایضاً

174

۹۱	شیخ احمد سرہندی، مجتہد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲۴
۹۲	دفعہ دوم، مکتوب ۹۹

(۱۳۷)

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں رُحَمَاءُ بَیْتِهِمْ فرمایا ہے پس ان بزرگوں کے متعلق آپس میں عداوت اور کینہ رکھنے کا گمان کرنا نص قرآنی کے خلاف ہے۔

(۱۳۸)

ان بزرگوں (صحابہ کرام) میں بغض و عداوت کا اثبات کرنا فریقین پر طعنہ زنی کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس صورت میں دونوں جانب سے امان اٹھ جائے گی اور نعوذ باللہ صحابہ کرام کے دونوں فریق مطعون ہوں گے جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰات والتسلیٰات کے بعد جملہ بنی آدم سے بہترین ہیں وہ بدترین ٹھہریں گے اور بہترین زمانہ گویا بدترین زمانہ قرار پائے گا کیونکہ اس زمانہ کے تمام افراد بغض و عداوت سے متصف قرار پائیں گے اور کوئی مسلمان ہرگز ایسی جرأت نہیں کر سکتا اور نہ ایسی بات کو کبھی قبول کر سکتا ہے۔ اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا بندگی باقی رہ گئی کہ تینوں خلفاء اگر ان کے دشمن تھے تو درپردہ انھیں بھی ان سے عداوت ہوگی اور یہ فریقین پر جرح و فہج سے حالانکہ وہ حضرات آپس میں شکر و شکر ادا ایک دوسرے کے دلی خیر خواہ اور قدردان تھے۔

(۱۳۹)

وہ جنگیں جو اصحاب رسول کے درمیان واقع ہوئیں انھیں چھ معافی پر محمول کرنا

۱۔ شیخ احمد سرمدی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۹۶  
۲۔ ایضاً

چاہیے اور ان کو نفسانی اغراض، بدگمانی، جاہ و منصب یا حکومت کی محبت وغیرہ امور کی طلب سے دور رکھنا چاہیے کیونکہ یہ رذیل صفات نفسِ امارہ کی ہیں اور ان بزرگوں کے نفوسِ صحبتِ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے باعث پاس ہو چکے تھے۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ جھگڑے اور جنگیں جو خلافتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں واقع ہوئیں ان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور فریقِ ثانی سے اجتہادی غلطی ہوئی جس پر طعن اور ملامت کی مجال نہیں انھیں فاسق کہنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ عدول اور وثوق میں یکساں ہیں ان کا باہمی نزاع کسی کے لیے بھی جرح کا سبب نہیں ہے۔

سارے ہی صحابہ کرام سے محبت رکھنی چاہیے کیونکہ ان کی دوستی رسول اللہ کی دوستی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے صحابہ سے محبت رکھی تو اس نے میری محبت کے باعث ان سے محبت رکھی ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کے باعث ان سے بغض رکھا ہے۔

(۱۲۰)

پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی پیش نظر تھی کہ آپ نے فرمایا: جب فتنوں اور بدعتوں کا دنیا میں ظہور ہوا اور میرے اصحاب پر سب دشتم ہونے لگے تو ہر عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کا ہتھیار کام میں لائے اور جس نے ایسا نہیں کیا اس پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔ اس کی توبہ اس کا فدیہ اور اس کے فرائض و نوافل درجہ قبولیت کو نہیں پہنچیں گے۔

۱۔ شیخ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۷،

ناشر اہل سنت، مطبوعہ لاہور، ص ۷



دفع اشکال میں بطریق اثبات مقدمہ ممنوعہ ہم کہتے ہیں کہ جب شیعہ انتہائی تعصب و عناد سے اسلاف پر طعن اور خلفائے ثلاثہ پر سب و شتم کرتے بلکہ ان کو کافر کہنے کو اسلام اور اپنی عبادت خیال کرتے تھے تو لامحالہ اعاذیث صحاح جو ان کے مناقب میں واقع ہیں، ان میں بے سند و بے دلیل جرح و قدح کرتے ہیں اور ان میں تحریف و تصرف سے کام لیتے ہیں یہ تو کلام اللہ جس پر مدار اسلام ہے اور قرنِ اول سے متواتر نقل ہے اور کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں اور مطلق زیادتی و نقصان کا اس میں احتمال نہیں۔ اس میں بھی گھڑی ہوئی آیتیں اور بناوٹی کلمے ملا دیتے ہیں اور آیات قرآنیہ میں تحریف کو روار کھتے ہیں..... انتہائی گمراہی کا شکار ہو کر یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ حضرت عثمان نے ان بعض آیات قرآنی کو چھپا لیا ہے جو اہل بیت کی مدح میں وارد تھیں اور ان کو قرآن میں شامل نہیں کیا۔ یہ بات بھی اوپر گزر چکی ہے کہ ان شیعہ کا ایک فرقہ اپنے گروہ کے نفع و بہبود کے لیے جھوٹی گواہی کو روار کھتا ہے۔ انھیں برائیوں کے باعث یہ لوگ طعن کے نشانے بنے اور ان پر سے اعتماد اٹھ گیا اور ان کی عدالت ختم ہو گئی۔ ان کی تصنیف شدہ کتبیں اعتبار کھو بیٹھیں اور ان کا درجہ تحریف شدہ توریت و انجیل سے مختلف نہ رہا۔ اہل سنت کی کتب صحاح میں مثلاً بخاری شریف جو اللہ کی کتاب کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے یا مسلم شریف وغیرہ میں خلفائے ثلاثہ کی مدح و ستائش کے علاوہ کچھ نہیں لیکن یہ اپنے فساد طبع اور خرابی مزاج سے اس کو مذمت خیال کر بیٹھے یہ ان کا سرسری خیال فساد اور تصور باطل ہے۔ کوئی صفحہ وی مزاج والا جس طرح شکر کو کڑوا جاتا ہے بس یہی حال ان کا ہے۔

(۱۴۲)

واضح ہو کہ جو احادیث ان کی مدح میں وارد ہیں وہ ان کی عاقبت کی درستی اور بہتری کی کھلی دلیل ہیں اور ان کے پُر امن غائے کو بتاتی ہیں ان احادیث کا مضمون صاف اس کی طرف مشیر ہے اور اس قسم کی صحیح اور حسن حدیثیں بہت سی ہیں اور جس طرح گناہ کے سرزد ہونے سے پہلے یا اس قصور سے پہلے جس کا سرزد ہونا معلوم ہو عقوبت مناسب نہیں، اسی طرح جس کی برائی معلوم ہو اور وہ سزاوار عقوبت ٹھہرنے والا۔ اس کی مدح و ستائش بھی روا نہیں لہذا مدح و تعظیم ان بزرگوں کی ان کی اچھائی پر صاف دال ہے، فی الوقت بھی اور آئندہ بھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امیر نے ابنِ ماجہ کو اگر تراویح نہیں دی تو اس کی تعریف و توصیف بھی نہیں کی۔ اور اس کی تعظیم و توقیر کو روانہ رکھا۔

(۱۴۳)

شارح تجرید نے کہا کہ جس کو دین سے ذرا سا بھی لگاؤ ہو وہ کیسے یہ گمان کرے کہ صحابہ کرام جنہوں نے آنحضرت کی نفرت کی خاطر شریعت کو برقرار رکھنے کے لیے اور آبنجاب کی تعمیل حکم اور اتباع طریقہ کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔ اپنا مال و دولت لٹا ڈالا، اپنے عزیز و اقارب اور کنبے والوں کو قتل کیا۔ وہ آبنجاب کو دفن کرنے سے پہلے آپ کی مخالفت کر بیٹھتے۔

(۱۴۴)

ہم مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مصاحبت بشرط مناسبت بلاشبہ

۱۔ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت، مطبوعہ لاہور، ص ۴۵

۲۔ ایضاً ص ۵۱، ۵۲

مؤثر ہے اور اس کی تاثیر کا انکار بدایت کو ٹھکرانا اور عرف و عادت سے مقابلہ کرنا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔ جو صحبت کے آثار کا منکر ہے اس کی جہالت ہمارے نزدیک ثابت ہے چونکہ مسلم اور کافر میں مناسبت نہیں لہذا ایک دوسرے کی صحبت کا اثر لینے سے محروم رہ گئے اور یہ جو منقول ہے کہ وہ دونوں بہت پرست حضرت یوسفؑ کی صحبت کی برکت سے مسلمان ہو کر مشرکین کی عادت سے بیزار ہو گئے تو حضرت صدیق پوری مناسبت رکھنے کے باوجود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے کیوں سعادت اندوز نہ ہوتے اور آنجناب کے کمال و معارف سے کس طرح محروم رہ جاتے۔ چنانچہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ایک چیز ڈالی اور وہ میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دی“ ظاہر ہے کہ جس قدر مناسبت زیادہ اسی قدر فائدہ صحبت زیادہ۔ لہذا اسی لیے حضرت صدیق تمام صحابہ سے افضل ٹھہرے اور صحابہ میں سے کوئی بھی آپ کے درجے کو نہ پہنچ سکا کہ آنحضرت کے ساتھ انھیں سب سے زیادہ مناسبت تھی۔

(۱۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کو نماز روزے کی کثرت کے باعث فضیلت نہیں دی گئی بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے سینے میں ڈالی گئی ہے۔ علماء نے فرمایا کہ وہ چیز بہت اور فنا فی حب رسول ہے۔ انصاف شرط ہے کہ پیغمبر خدا کے ایسے ساتھی کو کس طرح مذمت اور لعنت کے قابل قرار دیا جاسکتا ہے۔ بہت بڑی بات ہے جس کو وہ اپنے مومنوں سے نکالتے ہیں اور وہ نہیں کہہ رہے مگر جھوٹی بات ہے۔

۱۵ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت، مطبوعہ لاہور، ص ۵۷

۱۶ ایضاً ص ۵۷، ۵۹

حضرت امیر باوجود انتہائی بہادر ہونے کے جب خلفائے ثلاثہ سے لوگوں نے بیعت کی تو انہوں نے منع نہیں فرمایا بلکہ خود بھی متابعت میں حصہ لیا۔ لہذا یہ بات بھی بیعت کے حق ہونے پر کھلی دلیل ہے ورنہ حضرت علی کی شان میں فرق آتا ہے یہ

شیعہ نے اس طرح بھی لکھا ہے کہ قبل اس کے کہ حضرت امیر آنحضرت کی تجہیز و تکہیز سے فارغ ہوں خلفائے ثلاثہ نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں اکثر صحابہ کو جمع کیا اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اب جبکہ حضرت علی نے اس بات کی خبر پائی تو متبیین کی کمی اور اہل حق کی بلا وجہ خونریزی سے ڈر کر یا کسی اور امر کی بنا پر مزاحمت پر آمادہ نہ ہوئے تو یہ حقیقت ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کو نہیں بتاتی۔ دیکھیے حضرت امیر باوجود اس کے کہ بڑے بہادر تھے اور حضرت پیغمبر کی خدمت میں حاضر دراپ کے علاوہ تمام صحابہ آنجناب کی ہمراہی میں موجود لیکن پھر بھی کفار قریش سے جنگ کے بغیر مکہ معظمہ سے آنجناب نے ہجرت فرمائی۔ پھر ایک مدت بعد جب واپس مکہ کی طرف پھرے تو حدیبیہ میں پہنچ کر صلح کی اور لوٹ کر چلے گئے لہذا جو سبب آنحضرت، حضرت امیر اور صحابہ کا کفار قریش سے جنگ نہ کرنے کا ہو سکتا ہے وہی سبب حضرت امیر کے جنگ نہ کرنے کا ہو سکتا ہے۔ بلکہ مزید برآں کفار قریش کی سچائی کا وجود ہی نہ تھا، مگر حضرت امیر کے مقابل کے لوگ تو پھر بھی کچھ سچائی نہ کہتے تھے۔ اہل تحقیق جانتے ہیں کہ یہ نقص اٹھ کرا دیا بھی جاتا ہے کیونکہ فرعون چار سو سال تک تخت سلطنت پر بیٹھا خدا کی کا دعویٰ کرتا رہا۔ اسی طرح شداد وغرور وغیرہ سالہا سال تک اس باطل دعوے میں



غلطاً و پچھاں رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو باوجود اپنی کمال قدرت کے ہلاک نہیں کیا۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ کے حق میں دشمن کے دفعیہ میں تاخیر اور ڈھیل کی گنجائش ہے تو بندہ کے حق میں تو لامحالہ اس کی گنجائش ہوگی اور جو کہا ہے کہ حضرت امیر نے خلفاء ثلاثہ سے بیعت کی تو اس کا وقوع بغیر جبر اور تفتہ کے ناقابل تسلیم ہے۔

(۱۴۸)

اس اشکال کے حل کے لیے ہمارا یہ کہنا ہے کہ علماء ماوراءالنہر نے ابو بکر صدیق کی خلافت کی حقیقت پر دونوں امور ملحوظ رکھے ہیں یعنی حضرت امیر کا حضرت ابو بکر سے خلافت کے بارے میں جنگ نہ کرنا اور ساتھ ساتھ ان کی متابعت و بیعت میں حصہ لیا لہذا اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں کوئی نقص وارد نہیں ہوتا۔ نہ اس میں قیامت کہ پیغمبر خدا نے کفار قریش سے جنگ کرنے میں تاخیر کیوں فرمائی نہ اس میں کوئی خرابی کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون شداد اور غرود کو ہلاک کرنے میں دیر کیوں فرمائی کیونکہ یہاں دوسری صورت کا وجود ہی نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ نے کفار کی برائی اور مذمت ہی فرمائی اور برائی کے بغیر انہیں کبھی یاد نہیں کیا تو کہاں یہ معاملہ اور کہاں وہ۔ پھر حضرت امیر کا حضرت ابو بکر سے بیعت کرنا چونکہ بطریق ثوات منقول ہے اور اس کا انکار گویا بدعت کا انکار کرنا ہے اسی لیے شیعہ کو جب اس کے انکار کا کوئی راستہ نہ ملا تو گھبرا کر تفتہ کی آڑ بنالی۔ کیونکہ خلافت صدیق کا انکار کرنے کے لیے انہیں اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔

۱۔ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت، مطبوعہ لاہور ص ۵۹، ۶۱

۲۔ الصیغہ ص ۶۱

پھر تفتیہ کا احتمال تو اس وقت نکل سکتا ہے کہ اہل زمانہ حق کے پیرو نہ ہوتے  
اور وہ خیر العرون قرنی سے مشرف نہ ہوتے چنانچہ ابن صلاح اور منذری نے کہا ہے  
کہ صحابہ سب کے سب عادل وثقہ ہیں اور ابن حزم نے کہا ہے کہ سارے صحابہ  
قطعی جنتی ہیں یہ

علاوہ ازیں یہ نہیں سوچتے کہ اکراہ و تفتیہ کا احتمال تو حضرت امیر کی شان میں  
نقص پیدا کرتا ہے کیونکہ اکراہ کی صورت میں ترک افضلیت اور تفتیہ کی شکل میں حق  
پوشی ہے اور یہ دونوں ممنوع ہیں جب عام مومن حتی الامکان بہتر چنیر چھوڑنے پر  
راضی نہیں ہوتا اور ممنوع فعل کا ارتکاب نہیں کرتا تو شیر خدا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی صاحبزادی کا شوہر اور شجاعت و دیرمی میں یگانہ روزگار مہل کسی ایسے  
ناشائستہ اہل کرب و محنت ہو سکتا ہے۔ یہ شیعہ انتہائی جہالت اور گمراہی کے باعث اس  
جناب کی توہین اور کمزوری کو کمال شمار کرتے ہیں اس شخص کی طرح جس کو اس کی  
بیاعمالی مزین کر کے دکھائی جائے اور وہ اسے خوبی شمار کرنے لگے یہ

علمائے ماورالنہر نے فرمایا ہے کہ شیعہ چونکہ حضرات شیعین و ذوالنورین نیز بعض  
ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دیتے اور ان پر لعنت کہتے  
ہیں تو وہ ان سے شرع کا فریب اس کے باعث بادشاہ اسلام بلکہ سب لوگوں پر

۱۔ اہد مسرہندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

۲۔ البینا ص ۶۷، ۶۹

واجب و لازم ہے کہ خدا کے حکم سے کلمہ حق کی سر بلندی کے لیے انھیں قتل کریں، ان کا قلع قمع کریں، ان کے مکانات کو مسمار کریں اور ان کا مال و اسباب چھین لیں اور ایسا کرنا جائز ہے۔

(۱۵۱)

شیخین کو گالی دینا ان کے ساتھ بغض رکھنے کا موجب ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے۔ دلیل یہ حدیث ہے: جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے انھیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ ابنِ عساکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، ابو بکر و عمر کے ساتھ محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ عبد اللہ بن احمد نے حضرت انس سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے ان کے ساتھ محبت رکھنے میں وہی امید رکھتا ہوں جو لا اِلهَ اِلَّا اللہ کے کہنے میں۔ اب ان حضرات کے ساتھ بغض رکھنے کو ان سے محبت رکھنے پر قیاس کرنا چاہیے کہ یہ دونوں ایک دوسری کی نفیض (ضد) ہیں اور مومن کو کافر ٹھہرانا کفر کا سبب ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جس نے کسی پر کفر کی تہمت لگائی اور کہا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ تہمت کئے والے پر لڑتی ہے۔ ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر مومن ہیں اور وہ ہرگز خدا کے دشمن نہیں ہیں اور انھیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ لہذا ان کو کافر کہنے سے کفر کہنے والے کی طرف لوٹے گا۔ یہ حدیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے۔ لہذا ان پر

۱۔ احمد سرمنہدی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت مترجم، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

(۱۵۲)

اہل شیوخ اسلام و امام عصر ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی شان گھٹا رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لیے کہ قرآن مجید حق ہے رسول خدا برحق ہیں اور جو حضور کے آئے وہ حق ہے اور ان سب باتوں کا علم ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذریعے ہوا ہے لہذا جو ان حضرات پر جرح کرتا ہے وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ پس جرح اسی پر ہونی چاہیے اور اس پر زندیق، گمراہ، بھوٹا اور معاند ہونے کا حکم لگایا جائے حضرت سہیل بن عبد اللہ شہری نے فرمایا جن کا علم، زہد، معرفت اور جلالت شان محتاج تعارف نہیں ہے کہ جو صحابہ کرام کو مومن شمار نہ کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا گیا جن کی جلالت شان اور علمی مقام محتاج تعارف نہیں کہ حضرت معاویہ اور عمر بن عبد العزیز سے کون افضل ہے؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جو غبار حضرت معاویہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت و زیارت کے برابر اور کوئی سعادت نہیں ہو سکتی۔ یہ اکابر صحابہ کی بات نہیں بلکہ صرف ان کی ہے جنہیں صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میرا آئی پھر ذرا خیال تو کرو کہ جنہوں نے آپ کو دیکھنے کے ساتھ آپ کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو یا آپ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے جہاد میں شرکت کی ہو یا آپ کے بعد آنے والوں تک شریعت کی

۱۔ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت مترجم، ص ۱، ۲۶



کوئی بات پہنچائی ہو یا صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر اپنا کچھ مال خرچ کیا ہو  
تو ایسے بزرگوں کی فضیلت تک ذہن کی رسائی ممکن نہیں اور اس میں شک نہیں کہ شیخین  
تو اکابر صحابہ میں سے ہیں بلکہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں پس ان کو کافر ٹھہرانا یا ان کی  
کفرنا کفر و زندہ اور گمراہی کا باعث ہے۔ محیط میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے  
ہیں کہ روافض کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا  
انکار کرتے ہیں اور جو ایسا کرے وہ کافر ہے۔

۱۵۲

جب ان کی خلافت سے انکار کفر ٹھہرا تو اس کا کیا حال ہوگا جو ان کو گالی دے  
یا ان پر لعنت بھیجے اس تقریر سے صاف ظاہر ہوا کہ شیعہ کو کافر ٹھہرانا احادیث صحاح کے  
مطابق اور طریق سلف کے موافق ہے۔

۱۵۳

بعض اہل سنت سے جو شیعہ کی عدم تکفیر کا خیال نقل کیا جاتا ہے اگر اس کو صحیح  
فرض کر کے اس کی دلالت کو مان لیا جائے تو اس کو ایسی تاویل و توجہ پر محمول کریں گے  
جس سے وہ احادیث صحاح اور جمہور علماء کے مذہب کے مطابق ہو جائے۔

۱۵۵

ظاہر ہے کہ حضرت مدنیؒ کا نکلنا اصلاح کے لیے تھا، نہ کہ لڑائی کے لیے۔ محققین  
کی یہی تحقیق ہے اور اگر لڑائی کے لیے بھی ہوتا جیسا کہ مستور ہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت، ص ۲، ۵، ۷

۲۔ ایضاً، ص ۵

۳۔ ایضاً: ص ۵، ۷، ۷

کیونکہ وہ اجتہاد کی بنا پر تھا نہ کہ نفسانی خواہش کے باعث۔ چنانچہ شارح موافقت  
آمدی سے نقل کرتے ہیں کہ جب عمل و صفین کے تحت اجتہاد پر مبنی تھا اور مجتہد  
کو اپنے اجتہاد میں غلطی پر ہوا اس پر گرفت نہیں۔ قاضی بیضاوی تفسیر آیت کو لاکہ  
کتاب من اللہ سبق مسکد کے ذیل میں کہتے ہیں: "گر لوح محفوظ میں یہ حکم  
پہلے سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم سب کو عذاب آپکڑتا اور وہ لکھا ہوا یہ ہے کہ مجتہد کو اس کی  
اجتہاد میں غلطی پر سزا نہیں دی جائے گی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مجتہد کی غلطی بھی خدا کے نزدیک  
ہدایت ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے  
بعد والے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل  
فرمائی کہ اے محمد! تمہارے اصحاب میرے نزدیک یوں ہیں جیسے آسمان میں ستارے  
ان میں سے بعض دوسرے بعض سے قوی ہیں لیکن میں سب نورانی جن نے ان  
میں سے کسی سے کچھ لیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ  
میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے تم جس کی پیروی کرو گے  
ہدایت پاناؤ گے۔" ۱۵۶

۱۵۶  
یہ حدیث حربی والی، تو ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہا کے نزدیک پایہ ثبوت تک نہ پہنچی ہو یا کسی خاص لڑائی کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ  
ہو سکتا ہے (حرب میں) اضافت عہد کے لیے ہوئے

۱۵۷ احمد سرمندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت، ص ۹،  
۱۵۸ ایضاً

۱۵۷

اپنی کتابوں کو رواج دینے اور اہل سنت کی کتابوں کو کمزور دکھانے کے لیے شیعہ نے بیان کیا ہے کہ اہل تشیع کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جس وقت ابن ام مکتوم خدمت آنحضرت میں تھے تو آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی کا دامن سے گزر ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر اعتراض فرمایا وہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ یہ شخص تو اندھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔ اسی طرح اہل سنت اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تاکہ وہ اس جماعت کا تماشا دیکھیں جو گلی میں ساز نوازی کر رہی تھی۔ پھر ایک مدت کے بعد فرمایا کہ اے حمیرا! کیا تم تماشے سے سیر ہوئیں؟ ایسے فعل کی نسبت تو ذیل ترین انسان کی طرف بھی نہیں کر سکے۔

۱۵۸

پوشیدہ نہ رہے کہ ہو سکتا ہے مذکورہ واقعہ پردے کی آیت کی نزول سے پہلے کا ہو اور حضرت ابن ام مکتوم سے پردہ کرنے کا حکم بعد کا۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ کھیل جائز ہو اور ممنوع نہ ہو، چنانچہ صحیح احادیث سے اس کی تائید بھی ملتی ہے جو عنقریب زیر تحریر آئیں گی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں حبشی نیزہ بازی کیا کرتے اور اس کی حیثیت تیر اندازی جیسی ہے کیونکہ دونوں کرتب جہاد کے آئے ہیں چونکہ تیر اندازی مشروع ہے لہذا نیزہ بازی بھی اسی شمار میں آئیگی پھر مسجد میں اس کا کھیلانا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ کھیل جائز و مشروع تھا۔ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ یہ واقعہ بعد نزول آیت حجاب کا ہے تو ہم کو یہ کہنے کا حق ہے کہ

اس وقت حضرت صدیقہ کم سن تھیں۔ مکلفہ نہ تھیں جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی لوگ مسجد میں نیزوں کے ساتھ کھیل رہے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپا لیتے تاکہ میں آپ کے کندھے اور گوش مبارک کے درمیان سے ان کو دیکھ سکوں۔ مہر میں کہتی کہ آپ میری ہی وجہ سے کھڑے رہتے یہاں تک کہ میں خود ہی واپس لوٹ جاتی اس سے اندازہ کیجیے کہ ایک کم عمر لڑکی کھیل کی کتنی شائق ہوتی ہے۔

(۱۵۹)

صحابہ کرام کے معاملات میں دخل دینا اور ان کے اختلافات میں فیصلہ کرنا حد درجہ کی بے ادبی اور انتہائی بد نصیبی ہے۔ اس میں سلامتی کا پہلو بھی ہے کہ ان بزرگوں کے درمیان جو اختلافات اور جھگڑے رونما ہوئے ان سب کو علم الہی کے سپرد کریں اور ان سب حضرات کو اچھے لفظوں میں یاد کریں اور ان حضرات کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت شمار کریں کیونکہ صحیح حدیث ہے کہ جس نے ان سے محبت کی تو مجھ سے محبت رکھنے کے باعث ان سے محبت کی۔

(۱۶۰)

امام شافعی نے فرمایا اور یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے: ان حضرات کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان کی طرف سے پاک رکھیں۔ جب بد نصیب شیعہ، صحابہ کرام کو برائی سے یاد کرتے نیز ان کی بارگاہوں میں

۱۔ احمد سرہندی، مجتہد الف ثانی، تائید اہل سنت، ص ۸۱، ۸۳

۲۔ الصیغۃ، ص ۸۲



سب دشمن اور لخت کی جہالت کرتے ہوں تو علمائے اسلام پر واجب و لازم آتا ہے کہ ان کی پرزور تردید کر کے ان کے مناسد کو طشت از بام کریں۔ اس حقیقت کی یہ چند باتیں جو معرض تحریر میں آئیں وہ اسی غرض سے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔

(۱۶۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے اہل بیت! بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسین کریمین کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس میں عنکم کی تفسیر مذکور ہے اور جو بعد کی تفسیریں ہیں وہ بھی مذکور ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ازواجِ مطہرات کے حق میں اتری ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے: مَا ذُكِّرُنَا بِمِثْلِهِ نَافِلًا فِي الْيَوْمِ الَّذِي تَجُنَّبُهُ الْعِزَّةُ لَأُولَئِكَ فِي الْيَوْمِ الْعَذَابُ وَسَاءَ لَهُمْ وَجَدًا۔ یعنی ان آیتوں کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں، تفسیر حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد صرف بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت پانچ بزرگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اہل سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں۔ جس سے مراد گناہ اور ارکانِ ایمان میں شک کرنا ہے اسی روایت کے بعض طریقوں میں لَبِذْ هَبْ عَنْكُمُ الرِّجْسَ سے مراد اہل بیت پر آگ کا حرام کرنا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت مَبَاهِلَ نَدَّعِ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَ كُھُ نَازِل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور کہا کہ اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں (مسلم) حضرت سور بن مخزوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۔ احمد سرسندی، مجتہد الف ثانی، تائید اہل سنت، ص ۸۳

فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ایک روایت میں یہ ہے کہ جو چیز اسے بے چین کرتی ہے وہ مجھے بھی بے چین کر دیتی ہے جو اس کو اذیت پہنچاتی ہے وہ مجھے بھی اذیت پہنچاتی ہے (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا۔ جب آپ حضرت فاطمہ کے گھر پہنچے تو فرمایا: بچہ کہاں ہے، بچہ کہاں ہے؟ یعنی حسن۔ مٹھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حسن دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کے گلے سے لپٹ گئے اور آپ بھی ان سے لپٹ گئے، پھر کہا: اے اللہ! میں اس محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس شخص سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھنے والا اور کوئی نہیں تھا اور حضرت حسین کے متعلق بھی حضرت انس نے فرمایا کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے (بخاری)۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد بھی گمراہ نہیں ہو گے ان میں سے ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ایک دسی ہے اور دوسری چیز میری عمرت یعنی اہل بیت ہیں یہ دونوں ایک دوسری سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ جو صحن کوثر پر میرے پاس آئیں گی، دیکھتے رہنا کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ (ترمذی)۔ ان سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا: جو ان سے لڑے ہیں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے صلح رکھے میں اس سے صلح رکھنے والا ہوں (ترمذی)

جمع بن عمر فرماتے ہیں کہ میں اپنی بھوپھی جان کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے، حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ فاطمہ۔ عرمن کی گئی کہ مردوں میں؟ فرمایا کہ ان کے خاوند (ترمذی)۔

۱۹۲

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین دونوں میرے دنیا سے دو پھول ہیں (ترمذی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سینے سے سر تک حسن سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور اس سے بچے والے حصے میں حسین سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں (ترمذی)۔

۱۹۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسن بن علی کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ اے لڑکے! بہت عمدہ سواری پر سوار ہو۔ بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سوار بھی عمدہ ہے (ترمذی)۔

۱۹۴

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ ہدیہ بھیجنے کے لیے اس دن کا

۱۔ احمد سرحدی، مجد الف ثانی: تائید اہل سنت مترجم، ص ۸۵ تا ۸۹

۲۔ ایضاً، ص ۸۹

۳۔ ایضاً، ص ۸۹

انتظار کرتے رہتے جبکہ آپ کی باری میرے پاس ہوتی اور ایسا کر کے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت صفیہ، اور حضرت سودہ بھتیں۔ جبکہ دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی باقی ازواجِ مطہرات۔ حضرت ام سلمہ کے گروہ نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کریں کہ حضور لوگوں سے یہ فرمادیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بدریہ پیش کرنا چاہے تو جب چاہے بھیج دیا کئے۔ انھوں نے عرض کی تو آپ نے فرمایا: مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ مجھ پر عائشہ کے سوا کسی بیوی کے بستر میں وحی نہیں آتی۔ وہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ! میں اس ایذا رسانی پر اللہ سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر انھوں نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا۔ انھوں نے عرض کی تو آپ نے فرمایا اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں رکھتیں جس سے میں محبت رکھتا ہوں؟ عرض گزار ہوئیں کیوں نہیں؟ فرمایا تو ان (حضرت عائشہ) سے محبت رکھو۔ (بخاری و مسلم)

(۱۹۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے اتنا رنٹک کسی پر نہیں آتا تھا جتنا حضرت خدیجہ پر حالانکہ میں نے انھیں دیکھا نہیں تھا لیکن آپ ان کا ذکر اکثر کیا کرتے اور جب کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے بعض ٹکڑے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے لیے بھیجتے۔ بعض اوقات میں عرض

۱۹۵ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، تائید اہل سنت مترجم، ص ۸۹، ۹۱



گزار ہوئی کہ کیا حضرت خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہیں ہوئی؟ آپ فرماتے  
کہ وہ ایسی ہی تھی وہ ایسی ہی تھی اور میری اولاد اسی کے بطن سے ہے۔  
(بخاری و مسلم) ۱۷

۱۶۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس (آپ کے ختم محترم) مجھ سے ہیں اور میں ان سے  
ہوں (ترغی) ۱۷

۱۶۷

ان (حضرت ابن عباس) سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے  
اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کے باعث مجھ سے محبت رکھو اور مجھ سے محبت  
رکھنے کے باعث میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے  
کہ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پاگیا اور جو اس سے دور ہوا وہ ہلاک ہو گیا  
(احمد) ۱۷

۱۷ احمد سرسبزی، مجدد الف ثانی: تائید اہل سنت مترجم ص ۹۱

۱۷ ایضاً: ص ۹۱

۱۷ ایضاً: ص ۹۱، ۹۲

# امام اعظم اور لقب ائمہ وغیرہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ چاروں ائمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں۔ زمانی اور علمی واجتہادی لحاظ سے انھیں باقی ائمہ پر فوقیت ہے جس کے باعث اُمت محمدیہ انھیں امام اعظم کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ چاروں ائمہ مجتہدین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

۱۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ  
(المتوفی ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء)

۲۔ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ  
(المتوفی ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء)

۳۔ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ  
(المتوفی ۲۰۴ھ / ۸۱۹ء)

۴۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ  
(المتوفی ۲۴۱ھ / ۸۵۵ء)

اہل حق کے یہی چاروں ائمہ مجتہدین ہیں جن میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ یہ چاروں امام بہ حق ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا کافی ہے۔ جو ان میں سے کسی بھی امام کا مقلد نہیں ہے وہ اہل سنت کے زمرے سے باہر اور گمراہ مبدع دین و بدعتی ہے۔ یہ چاروں حضرات ہی میدانِ فقہیت میں اُمت محمدیہ کے پیشوا ہیں اور ان میں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سب سے قد آور اور ممتاز ہے۔ امام اعظم کا علم طریق اجتہاد اور نکتہ رسی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ ان کے مقلدین میں اتنے اولیاء اللہ اور فقہاء ہوئے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں اور یہ شرف کسی بھی دوسرے بزرگ کو حاصل نہیں ہے۔ سرزمینِ پاک و ہند ایک وقت بُت پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہاں اولیاء اللہ نے اسلام پھیلایا جو

سب کے سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے اور جن بادشاہوں نے متحدہ ہندوستان پر تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی وہ بھی سارے ہی امام ابوحنیفہ کے پیروکار تھے اور اس ملک پر صدیوں فقہ حنفی کی حکمرانی رہی ہے۔ یہ حالات کی ختم ظریفی ہے کہ انگریزوں کے بنائے ہوئے بد مذہبوں اور رنگ بستے فرقوں نے آزاد ہو جانے کے بعد بھی پاکستان میں آج تک فقہ حنفی کا نفاذ نہیں ہونے دیا جو کتاب و سنت کی تعلیمات کی سب سے بہترین صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت دے اور پاکستان میں فقہ حنفی کو نافذ کرنے کی اہالیان ملک کو توفیق مرحمت فرمائے، آمین یا اللہ العالین بجاہ سید المرسلین۔

۱۹۸

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں باقی سب آئمہ سے آگے ہیں اور اسی لیے مرسل احادیث کو بھی وہ مسند احادیث کی طرح لائق متابعت جانتے ہیں۔ اور اپنی رائے سے ہر صورت مقدم جانتے ہیں بلکہ اسی طرح صحابی کے قول کو بھی اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ وہ حضرات صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے مشرف ہیں اور یہ معاملہ دوسرے آئمہ کے نزدیک نہیں ہے۔ اس کے باوجود امام ابوحنیفہ کو ان کے مخالفین صاحب رائے جانتے ہیں اور ایسے لفظوں کے یاد کرتے ہیں جو بے ادبی پر مبنی ہیں۔ حالانکہ وہ سب آپ کے علمی کمال اور تقویٰ و ورع سے مالا مال ہونے کے معترف ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسے لوگوں کو توفیق بخشے کہ وہ دین کے سردار اور مسلمانوں کے رئیس کو ایذا نہ پہنچائیں اور مسلمانوں کے سوا داعیوں کے دلوں کو نہ دکھائیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی بھونکوں سے بجھا دیں۔ وہ جماعت جو اکابر دین کو اصحاب رائے جانتی ہے، اگر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بزرگ اپنی رائے سے حکم دیتے تھے اور کتاب و سنت کی متابعت نہیں کرتے تھے تو اس طرح مسلمانوں

کاسوا دا عظم اُن کے زعمِ فاسد کی رُو سے گمراہ اور بدعتی قرار پاتا ہے بلکہ وہ لوگ اسلام کے دائرے ہی سے خارج ہو جاتے ہیں۔ یہ عقیدہ نہ رکھے گا مگر وہ جاہل جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا زندقہ ایسا عقیدہ رکھے گا جو نصف دین کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ بعض نیم ملاچند حدیثیں یاد کر کے شرعی احکام کو اُن میں منحصر ٹھہرا لیتے ہیں اور جو باتیں اُن کی معلومات سے باہر ہیں اُن کی نفی کرتے ہیں اور جو اُن کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

(۱۴۹)

حاسدوں کے بے جا تعصب اور اُن کی فاسد نظر پر ہزار افسوس! امام ابوحنیفہ فقہ کے بانی ہیں اور تین چوتھائی فقہ اُن کے لیے مسلم ہے جبکہ باقی آئمہ ایک چوتھائی میں سارے شریک ہیں۔ فقہ میں صاحبِ خانہ امام ابوحنیفہ ہیں اور باقی سب اُن کے بال بچے ہیں۔ اس کے باوجود کہ میں مذہبِ حنفی کا پابند ہوں لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے اور انہیں بزرگ جانتا ہوں۔ اس لیے بعض نفلی کاموں میں ان کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ دوسرے آئمہ مجتہدین کو دافر علم اور کمال تقویٰ کے باوجود امام ابوحنیفہ کے سامنے بچوں کی طرح دیکھتا ہوں۔

(۱۵۰)

بغیر تکلف اور تعصب کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کشف کی نظر سے اس مذہبِ حنفی کی نورانیت بہت بڑے دریا کی طرح دکھائی دیتی ہے جبکہ باقی مذاہبِ حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ ظاہر کی نظر سے دیکھیں تب بھی یہی بات دکھائی دیتی ہے کہ

۱۔ احمد سرہندی، مجد الف ثانی، مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۵

۲۔



141

• " " " " " Pr

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد اسی شریعت کی پیروی کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کریں گے کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ قریب ہے کہ ظاہر میں علماء اُن کے مجتہدات کا کمال وقت حاور غموض مآخذ کے سبب انکار کریں گے اور انھیں کتاب و سنت کے خلاف جانیں گے۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مثال امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہے کہ درع و تقویٰ کی برکت اور متابعتِ سنت کے باعث اجتہاد و استنباط میں اعلیٰ مقام پایا ہے کہ دوسروں کا فہم اُس کے سمجھنے سے عاجز و قاصر ہے اور اُن کے مجتہدات کو وقتِ معافی کے سبب کتاب و سنت کے خلاف جانتے ہیں اور انھیں اور اُن کے ساتھیوں کو اصحابِ رائے شمار کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اُن کے علم و درایت کی حقیقت تک نہ پہنچنے اور اُن کے فہم پر مطلع نہ ہونے کے باعث ہے۔ امام شافعی کی فراست دیکھیے کہ ان امام ابوحنیفہ کی وقتِ نقاہت سے ایک حصہ ملا تو کہ اُسے کلام فقہاء امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں۔ افسوس ہے اُن قاصر نظر لوگوں کی جرأت پر جو اپنے نقص کو دوسروں کے سر منڈھتے ہیں اور اسی مناسبت کے باعث جو امام اعظم سے حضرت روح اللہ رکھتے ہیں، یہ ہو گا جیسا کہ خواجہ محمد پارسا نے فصولِ ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد مذہبِ حنفی کے مطابق عمل کریں گے یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد سے موافقت کرے گا، یہ نہیں کہ وہ اس مذہبِ حنفی کی تقلید کریں گے کیونکہ اُن کی شان اس سے بلند تر ہے کہ وہ علمائے اُمت میں سے کسی کی تقلید کریں۔

راہ احمد سرسہدی، مجدد الف ثانی، مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۵۔

۱۴۳

معلوم ہوا کہ کمالاتِ ولایت کو فقہ شافعی سے اور کمالاتِ نبوت کو فقہ حنفی سے مناسبت ہے۔ اگر بالفرض اس اُمت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو وہ فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتا۔

۱۴۴

حضرت عیسیٰ علیٰ نبیائہ الصلوٰۃ والسلام موجب آسمان سے نازل فرمائی گے تو خاتم المرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا اتباع کریں گے۔ حضرت خواجہ محمد یار صاحب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہما کے کامل ترین خلفاء سے اور عالم و محدث ہیں، وہ اپنی کتاب فصول سنہ میں معتد ثقل سے لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبیائہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ اُن کے حلال قرار دئے کو حلال ٹھہرائیں گے اور اُن کی حرام قرار دی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرائیں گے۔

۱۴۵

مجھے ایک مدت تک اس کی آرزو رہی کہ کوئی معقول وجہ ایسی نکل آئے کہ مذہب حنفی میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کی جائے۔ جبکہ نماز میں قرأت فرض ہے تو قرأت حقیقی سے عدول کر کے اُس کی قرأت حکمی کو رکھنا معقول نظر نہیں آتا تھا۔ حالانکہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ میں اپنے مذہب کی رعایت کے باعث قرأت کو ترک کر دیا اور اس تک کرنے کو ریاضت اور مجاہد

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفترِ اہل، مکتوب ۲۸۲۔

۲۔ احمد سرہندی، مکتوب ۱۷۔

کی ایک قسم شمار کرتا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے رعایتِ مذہب کی برکت سے کیونکہ مذہب تبدیل کرنا الحاد ہے، مذہبِ حنفی میں مقتدی کے قرأت کو ترک کرنے کی حقیقت ظاہر فرمادی اور بصیرت کی نظر سے قرأتِ حقیقی کی نسبت قرأتِ حکمی زیادہ مناسب نظر آئی کیونکہ امام اور مقتدی سب مل کر مقامِ مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ نازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور امام کو اس کام میں وہ اپنا پیشوا بناتے ہیں۔ پس امام جو کچھ پڑھتا ہے وہ قوم کی زبان میں پڑھتا ہے۔ اس جماعت کے رنگ میں جو کسی عظیم الشان بادشاہ کی بارگاہ میں کسی حاجت کے تحت پیش ہوں اور ایک کو اپنا پیشوا بنالیں تاکہ وہ سب کی طرف سے عرضِ حاجت کرے۔ اس وقت اگر دوسرے بھی کلام کریں تو یہ بے ادبی بادشاہ کی ناراضگی کا موجب ہوگی۔ پس اس جماعت کا حکمی تکلم جو پیشوا کی زبان سے ہو رہا ہے وہ حقیقی تکلم سے بہتر ہے۔ یہی حال مقتدی کی قرأت کا ہے کہ وہ شور و شغب میں داخل، ادب سے بعید، تفرقے کی موجب ہے جو اجتماع کے منافی میں داخل ہے۔ چنانچہ حنفی اور شافعی کے اختلافی مسائل اسی قبیل سے ہیں کہ ان کی ظاہری صورت تو شافعی مذہب کی طرف نظر آتی ہے لیکن باطنی اور حقیقی لحاظ سے وہ حنفی مذہب کی تائید کرتی ہے اور اس فقیر پر ظاہر فرمایا گیا ہے کہ علمِ کلام کے اختلافات میں بھی حق حنفی مذہب کی جانب ہے۔ کیونکہ یہ صفتِ حقیقیہ سے جانتے ہیں حالانکہ ظاہر میں یہ قدرت اور ارادے کی جانب رجوع ہے لیکن وقتِ نظر اور نورِ فراست سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علیحدہ صفت ہے یہ۔

وہ علوم جو کتاب و سنت سے مستفاد ہیں ان میں سے وہی بات معتبر ہے جو



166

160

۱۰۔ احمد مرندی، مجدد الف ثانی، مکتوباتِ امام ربّانی، دفتر اول، مکتوب ۱۹۳۔

۷۲ " " " " " مکتوب ۲۸۶ :

129

14.

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

141

14

۵۲ " " " " مکتوب ۵۹ :

④

124

۵۲ " " " " مکتوب ۶۵ پ



100

124

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۹۴

۵۲	"	"	"	"	"
۵۳	"	"	"	"	"

146

133

149

14.

بزرگوں کے نزدیک تمام ظاہری اور باطنی کمالات کا انحصار کمالیت شرعیہ پر ہے۔  
علوم و معارف الہیہ کا دار و مدار عقائد کلامیہ پر ہے جو اہل سنت و جماعت کے نزدیک  
ثابت شدہ ہیں۔ اکابر اہل سنت ہزاروں شہود و مشاہدات کو عقائد کلامیہ میں سے  
اللہ تعالیٰ کی بے چوٹی و بے چگونگی کے ایک مسئلہ کے برابر بھی نہیں جانتے اور

۲۶ " " " "

191

194

۴۲ " " " دفتر دوم، مکتوب ۴۷

(۱۹۳)

سب سے پہلے علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کی رائے کے مطابق عقائد کو درست کرنا چاہیے کیونکہ یہی فرقہ ناجیہ سے۔ عقائد کی درستی کے بعد فقہی احکام کے مطابق عمل کہ نا ضروری ہے۔ جن کاموں کے کرنے کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے ان کی تعمیل کے بغیر چارہ کار نہیں اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان سے پرہیز کیے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ لہ

(۱۹۴)

اصلاح عقائد کے بعد حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و مندوب اور مکروہ مشتبہ وغیرہ (جن کا علم فقہ کیلئے ہے) کا علم حاصل کرنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ پڑھے لکھوں سے فرمائیں کہ مجلس میں فقہ کی کوئی کتاب پڑھ کر سنایا کریں جو فارسی زبان میں ہو جیسے مجموعہ خوانی اور عمدۃ الاسلام وغیرہ۔ اگر کسی ضروری اعتقادی مسئلے میں نعوذ باللہ دخل آگیا تو ایسا شخص اخروی نجات کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ کسی عمل میں اگر سستی واقع ہو جائے تو ممکن ہے کہ توبہ کے ذریعے معافی ہو جائے یا مواخذہ بھی ہو تا تب بھی آخر کار نجات ہو جائے گی۔ لہذا سب سے بہتر عقائد کا درست کرنا ہے۔ لہ

(۱۹۵)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں اکہتر فریق بن گئے تھے جن میں سے ایک کے سوا سب جہنمی تھے۔ قریب ہے کہ میری امت کے تہتر

لہ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۳۴

لہ " " " " دفتر اول، مکتوب ۱۹۳



فرقے بن جائیں گے جن میں سے ایک جنتی ہوگا اور باقی سب جہنمی۔ صحابہ کرام عرض گزار ہوئے کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اُسی طریقے پر ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ پس اُسی نجات پانے والے فرقے کا نام اہل سنت و جماعت ہے اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری کو ضروری قرار دیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی پیروی کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقیدے پر قائم رکھنا۔ اسی جماعت میں رہتے ہوئے ہمیں موت آئے اور ان حضرات ہی میں ہمارا حشر نشر ہو۔ ۱۷

۱۹۶

پس چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے عقائد کا دار مدار رکھیں اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ دوسروں کی لغاطی اور چپ زبانی پر اعتماد کرنا اپنے دین کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی امید ہو ورنہ ساری محنت رائیگاں جائے گی۔ ۱۸

۱۹۷

اس دولت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں نجات پانے والے گروہ میں شامل فرمایا جو اہل سنت و جماعت ہیں نیز نفس پرستوں اور نئے فرقوں میں ہمیں مبتلا نہیں کیا۔ ۱۹

۱۹۸

نجات کا طریقہ اہل سنت و جماعت کی متابعت میں ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ

۱۷ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶،

۱۸ " " " " دفتر اول، مکتوب ۲۵۱،

۱۹ " " " " دفتر دوم، مکتوب ۶،

149

4.

۴۳ " " " " " مکتوب ۱۶۵

## اولیاء اللہ

(۲۰۱)

وہ علامت جس سے اہل حق، اہل باطل سے جدا ہوتے ہیں یہ ہے کہ وہ شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور اس کی مجلس میں بیٹھنے سے دل کا رجحان اور علیٰ اختلاف، الدرجات اولیاء اللہ سے ہے۔ یہ علامت نسبت والوں کے لحاظ سے ہے اور بے نسبت اس سے پوری طرح محروم رہتا ہے۔ ۱۰

(۲۰۲)

عوام کے نزدیک تو جسم کو زندہ کرنا عظیم الشان امر ہے لیکن خواص کے نزدیک روحانی اور قلبی طور پر زندہ کرنا بہت بلند مرتبہ کی دلیل ہے۔ خواجہ محمد یار ساقدس سرہانے رسالہ ندرت میں لکھتے ہیں کہ جسم کا زندہ کرنا چونکہ عوام الناس کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لیے اللہ والوں نے جسموں کو زندہ کرنے سے منہ موڑ کر اپنی ساری توجہ روحانی طور پر زندہ کرتے ہیں لگادی اور علیٰ بین کے مردہ دلوں کو زندہ کرنے میں ہمت نہ صرف ہو گئے۔ ۱۱

(۲۰۳)

صحیح بات تو یہ ہے کہ جسم کو زندہ کرنا، دل کو زندہ کرنے کے مقابلے میں بیکاری بات

۱۰ شیخ احمد سرہندی، مجد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۹۲

۱۱ " " " " " "

ہے۔ اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے، کیونکہ جسمانی زندگی چند روزہ ہے اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حقیقت میں اللہ والوں کا وجود بذاتِ خود کرامت ہے اور ان کا لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لیے امان اور زمانہ کے لیے نعمت ہیں۔ **يَهْدِي رَبُّكَ الْقُرْآنَ لِيَذْكُرُوا لِلَّذِينَ هُمْ بِمِطْرُونَ** ان کی گفتگو دوا ہے، ان کی نظر شفاء ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلس ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا اور ان سے دوستی رکھنے والا نامراد نہیں رہتا۔ ۱۷

۲۰۴

ایک وہ راہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے، اقطابِ داوۃ اور بدلائِ نبیا اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے داخل ہیں اور راہِ سلوک اسی راہ کا نام ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہیں اور اس راہ میں توسط اور حیلوت ثابت ہے۔ اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سرور اور ان بزرگوں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ ہیں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔ یہ عظیم الشان منصب ان سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گویا دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے سر پہ ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ ۱۸

۲۰۵

قطبِ ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور

۱۷ شیخ احمد سرہندی، مجتہد الف ثانی، مکتوباتِ امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۲۳

۱۸ معارفِ لدنیہ، ص ۶۶



1-4

۱۰۰ شیخ احمد سرسندی، مجتہد الف ثانی: معارف لدنیہ: ۶۶، ۶۷

۵۲ " " : مبادی معاد : ص ۴

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت میں عظیم شان ہے اور انہیں بلند ترین درجہ حاصل ہے۔ ولایت محمدیہ خاصہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو لطیفہ قلب کے راستے سے انہوں نے آخری نقطے تک پہنچایا ہے اور اس دائرے کے سر حلقہ ہوئے ہیں۔ یہاں سے کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ جب حضرت شیخ قدس سرہ ولایت محمدیہ کے سر حلقہ ہیں تو سب اولیاء اللہ سے افضل ہوں گے کہ ولایت محمدی تو جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایت سے فوقیت رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ حضرت شیخ اس ولایت محمدی کے سر حلقہ ہیں جو لطیفہ قلب کے راستے حاصل ہوئی ہے، جیسا کہ مذکور ہوا۔ نہ کہ مطلق ولایت کے سر حلقہ کہ جس سے افضلیت لازم آئے۔ علاوہ یہیں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مطلق ولایت محمدیہ کا سر حلقہ ہونا بھی افضلیت کو مستلزم نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا تبعیت و وراثت کے طور پر کمالات نبوت محمدیہ میں پیش قدم ہو اور ان کمالات کے باعث افضلیت اس کے لیے ثابت ہو۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر دہلی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے مجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی وہ ان کے ذریعے ہی پہنچی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطے کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب دار حضرات حسنین کے سپرد ہوا اور ان کے بعد اس منصب پر (باقی)، آٹھ اثنا عشر میں سے ہر بندہ رگ کا ترتیب و تفصیلی

۱۔ احمد سرسندی، مجد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۹۳،

تقرر ہوا۔ اسی طرح ان حضرات کے وصال کے بعد جس کو بھی فیض و ہدایت سے حصہ ملا، ان میں سے اگلے بزرگ کے ذریعے ملا اگرچہ وہ اقطاب یا نجباء تھے وقت ہی کیوں نہ ہو۔ پس سب کے مباح و مادی ہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ ملحق رہنے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔ یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچی اور جب ان بزرگوں کی باری آئی تو مذکورہ منصب ان کے سپرد ہوا اور آئمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی دوسرا اس مرکز پر معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے میں جو بھی فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتا ہے خواہ وہ اقطاب و نجباء ہی کیوں نہ ہوں یہ معاملہ آپ ہی کے واسطے سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا ہے:-

أَقْلَتْ شَمْسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا

أَبَدًا عَلَى أَفُقِ الْعُصَى لَا تَغْرُبُ

شمس سے مراد فیضانِ رشد و ہدایت کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے کا مطلب فیضانِ مذکورہ کا عدم ہے اور جب حضرت شیخ کے وجود سے وہ معاملہ وابستہ ہوا جو پہلے مذکورہ بزرگوں سے تعلق رکھتا تھا اور پہلوں کی طرح حضرت شیخ ہی فیض و ہدایت کے وصول کا واسطہ قرار پائے تو جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے تو ان کے وسیلے ہی سے وابستہ ہے۔ دریں حالات اَقْلَتْ شَمْسُ الْأَوَّلِينَ فرمانا یقیناً درست قرار پاتا ہے۔ لہ

میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا نائب مناسب ہے

اور حضرت شیخ کی نیابت ہی کے باعث یہ معاملہ اُس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نُورُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُورِ الشَّمْسِ، لہذا اب کوئی تضاد نہیں رہا۔

اے بھائی! چونکہ حضرت امیرِ رسیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ولایتِ محمدی علی صَاحِبِہَا الْعِلْوَةُ وَالسَّلَامُ کا بوجہ اٹھانے والے ہیں اس لیے اقطاب و ابدال و اوتاد کے مقامِ رجوا دیائے عزلت میں سے ہیں اور کمالِ ولایت کی جانب اُن میں غالب ہے، کی تہویت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے۔ یعنی قطبِ مدہ کا سر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ قدم ہے۔ قطبِ مدہ ان کی حمایت و اعانت ہی کے سہارے اپنے ضروری امورِ سرانجام دیتا اور ولایت سے عہدہ برداشت کرتا ہے۔ حضرت فاطمہ اور امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس مقام میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک ہیں۔ ۱۷

اے فرزند! وہ معرفت جو در سالہ مباد و معاد میں اسی افادہ اور استفادہ کے بارے میں نکھی گئی ہے، جو قطبِ ارشاد سے متعلق ہے، وہ اپنی افادیت کے باعث چونکہ اس مقام سے بھی مناسبت رکھتی ہے لہذا وہ معرفت اس مکتوب میں بھی میں بھی تحریر کی جاتی ہے، لہذا اس سے یقین حاصل کریں۔

قطبِ ارشاد جو کمالِ فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے، وہ عزیزِ الوجود اور نایاب ہوتا ہے اور قرون اور زمانوں کے بعد ایسا گہر بیکتا ظہور میں آتا ہے۔ یہ عالم تیرہ و تار اس کی نورانیت سے منور ہو جاتا ہے اور اُس کے رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت



سے حصہ ملتا ہے تو اُسی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور بغیر اُس کے وسیلے کے کوئی اس دولت کو پا نہیں سکتا۔

اس کے نورِ ہدایت نے دریائے محیط کی طرح ساری دنیا کو گھیرا ہوا ہوتا ہے وہ گویا دریائے منجھڑ ہے جو بالکل حرکت نہیں کرتا اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا ایسا ہو کہ وہ بزرگ خود کسی طالب کی طرف متوجہ ہے تو توجہ کے وقت طالب کے دل میں ایک روزن (سورخ) کھل جاتا ہے اور اس راستے سے وہ توجہ اور اخلاص کے مطابق اُس کے دریائے کرم سے سیراب ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو ذکرِ الہی میں مشغول ہے اور اُس عزیزِ بہ کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے، انکار سے نہیں بلکہ بائیں وجہ کہ اسے پہچانتا نہیں ہے تو اسے بھی فائدہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن دوسری صورت کی نسبت پہلی صورت میں افادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔

لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے ناخوش ہے تو اگرچہ وہ ذکرِ الہی میں مشغول ہی کیوں نہ رہے لیکن رُشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہے گا اور یہ انکسار و آزارِ حصولِ فیض سے مانع ہو جاتا ہے، خواہ وہ بزرگ اس کے عدم افادے کی جانب متوجہ ہو اور اُس کے ضرر کا قصد کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ ہدایت کی حقیقت اس سے منقود ہے۔ حقیقت میں وہ رُشد و ہدایت کی ایک بے معنی سی صورت ہے، جس کا نفع بہت قلیل ہوتا ہے..... ایسی جماعت جو اُس عزیزِ بہ سے محبت و اخلاص رکھتی ہے، اگر اُس کی توجہ اور ذکرِ الہی سے خالی ہو لیکن صرف اس کی محبت کے سبب انہیں رُشد و ہدایت کے نور سے حصہ مل جائے گا۔

---

۱۔ احمد سرہندی، مجد والف ثانی؛ مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۶۰ ۛ

جاننا چاہیے کہ انبیاء علی بنیائ و علیہم الصلوٰت و السّلامات کے کامل تبعین جب تبعیت کے طور پر مقام نبوت کے کمالات کو پوری طرح حاصل کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت پر فائز کر دیا جاتا ہے اور بعض کو ان کمالات کے مجرّد حصول پر کفایت فرماتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے بزرگ نفس کمال کے حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب پر فائز کرنے اور نہ کرنے کا ہے یا ان امور کا جو اُس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔

کامل تبعین جب ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو ان کمالات کے مجرّد حصول پر اکتفا کرتے ہیں جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ . . . . یہ دونوں منصب کمالاتِ اصلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالاتِ ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب۔ گویا پیچھے والے دونوں مقام اور پولے دونوں مقاموں کے ظلّ ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قطب مدار سے غوث ہوتا ہے اور ان کے نزدیک غوثیت قطبیت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں ہے جبکہ فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے علیحدہ ہوتا ہے اور وہ اس کے فرائض میں ممدو معاون ہوتا ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اُس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے مناصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب مدار کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب کے اعوان و انصار بھی قطب حکمی ہیں۔

سہ احمد سرہندی، مجتہد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۶۱۔

مرشدِ کامل کی خدمت میں پہنچ جانے کے بعد سالک تمام مرادوں سمیت اپنے آپ کو اس طرح شیخ کے سپرد کر دے جس طرح میت غسل کے ہاتھوں میں ہوتی ہے کیونکہ فنائے اول یہی فنائے شیخ ہے اور فنا فی اللہ کا ذریعہ وسیلہ یہی فنا ہے۔۔۔۔۔  
بارے اور استفادے کا راستہ طرفین (خالق و مخلوق) کی مناسبت پر مبنی ہے۔ شروع میں طالب کو اپنی انتہائی پستی اور نااہلی کے باعث بارگاہِ عز و سلطنت کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی، لہذا اس وقت درمیان میں ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہوتی ہے جو طالب و مطلوب کے مابین بہ زرخ کا کام دے اور وہ شیخِ کامل کی ذات ہے۔ سہ

اگر فضلِ الہیہ دی سے شیخِ کامل پیشتر آجائے تو اس کے حصول کو نعمتِ عظمیٰ شمار کرتے ہوئے سالک اس کے آستانے کا خدمت گزار بن جائے اور اپنی ذات کو اس کے فقرات کا تابع بنا دے۔۔۔۔۔ شیخ کے اختیار میں اپنے اختیار کو گم کر دے۔ اپنے دل کو تمام مرادوں سے خالی کر کے شیخ کی خدمت پر کمر بستہ ہو جائے۔ شیخ کے ہر حکم کو روحِ سعادت گروائے ہوئے پوری کوشش سے اس کی تعمیل کرے۔ مرشدِ کامل اگر ذکر کو اس کی استعداد کے لیے مناسب سمجھے گا تو ذکر کی تلقین کرے گا۔ اگر اُسے توجہ یا مراقبہ مناسب نظر آئے گا تو اُن کی جانب اشارہ کر دے گا۔ قصہ مختصر کہ صحبتِ شیخ کے وقت راہِ سلوک کی شرائط میں سے کسی شرط کے تحت ذکر کی حاجت نہیں۔ بلکہ جو کچھ اسے طالبِ صادق کے حال کے مناسب نظر آئے گا اس کے کہنے کا حکم دے گا اور اگر راہِ شرائط میں طالب سے کسی امر میں کسی کوتاہی کا ارتکاب ہو گا تو

سہ احمد مرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۸۶ :

صحبت اس کی تلافی کرے گی اور شیخ کی توجہ اس نقصان کو پورا کر دے گی۔ ۱۷

(۲۱۵)

اپنے فرزند اکبر (خواجہ محمد صادق) کی وفات کے چند ماہ پیش از میں نے ایک بلند نور دیکھا کہ اس کی صفت و شان بیان سے باہر ہے اور وہ کیفیات سے مبرا و منزہ ہے۔ مجھے یہ آرزو ہوئی کہ وہ زمین میرا مدفن بنے اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو۔ اس بات کا میں نے اپنے فرزند اکبر سے ذکر کیا جو محرم راز تھا اور نہ تذکرہ نور کے ساتھ اپنی آرزو سے مطلع کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ میرا وہ تخت جگہ ہی اُس دولت کی جانب سبقت لے گیا اور وہ پردہ خاک کے اندر اس دریا ئے نور میں مستغرق ہو گیا۔

مبارک منعموں کو اپنی دولت

مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اس عظمت والے شہر (سرہند شریف) کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میرے فرزند اکبر جیسی ہستی اس میں مجرأ ستراحت ہے جو اکابر اولیاء اللہ سے ہے اور ایک مدت کے بعد مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ وہ نور جو نہ کوہ جگہ رکھا گیا ہے وہ میرے ہی انوارِ قلبیہ کا لمعہ ہے جو یہاں سے لے کر اُس جگہ روشن کیا گیا ہے جس طرح سے چراغ روشن کر لیتے ہیں۔ ۱۸

(۲۱۶)

اس شیخ (حضرت مجدد الف ثانی) کے فرزند جو کہ بچے ہیں، وہ اسرارِ الہی ہیں۔ بلکہ وہ نو شجرہ طیبہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوب کھیتی اُگائی ہے۔ ۱۹

۱۷ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۸۶

۱۸ " " " " دفتر دوم، مکتوب ۲۲

۱۹ محمد باقی با اللہ، خواجہ: کلیات باقی، ص ۱۳۰



## حضرت مجدد الف ثانی

یہ علمی لحاظ سے بے بضاعت اور سراسر ناقابل ذکر انسان اُس آسمانِ علم و عرفان کے فضائل و کمالات بھلا کس طرح بیان کرے کیونکہ ایک ذرہ پہاڑ کی رفعتوں کا کیا اندازہ کر سکتا ہے؟ قطرے کو بحرِ بیکراں کی وسعتوں کا کیا علم ہو سکتا ہے؟ اُن کے بارے میں میرے جیسا بے ہنر اور سراپا معصیت کیا لکھے جن کے متعلق اُن کے مرشد گرامی خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ رالموتوفی ۱۲۱۲ھ / ۱۹۰۴ء نے یوں فرمایا تھا:-

۱۔ میاں شیخ احمد فضل و کمال کے نیرِ تاباں ہیں جن کی روشنی میں ہمارے جیسے کتنے ہی ستارے گم ہیں۔

۲۔ ہماری اور میاں شیخ احمد کی مثال خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ اور اُن کے مرید خواجہ سعید اللہ احلہ جیسی ہے کہ اگر وہ اور زندہ رہتے تو اپنے مرید سے شرفِ ارادت حاصل کرتے۔

۳۔ میاں شیخ احمد جیسی ہستی آج اس آسمان کے نیچے اور نہیں ہے۔

۴۔ صحابہ و تابعین کے بعد میاں شیخ احمد جیسی ہستیاں چند ہی گذری ہیں۔

۵۔ میاں شیخ احمد قطبیتِ ارشاد اور قطبیتِ مدار دونوں کے جامع ہیں۔

۶۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی کہ میاں شیخ احمد جیسی ہستی کی تربیت کر چلا ہوں۔

۷۔ میاں شیخ احمد مرید نہیں بلکہ مراد اور محبوب ہیں۔

۸۔ راہِ سلوک میں ہمارا توقف میاں شیخ احمد کی توجہ سے ہی دور ہوا تھا۔

۹۔ میاں شیخ احمد کے ذریعے ہی مجھ پر روشن ہوا کہ توحیدی وجودی تنگ کوچہ ہے۔

۱۰۔ میاں شیخ احمد کی ذات پر مجھے فخر ہے۔ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ۔

۱۱۔ جن کے بارے میں خاتم الحفظ، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) کے بقول زبان رسالت سے صلہ کا لفظ صادر ہوا اور خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں یہ لفظ اپنے لیے استعمال کیا ملاحظہ ہو مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶، جبکہ آپ سے پہلے اُمتِ محمدیہ میں سے کسی بزرگ نے یہ لفظ اپنے لیے استعمال نہیں کیا۔

۱۲۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بشارت دی کہ تو علمِ کلام کے مجتہدین سے ہے۔

۱۳۔ جن کے عقائد کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت ہو چکی ہے اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن کے ایک رسالے کے متعلق اولیائے کرام سے فرمایا کہ ایسے غیثدے رکھنے چاہئیں۔

۱۴۔ جو تصوف میں منصبِ امامت و درجہٴ اجتہاد پر فائز ہیں۔

۱۵۔ جو اولوالعزم پیغمبروں کے نائب اور اُن کے قائم مقام ہیں۔

۱۶۔ جن کا تجدیدی کارنامہ مجددین کے کارناموں میں اپنی نظیر آپ ہے۔

۱۷۔ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۹۱ھ) نے اپنے ایک خلیفہ کو خط لکھ کر دیا کہ فلاں (حضرت مجدد الف ثانی) میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔

۱۸۔ جن کے ظہور کی کتنے ہی اکابر اولیاء اللہ نے بشارتیں دی تھیں۔

۱۹۔ جن کے ظہور کی اُن کے والدِ محترم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۷۱ھ) کو قبل از وقت بشارت مل گئی تھی۔

۲۰۔ جن کے متعلق علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۶۷ھ) جیسی نادیر روزگارِ مستی نے فرمایا کہ یہ تو مجدد الف ثانی ہیں۔

- ۲۱۔ جنہوں نے تہذیبِ نعمت کے طور پر خود بھی بتایا کہ واقعی وہ مجدد الف ثانی ہے۔
- ۲۲۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) جیسے نابغہ عصر معاصر نے جن کی عظمت اور بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔
- ۲۳۔ شیخ فضل اللہ بہان پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۵ھ) نے معاصر ہونے کے باوجود فرمایا کہ یہ کشورِ ولایت کے مہر درخشاں اور دوسرے اولیاء اللہ ستاروں کی طرح ہیں۔
- ۲۴۔ شیخ حسن غوثی رحمۃ اللہ علیہ جیسا باکمال جنہیں کشورِ روحانیت کا تاج دلہ بتائے۔
- ۲۵۔ میر مومن عجمی رحمۃ اللہ علیہ جیسا صاحبِ قلب و نظر وئی کامل جن سے بیعت ہونے کا خواہش مند ہونیز توجہ اور انوارِ قدسیہ کی درخواست کرے۔
- ۲۶۔ بقول حضرت میر مومن عجمی رحمۃ اللہ علیہ اگر حضرت بایں پدِ بطنی (المتوفی ۱۰۶۱ھ) اور حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۱۰۶۷ھ) قدس سرہما جن سے ملنے میں عار محسوس نہ کرتے۔
- ۲۷۔ جن کے عظیم المثال کا زامے یگانے اور بیگانے نیز دوست و دشمن سب تسلیم کرتے ہیں۔
- ۲۸۔ جن کو بشارت دی گئی کہ اس کے سلسلے میں بیعت ہونے والوں کو بخش دیا جائے گا۔
- ۲۹۔ جن کو مشردہ سلا کہ جس کی تم نمازِ جنازہ پڑھو گے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔
- ۳۰۔ جن کو بارگاہِ رسالت سے خلعتِ قیومیت مرحمت فرمائی گئی تھی۔
- ۳۱۔ جن کو تشابہات کے علوم سے حصہ ملا اور حروفِ مقطعات کا مفہوم منکشف فرما دیا گیا تھا۔
- ۳۲۔ جن کی نسبت حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کو بھی حاصل ہوگی۔
- ۳۳۔ جن کے کشف کا اندازہ کرنے سے ادیبائے کالمین بھی عاجز رہے۔

۳۴۔ جن کے لیے مسائل شرعیہ کو کشفیہ بھی کہ دیا گیا تھا۔  
۳۵۔ جن کی اصابت رائے کو تسلیم کیے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔  
۳۶۔ جس نے گلشن اسلام میں وہ گل ہائے رنگارنگ کھلائے کہ نصاب ہدایت جمع کر دیا۔

۳۷۔ جن کے اقوال و اُرد کو علم و کمال والوں کی نظر میں سند کا درجہ حاصل ہے۔  
۳۸۔ جن کے متوسلین آج بھی دنیا میں اس کثرت سے ہیں کہ اتنے شاید ہی کسی دوسری ہستی کے ہوں۔

۳۹۔ جنہوں نے دینِ مشین کے ہر شعبے میں تجدیدی کارنامہ سرانجام دیا۔  
۴۰۔ جس نے نہ صرف متحدہ ہندوستان میں بلکہ اپنے خلفاء کے ذریعے کتنے ہی دیگر ممالک میں بھی اسلامی انقلاب برپا کر دیا تھا۔

رُشد و ہدایت کے ایسے مہر درخشاں کی تابانی اور ضیاء باری کو یہ ذرہ ناچیز بھلا  
کیا بیان کر سکتا ہے لیکن یہاں صرف بعض وہ اُمور پیش کر رہا ہوں جو حضرت مجدد  
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے متعلق خود بیان فرمائے  
ہیں وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

جب اس فقیر کو اس راہِ سلوک کا شوق پیدا ہوا تو حق تعالیٰ اجلّٰی سلطانہ کی عنایت  
نے مجھے سلسلہ حضراتِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ایک بزرگ خلیفہ درخولہ  
باقی اللہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ وہیں سے میں نے ان بزرگواروں کے طریقے کو  
اخذ کیا اور ان بزرگ کی صحبت اختیار کی۔ ان بزرگ کی توجہ کی برکت سے حضرات  
خواجگانِ نقشبندیہ کا وہ جذبہ جو صفتِ قیومیت میں کمالِ فنا حاصل ہونے سے  
پیدا ہوتا ہے، اس فقیر کو حاصل ہوا اور اندراجِ النہایت فی الہدایت سے کسی قدر



سیرابی نصیب ہوئی۔ جب یہ جذبہ اچھی طرح پختہ ہو گیا تو سلوک میں مجھے قرار حاصل ہوا اور میں نے اس راہ کو شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی روحانی تربیت کے ذریعے انجام تک پہنچایا۔ ۱۷

(۲۱۸)

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے مخدوم زادوں کی بارگاہ میں عرض گزار ہوں کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد محترم کے احسانات میں غرق ہے فقیر نے اس طریقے کی بسم اللہ تک کا سبق اُن سے ہی حاصل کیا اور اس راستے کا سب کچھ اُن سے سیکھا۔ اندراج النہایہ فی البدایۃ اُن کی نظرِ کرم کے صدقے حاصل ہوئی اور سفرِ دروٹن کی سعادت سے اُن کے طفیل مشرف ہوا۔ اُن کی بارگاہِ لطف و کرم نے اس ناچیز کو دو اڑھائی ماہ کے عرصے میں نسبتِ نقشبندیہ تک پہنچا دیا اور اُن بزرگوں کا حضورِ خاص عطا فرمایا اور وہ تجلیات، ظہورات، انوار، رنگ، بے رنگی اور بے کیفیت جن کا حصول اس عرصے میں اُن کے طفیل ہوا وہ شرح بیان سے باہر ہے۔ اس مردِ خدا کی توجہ سے معارفِ توحید، اتحاد، قرب و معیت اور احاطہ و سرایان میں سے شاید ہی کوئی دقیقہ ایسا رہ گیا ہو جس کا راز اس فقیر پر نہ کھلا ہو اور جس کی حقیقت پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔ وحدت کا کثرت میں اور کثرت کا وحدت میں مشاہدہ کرنا ان معارف کے مقامات اور بادی میں سے ہے۔ ۱۸

(۲۱۹)

جاننا چاہیے کہ میرے پیرو مُرشد اور بخدا میرے پیشوا و خواجہ باقی باللہ اُن کے

۱۷ احمد سرسندی، نجد والہ ثانی: مبداء و معاد، ص ۹۳، ۹۴

۱۸ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۶۶

۲۲.

71

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

444

nn

۱۵ احمد سرشیدی، محمد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۱۳

۴۲ " " " " " مکتوب ۱۸۰۰

ان میں سے ہر ایک کے مخصوص علوم و معارف حاصل کرنے اور ان کے مخصوص احوال و واجید کے متحقق ہو جانے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں سیر واقع ہوتی ہے۔

(۲۲۴)

جاننا چاہیے کہ ممکن جب قرب الہی جبل سلطانہ کے مقامات میں دائرہ امکان سے باہر قدم رکھتا ہے تو ازل اور ابد کو متحد پاتا ہے۔ حضرت رسالت پناہ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات مقامات عروج کے اندر حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پایا اور طوفان نوح بھی موجود تھا علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اہل بہشت کو بہشت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں دیکھا تھا۔ بہشت کا داخلہ شروع ہونے کے پانچ سو سال بعد، جو وہاں کے حساب سے نصف دن ہے، حضرت عبدالرحمن بن عوف کو جو دولت مند صحابہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے تھے، بہشت میں داخل ہوتے دیکھا جب پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دیر ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنے دشوار گزار راستوں اور کٹھن مرحلوں کا حال عرض کیا۔ یہ سب کچھ وہاں ایک آن کے اندر ہوا اور گزشتہ و آئندہ کی وہاں کوئی گنہائش نہیں ہے۔

(۲۲۵)

اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حالات (معراج شریف میں) پیغمبر خدا کے جسم و روح دونوں کو پیش آئے اور آپ نے بصارت و بصیرت دونوں کے ساتھ مشاہدہ فرمایا تھا۔ اگر تبعیت کے طور پر یہ حالت دوسروں کو مرحمت فرمائی جائے تو وہ صرف

۱۔ احمد سرہندی، مجرّد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۵، ص ۷  
۲۔ مبداء معاد مترجم، مطبعہ کراچی، ص ۴۹، ۵۰



FF4

PPG

٤٩٣ " " " " " ٤٩٣

۲۲۸)

۲۲۹)

[illegible]

ارشاد کا کام بالکل معمولی ہے، جیسے راستے میں بھینکی ہوئی چیز انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی دعوت کو ان کے باطنی معاملات سے یہی نسبت ہے اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن نبوت کے کمالات اور اس کے خصائص سے تبعیت و وراثت کے طور پر ان کے کامل تبعین کو حصہ میسر ہے۔ لہ

(۲۳۰)

اس اُمت کی آخریت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے ایک ہزار سال گزرنے کے بعد یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا سے شروع ہوتا ہے۔ ہزار سال گزرنے میں یہ عظیم خاصیت ہے کہ امور میں تغیر آ جاتا ہے اور اس کا اشیاء کے تبدیل ہونے میں قومی اثر ہوتا ہے۔ چونکہ اس اُمت میں نسخ و تبدیلی نہیں ہے لہذا متقدمین کی نسبت اسی طراوت و آباداری کے ساتھ تاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور تائید شریعت و تجدید ملت اس دوسرے ہزار سال میں ہو رہی ہے اور اس امر کے دو معتبر گواہ حضرت عیسیٰ علی نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ہیں۔ لہ

(۲۳۱)

مطلع رہیں کہ ہر سٹو سال کے بعد مجد و گزرا ہے لیکن سٹو سال کا مجد اور ہوتا ہے اور ہزار سال کا مجد اور ہوتا ہے۔ جو فرق سٹو اور ہزار میں ہوتا ہے وہی فرق ان دونوں قسم کے مجدوں کے مراتب میں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ نیز مجد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں اُتیتوں کو فیوض و برکات سے جو حصہ پہنچتا

لہ احمد سرحدی، مجد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۱۱

لہ " " " " دفتر اول، مکتوب ۲۶۱

۲۲۲)

(PPT)

" " " " ۴۴



۲۲۷

۲۲۵

(۲۲۴)

(rre

اے فرزند! یہ جو معارف کلمے گئے ہیں اُمید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے

۱۸۔ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی : مکتوبات امام ربّانی، دفتر اول، مکتوب ۱۸  
 ۵۲ " " " " " " مکتوب ۲۴۸  
 ۵۳ " " " " " " مکتوب ۲۳۴

④

فریادِ حافظِ این ہمہ آخہ بہر زہ نیست

۱۰ ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست ۱۱

[illegible]

۲۲۹

۲۲.

PM

۸۵ احمد سرشہدی، مجدد الف ثانی : مکتوباتِ امام ربّانی، دفتر دوم، مکتوب ۶  
۹۲ " " " " دفتر سوم، مکتوب ۹۵

ۛ حریفان را نہ سرماند و نہ دستار ۛ

۲۲۲)

جو کاروبار اس ولایت سے وابستہ ہے اگر اُس میں سے تھوڑا سا بیان کروں  
یا اُن معاملات کی جانب اشارہ کروں جو ان دونوں ولایتوں کے ساتھ خاص ہیں تو  
گلا کاٹ دیا جائے گا اور حلقوم ذبح کر دیا جائے گا۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نے ان بعض علوم کے متعلق فرمایا جو انھوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے حاصل کیے تھے کہ اگر انھیں ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے گا۔  
دریں حالات دوسروں کی کیا حیثیت ہے۔ سہ

YNN

آخر کار جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے تاویلاتِ منشاہات

۱۰ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۹۵

৯২

///

"

"

"

11



۴۴۴)

YFO

۵۲ " : مبدأ و معاد مترجم، ص ۹۶ :

274)

۲۲۷

۱۵۰ احمد سرشاری، مجد الف ثانی : مبداء و معاد مترجم، ص ۹۷

۵۲ " " " " ص ۹۷ ب.

بہت ہی تعجب فرماتے اور اسے بے نیاز نہم بتایا کرتے تھے۔ یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا چنانچہ کسی روز ایک مصیبت کو دفع کرنے کے درپے ہوا جو ایک دوست کے حق مقرر ہو چکی تھی۔ اُس وقت بڑے عجز و نیاز اور خشوع و خضوع سے التبا کی تو معلوم کہ اُس کی قضا کسی امر سے متعلق اور کسی شرط سے مشروط نہیں ہے۔ اس صورت حال سے بڑی نا اُمیدی ہوئی لیکن حضرت سید محی الدین قدس سرہ کا ارشاد گرامی یاد آگیا۔ دوبارہ ملتجی اور متضرع ہوا اور سہرا پا عجز و نیاز بن گیا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضا ئے معلق و موطرح پر ہے ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتے اُس پر مطلع ہیں۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اور وہ لوح محفوظ میں قضا ئے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ لہذا قضا ئے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہ کا قول بھی اسی قسم دوم کے متعلق ہے جو قضا ئے مبرم کی صورت رکھتی ہے نہ کہ اُس قضا پہ جو حقیقت میں مبرم ہے کیونکہ اُس میں تصرف و تبدیلی عقلاً اور شرعاً محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اُس قضا کی حقیقت کا علم ہی نہ ہو تو اس میں تصرف کیسے کر سکتا ہے؟ چنانچہ نہیں نے، اُس مصیبت کو دفع فرما دیا ہے۔ لے

حضرت مجدد صاحب نے فرمایا کہ ہم نے لوح محفوظ میں دیکھا تو اس میں یہ رشتاوت

تفضلے مبرم تھی، جس کا بدلنا ممکن نہیں ہے۔ جب معزز صاحبزادوں نے دُعا کی پُر زور التجا کی تو حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا ارشادِ گرامی یاد آگیا کہ میری دعا سے تفضلے مبرم بھی بدل جاتی ہے۔ اس کے پیش نظر میں بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوا کہ اے اللہ! میں تیری ذات سے پُر امید ہوں اور تیرا فضل کسی پر محدود نہیں ہے۔ میں تیرے فضلِ عیم سے سوال کرتا ہوں کہ ملاحظا ہر کی پیشانی سے شقاوت کا لفظ مٹانے سے متعلقہ میری دعا قبول فرما۔ چنانچہ شقی کا لفظ مٹ گیا اور اُس کی جگہ سعید لکھا گیا جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ سہ

رسالہ ہذا کی تحویر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دستِ مبارک میں پکڑا ہوا ہے اور کمالِ لطف و کرم سے اُسے بوسہ دے کر مشائخ کو دکھا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہئیں۔ مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی، وہ بہت نورانی، ممتاز اور نادر الوجود تھی۔۔۔۔۔ اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔ سہ

احوالِ سلوک کے درمیانی حالات میں ایک مرتبہ حضرت پیغمبر خدا علیہ وعلیٰ آلہ

سہ ثناء اللہ پانی پتی، مفسر: تفسیر مظہری، جلد ہفتم، ص ۲۰۰

سہ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۱۲ ۛ



الصلوات والتسلیمات نے واقعہ میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدین سے ہے۔ اُس وقت سے مسائل کلامیہ کے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی رائے خاص اور علم مخصوص ہے۔ اشاعرہ و ماتریدیہ کے اکثر اختلافی مسائل سے جب کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے تو ابتدائی طور پر حقیقت اشاعرہ کی جانب نظر آتی ہے لیکن جب نور فراست اور باریک نظر سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حق ماتریدیہ کی جانب ہے۔ علم کلام کے اختلافی مسائل میں اس فقیر کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے۔ لہ



---

لہ احمد سرمنڈی، مجدد الف ثانی: مبداء و معاد مترجم مطبوعہ کلاچی، ص ۵۵، ۵۴ ❦

## شیخ مجدد کا نعرہ حق

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مغل بادشاہ جلال الدین اکبر اور جہانگیر کا زمانہ پایا۔ اکبر اپنے آخری دور میں بڑی حد تک اسلام سے مغرف ہو گیا تھا اور دین الہی کے نام سے ایک نیا دین جاری کر دیا تھا۔ بادشاہ کے لیے سجدہ کرنا شاہی آداب میں شمار ہوتا تھا اور بعض علماء نے بھی اس فعل کے جو ان کا فتویٰ دے دیا تھا۔ اپنے باپ کی ساری غیر اسلامی حرکتیں جہانگیر کو ورثے میں ملی تھیں جبکہ بعض دنیا دار علماء اور صوفیا بھی ان خلاف شرع حرکات میں حکومت وقت کی معاونت کر رہے تھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خلاف شرع سجدے نیز گمراہی کے ان ارکانِ ثلاثہ کی بعض غیر اسلامی حرکتوں کے خلاف یہ کہتے ہوئے آواز بلند کی۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آسمینوں میں

مجھے ہے حکم اذان لا اِلهَ اِلَّا اللہ

(۲۵۱)

اے بھائی! سجدہ جو زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے یہ نہایت درجہ اپنی ذلت و انکساری کے اظہار پر دلالت کرتا ہے اور انتہائی عاجزی و تواضع پر مشتمل ہے لہذا ایسی تواضع اللہ جلّ سلطانہ کی عبادت کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔

سہ احمد سرزندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۹۲

YDY

۲۵۲

POC

٤٢

عالم الغیب نہیں ہے۔ فقیر ایسی باتوں کے سننے کی قطعاً تاب نہیں رکھتا اور بے اختیار میری فاروقی رگ حرکت میں آجاتی ہے اور تاویل و توجہ کی فرصت بھی نہیں دیتی ایسی باتوں کا قائل شیخ کبیر بھٹی ہو یا اکبر شامی، یہاں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام درکار ہے نہ کہ محی الدین ابن عربی، صدر الدین قونوی اور عبدالرزاق کاشی کا یہیں نص سے کام ہے نہ کہ نص سے۔ فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے خود کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی تعریف فرمائی ہے اور اپنے لیے عالم الغیب فرمایا ہے۔ حق سبحانہ کو تعالیٰ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے بلکہ حقیقت میں حق سبحانہ کی تکذیب ہے غیب کا کوئی اور معنی بتانا بھی اس برائی سے نہیں بچتا کَبُوتٌ كَلِمَةٌ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ كَاشٍ مِیْن جانتا کہ انھیں شریعت مطہرہ کے اس درجہ صریح خلاف بات کہنے پر کیا چیز ابھار رہی ہے۔

(۲۵۵)

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر پاک اگرچہ شرائط خطبہ سے نہیں لیکن شعائر اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سیہم سے ضرور ہے ان کے مبارک ذکر کو دانستہ یا سرکشی کے ساتھ وہی ترک کرے گا جس کا دل مریض اور باطن خبیث ہے اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ اس نے تعصب یا عناد سے ایسا نہیں کیا تو بھی هَنْ تَشَبُّهٍ بِقَوْمٍ فَهُمْ مَوْصِفُهُمْ کی وعید کا جواب کیا ہوگا؟ مقامِ تہمت سے خلاصی کس طرح ملے گی جبکہ فرمان رسالت ہے: اِنْفُوا مَوَاضِعَ التَّهْمَةِ (تہمت کی جگہوں سے بچو) اگر حضرات شیخین کی تقدیم و تفضیل میں یہ شخص توقف کرتا ہے تو طریق اہل سنت

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۱۰۰



تارک ہے اور حضراتِ نختین (حضرت عثمان و علی) کی محبت میں شک رکھتا ہے تو بھی اہل حق سے خارج اور دُور ہے..... معلوم نہیں کہ ایسا بدبودار پھولِ مہدوتا میں آج تک کہیں کھلا ہو۔ بعید نہیں کہ یہ معاملہ پورے شہرِ سامانہ کو بدنام کر دے بلکہ سرزمینِ ہند سے اعتماد اٹھ جائے یہ

(۲۵۶)

ایسے واقعات رونما ہونے کے باوجود غفلت برتنا بدعقیدہ لوگوں کو دلیر کرنا اور دین میں رخصتا نڈاز ہونے کا مترادف ہے اور یہ بات بھی سہل پسندی میں شمار ہوتی ہے۔ ادھر مہدی کی جماعت کھلے بندوں اہل حق کو اپنے باطل خیالات کی دعوت دیتی ہے اور وہ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے ریوڑ سے ایک دو افراد کو بھیڑیا بن کر اچک لے جاتے ہیں۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب یہ وحشت انگیز خبر سننے میں آئی تو اس نے شورِش پیدا کی اور میری فاروقی رگ کو حرکت دی یہ

(۲۵۷)

فقیر نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کی حقیقت وجودِ محض ہے تو یہ اس معاملے کی حقیقت تک رسائی نہ ہونے کے باعث لکھا اور بعض معارف جو توحید و جود کے بارے میں لکھے وہ بھی اسی قبیل سے ہیں کہ عدم اطلاع کے باعث لکھے گئے جب معاملے کی اصلی حقیقت سے فقیر کو مطلع فرمایا گیا تو جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا اور کہا تھا اس سے ناام ہوا اور توبہ کی یہ

۱۵۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۱۵

۱۶۔ ایضاً

دفتر اول، مکتوب ۲۶۰

۱۷۔ ایضاً

اس جگہ کوئی غلطی نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ اس مقام میں صورتِ شریعت اور حقیقتِ شریعت سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ اور پیروی احکامِ شریعیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ معاملے کی اصل و بنیاد شریعت ہے پس درخت خواہ کتنا ہی بلند و بالا ہو جائے اور دیوار خواہ کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہو جلے لیکن وہ بنیاد سے مستغنی نہیں ہو سکتی اور اس کی احتیاج سے بے نیازی حاصل نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر فقرِ عالیشان خواہ کتنی ہی رفعت پیدا کر لے اور پستی سے بہت دور نکل جائے لیکن مکان کے نیچے والے حصے سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتا اور پستی کی احتیاج اس سے زائل نہیں ہوتی۔ اگر بالفرض نیچے والے حصے میں کوئی خلل واقع ہو جائے تو خرابی بلندی والے حصے پر بھی اثر انداز ہوگی اور پچلے حصے کا زوال اوپر والے حصے کے زوال کا سبب بنے گا۔ پس شریعت کی ہر وقت اور ہر حال میں ضرورت ہے اور احکامِ شریعیہ کی بجا آوری کے سبب محتاج ہیں۔

یہ کیسی نعمت ہے کہ محنتوں اور مخلصوں کی توجہ سننِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی جانب ہو جائے اور وہ منکرہ اور ناپسندیدہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مٹانے پر کمر بستہ ہو جائیں۔ سنت و بدعت ایک دوسری کی ضد ہیں اور ایک کا وجود دوسری کی نفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک کو زندہ کرنا دوسری کو مارنے کا مستلزم ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا، بدعت کو مٹانا اور اسی طرح برعکس۔

۱۔ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۰

۲۔ دفتر اول، مکتوب ۲۵۵

۲۶۰

تمام سنتیں حق تعالیٰ کی پسندیدہ ہیں اور ان کی ضد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج بدعتوں کے پھیل جانے کے باعث یہ بات اکثر لوگوں پر گراں گزرے گی لیکن کل بروز قیامت معلوم ہو جائے گا کہ راہِ ہدایت پر ہم ہیں یا وہ۔

۲۶۱

بعض نیم ملاؤں نے طمع کے اٹھتوں مجبور ہو کر جو ان کی باطنی خباثت کے سبب ہے۔ امراء و سلاطین کا تقرب حاصل کر لیا ہے اور انھوں نے جی حصورِ بن کر دینِ متین میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے ہیں اور اس طرح وہ سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

۲۶۲

جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی بربادی کا سبب بھی یہی علماء ہیں۔ علماء بہترین مخلوق بھی ہیں اور بدترین مخلوق بھی۔ لوگوں کا ہدایت یا گمراہی کی طرف گامزن ہونا بھی علماء کے وجود سے وابستہ ہے کیسی بزرگ نے ابلیس لعین کو اضلال و تضلیل کے کام سے فارغ بیٹھے ہوئے دیکھا تو فراغت کا راز معلوم کرنا چاہا۔ ابلیس نے جواب دیا کہ میری جگہ اس وقت کے علماء و کام کر رہے ہیں۔ پس گمراہ کرنے کے لیے وہ کافی ہیں۔

۲۶۳

زمانہ ماضی (اکبری دور) میں اسلام کے سر پہ جو بھی آفت و مصیبت نازل ہوئی

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۵۵

۲۔ " " " " دفتر دوم، مکتوب ۶۷

۳۔ " " " " دفتر اول، مکتوب ۵۲

وہ علمائے سؤء کی بدبختی کی وجہ سے آئی۔ بادشاہوں کو راہِ راست سے بھٹکانے والے یہی علمائے سؤء ہیں۔ بہتر فرقے جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے موجود و مقتدا یہی علماء ہیں۔ علماء کے سوا دیگر افراد کی گمراہی دوسروں پر اس درجہ اثر انداز نہیں ہوتی۔

(۲۶۴)

علمائے سؤء پارس پتھر کی طرح ہیں جو لوہے اور تانبے کے ساتھ لگنے سے انھیں تو سونا بنا دیتا ہے لیکن خود پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح اس آگ کا معاملہ ہے جو بالنسوں اور پتھروں میں پوشیدہ ہوتی ہے کہ اہل جہان اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں لیکن اپنی ہی آگ سے پتھر اور بانس کوئی نفع حاصل نہیں کرتے ہیں کہتا ہوں کہ ایسے حضرات کا علم الٹا ان کے لیے نقصان کا باعث ہوگا کیونکہ علم نے ان پر رحمت تمام کر دی۔ فرمانِ رسالت ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اسے نفع نہ دیا۔ ان کا علم کیوں ان کے لیے مضر نہ ہو۔ جبکہ علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت ہے اور موجودات میں اشرف، لیکن انھوں نے علم کو کمیتی دنیا کما نے نیز مال و زر اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے، حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذیل و خوار اور ساری مخلوق سے بدتر ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی ہے اسے ذیل کرنا اور جو اس کے نزدیک ذیل ہے اس کی عزت کرنا کس درجہ ولیدہ و لیری کی بات اور قبیح ہے۔ حقیقت میں حق تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی وغیرہ اسی وقت سود مند ہیں جب یہ صرف رضا ثانی الہی کے لیے انجام دیئے جائیں اور جاہ و منصب، حصولِ زر اور

حکم احمد مرہدی، ج ۱۰ الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۴۷



ترقی درجات وغیرہ کی خواہشات سے پاک ہوں۔ دنیاوی چیزوں میں زبرد اختیار کرنا اور دنیا و مافیہا سے رغبت نہ رکھنا اس کی علامت ہے۔ جو علماء اس مصیبت میں مبتلا اور کینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں وہ دنیا دار علماء ہیں اور یہ علمائے سوء سب لوگوں سے جڑے اور دین کے چور ہیں یہ الگ بات ہے کہ پیش خویش وہ دینی مقتدا رہ رہتے رہتے مخلص بننے پھر رہیں یہ

(۲۶۵)

سچی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے میں امور شرعیہ کے اندر جو مستی اور ملامت واقع ہوئی اور دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں جتنا فساد برپا ہوا، اس کا باعث علمائے سوء کی بدبختی ہے اور یہ سب کچھ ان کی نیتوں کے فساد کی وجہ سے ہوا ہاں جو علماء دنیا سے منہ پھیرے ہوئے ہیں یعنی جاہ و منصب اور مال و زر کی محبت سے آزاد ہیں۔ وہی حضرات علمائے آخرت اور انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ یہی حضرات بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کو شہید ہونے والوں کے خون سے وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ یہ قرآن رسالت ان کی شان میں ہی وارد ہوا ہے کہ علماء کا سونا بھی عبادت ہے۔ یہی تو وہ علماء ہیں جنہیں آخرت کا حسن و جمال پسند آیا اور دنیا کی قباحت اور برائی کا انہیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقا کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو فنا اور زوال کے داغ سے دانداز پایا ہے اسی لیے انہوں نے اپنی ذات کو باقی رہنے والی آخرت کے سپرد کر دیا ہے اور فنا ہونے والی دنیا سے کنار کش ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ نہ کئے لم یزل ولا یزال کے مشاہدے کا ثمرہ ہے۔

سہ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۲

144

496

१८५                "                "                "                "                २

٢٤٨

اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا گیا اور اس کے مخصوص فوائد سے بے خبر ہیں۔ انہوں نے اپنے مرض کا علاج دوسری چیزوں سے کیا اور مقصود کا حصول دیگر امور سے وابستہ جانا بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے تو نماز کو بے کار اور غیر متعلق چیز سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیر میت پر رکھی ہے اور دوزے کو نماز سے افضل جانتے ہیں۔

149

کم عقل اور خام صوفیوں نے اس عبارت کا غلط معنی سمجھ کر خوبصورت شکلوں میں گرفتار ہوئے اور ان کے نازنخروں پر فریفتہ ہوئے ہیں۔ انہیں وصولِ حقیقت کا وسیلہ بناتے اور حصولِ مطلوب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ خبردار یہ تو مطلوب کے لیے رکاوٹ اور زبردست پردہ ہے۔ وہ ایک باطل نظریہ ہے جو ان کی نگاہوں کے سامنے مزین ہو کر آیا ہوا ہے اور وہ حقیقت سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض صوفیاء نے ان صورتوں کے حسنِ جمال کو اللہ تعالیٰ کا حسن و جمال سمجھ رکھا ہے اور انکی جانب مائل ہونے کو خدا کی جانب مائل ہونا اور ان کے مشاہدے کو خدا کا مشاہدہ جانتے ہیں..... اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند ہے۔ معلوم نہیں ان بے وقوفوں نے کس کو اللہ تعالیٰ سمجھ رکھا ہے۔

YK.

آیات و احادیث اور فقہی روایات غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ انکا

۲۴۱ مکتوب، دفتر اول، مکتوب ۲۴۱  
 ۲۴۲ مکتوب، دفتر سوم، مکتوب ۲۴۲

461

٢٤٧

۵۲ " " " " مکتوب ۱۲۲



آئینہ شریعت سے بیزاری توحید کا تقاضا ہے۔ بیماری اور مصیبتوں میں شیطانوں اور بتوں سے مدد طلب کرنا جو جاہل مسلمانوں میں عام ہو چکا ہے عین شرک اور گمراہی ہے اور گھڑے ہوئے یا بغیر گھڑے ہوئے پتھروں سے مردمان گناہ نفس کفر ہے اور واجب الوجود تبارک تعالیٰ کا انکار ہے..... اکثر عورتیں اپنی کمالِ جہالت کے باعث اس ممنوع استہداد میں مبتلا ہیں اور ان بے مستی اسماء سے اپنی مصیبتیں دور کرنے کی درخواست کرتی ہیں اور مشرکوں کی شرکیہ رسومات کے ادا کرنے میں مبتلا ہیں۔ خاص طور پر ان کی یہ عادت ہے چھپک کی بیماری پھیلنے کے وقت دیکھی جاتی ہے جسے ہندی زبان میں ستیلا کہتے ہیں۔ کوئی عورت ہی ایسی ہوگی جو اس باریک شرک سے غالی ہو اور شرکیہ استہداد کی رسومات میں سے کسی رسم کی ترکیب نہ ہو۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ بچائے اور ہنود کے معظم دنوں کی تعظیم کرنا، ان دنوں میں ہنود کی متعارف رسومات کا ادا کرنا شرک کو مستلزم اور کفر کا مستوجب ہے جیسا کہ کفار کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان اور خصوصاً ان کی عورتیں کافروں کی رسمیں ادا کرتی ہیں اور انھیں اپنی عید کی طرح مناتی ہیں اور کافروں کی طرح اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے گھروں میں تحفے تحائف بھیجتے ہیں اور کافروں کی طرح ان دنوں میں اپنے برتنوں کو رنگتے ہیں اور انھیں سرخ رنگ کے چاولوں سے بھر کر ایک دوسرے کے پاس بھیجتے ہیں اور ان مخصوص ایام میں ان باتوں خاص اہتمام کرتے ہیں یہ سب کچھ شرک اور دین اسلام کا انکار ہے۔

۲۵۳

قبل ازیں کفار غلبہ اور طاقت کے باعث اس دارالاسلام میں کفریہ احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے ظاہر کرنے سے مجبور اور عاجز تھے۔

۱۔ احمد سرہندی، مبداء الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲۱

٢٤٧

YCB

۴۷ احمد سرریندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول المکتوب، ۴

۴۲ " " " " مکتوب ۶۵

شرعیّتِ مطہرہ کا رواج سلاطین اسلام کے حسنِ اہتمام سے وابستہ ہے۔ کچھ عرصے سے اس بات میں کمزوری آگئی ہے جس کے باعث اسلام یقیناً کمزور ہو چکا ہے۔ ہندوستان کے کافر بے دھڑک مسجدوں کو گرا رہے ہیں اور ان کی جگہ اپنے مندر تعمیر کر رہے ہیں۔ تھانیسر کے کر و کشیتر حوض کے اندر ایک مسجد مٹی اور کسی بزرگ کا مقبرہ تھا۔ انھیں گرا کر ان کی جگہ ایک بہت بڑا مندر بنا لیا ہے۔ علاوہ بریں کفار بر ملا کفر یہ رسمیں ادا کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے اکثر احکام نافذ کرنے سے عاجز ہیں۔ ایکادشی کے روز ہندو برت رکھتے ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ اپنے شہروں میں بھی اس روز کوئی مسلمان نہ سر بازار روٹی پکائے نہ فروخت کرے اور نہ شارع عام کھائے پیئے۔ لیکن رمضان المبارک کے مہینے میں ہندو بر ملا کھانا کھاتے اور نیچتے ہیں۔ مگر کمزوری کے باعث کوئی مسلمان انھیں ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا۔

(۲۷۶)

قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور کمزوری اس در کو پہنچ گئی کہ بلادِ اسلام میں کفار فقط احکام کفریہ کے جاری ہونے پر ہی رضا مند نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام کا نام و نشان مٹ جائے اور اسلام و مسلمین کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ ان کی جرات و جسارت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شاعرِ اسلام کے اظہار کی جسارت کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاؤں جو ہندوستان کے اندر عظیم شاعر سے ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کف و شاید جزیہ دینے پر رضا مند ہو جائیں۔ لیکن ذبیحہ گاؤں پر راضی ہونے کو

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۹۲

(۲۶۷)

افسوس! ہزار افسوس! بادشاہِ وقت مسلمان ہے لیکن ہم غریب اس کمزوری اور خرابی میں پڑے ہوئے ہیں۔ سلاطین کے جاہ و جلال سے اسلام کے پیرے پر رونق آجاتی ہے۔ علمائے کرام و صوفیائے عظام کا اعزاز و اکرام ہوتا تھا اور وہ ان حضرات کی مدد سے شرعی احکام نافذ کیا کرتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ ایک روز صاحبِ قرآن امیر تیمور گورکان رحمۃ اللہ علیہ بنجار کے بازار میں سے گزر رہا تھا۔ حسن اتفاق کہ خواجہ نقشبند قریس سرہ کی خانقاہ کے درویش اسی بازار میں خانقاہ کی چٹائیوں کو جھاڑ رہے تھے اور گرد و غبار سے صاف کر رہے تھے۔ حسن عقیدت کے باعث امیر تیمور اسی جگہ ٹھہر گیا اور خانقاہ کی گرد اپنے اوپر لیتا رہا۔ گویا مشک و عنبر ہے۔ مرتے وقت حسن خاتمہ نصیب ہوا۔ منقول ہے کہ خواجہ نقشبند قریس سرہ امیر کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ تیمور اگر چہ مر گیا ہے لیکن ایمان ساتھ لے کر گیا ہے۔

(۲۶۸)

آپ (خانِ اعظم) پوری کوشش کریں کہ اہل کفر کی جو موٹی موٹی باتیں مسلمانوں میں پھیل چکی ہیں انہیں نیست و نابود کر دیا جائے اور اہل اسلام خلافِ شرع امور سے محفوظ و مامون ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱۰ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۸۱

۱۱ " " " " دفتر دوم، مکتوب ۹۲

۱۲ " " " " دفتر اول، مکتوب ۶۵



(۲۶۹)

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل متابعت آپ کے ساتھ کمالِ محبت رکھنے کی فرع ہے۔ کیونکہ محب جسے چاہتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے اور کمالِ محبت کی نشانی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ پوری طرح عداوت رکھی جائے۔ محبت میں دو غلے پن کی گنجائش نہیں ہے۔ محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اور مخالفت کی مجال نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں سے کسی وجہ سے بھی صلح نہیں کر سکتا۔ دو متضاد محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ اجتماع ضدین کو محال کہا گیا ہے لہذا ایک کی محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔

(۲۷۰)

کفار جو کہ اللہ عزوجل کے اور اس کے رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہیں ان سے دشمنی رکھنی چاہیے اور ان کو ذلیل و خوار رکھنے میں کوشاں رہنا چاہیے اور کسی بھی وجہ سے انھیں عزت کا مقام نہیں دینا چاہیے اور ان بد نصیبوں کو اپنی مجلس میں نہیں بلانا چاہیے اور ان سے انس نہ رکھا جائے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو ان کی جانب کسی کام میں رجوع نہ کیا جائے اور اگر ایسی ضرورت پڑ جائے کہ اس کے سوا چارہ نہ ہو تو قضائے حاجت کی طرح نفرت اور شدید مجبوری کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کر لی جائے۔

(۲۸۱)

آپ جب تک اس دنیا میں رہیں فقراء کی محبت پر زندہ رہیں اور حب اس

لے احمد سرسندی، معبد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۱۶۵  
لے العین

٢٧٢

۲۸۲

۲۱۰۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۱۰

## مکتوب ۵.

زوال پذیر ہوں گی۔ ۱۵

۲۸۴

دنیا دار علماء جن کی بھاگ دوڑ کمینی دنیا کی دولت کے لیے ہے ان کی صحبت  
زیرِ قاتل ہے اور ان کی یہ بیماری متعدی بیماری ہے۔ ۱۵

۲۸۵

محبت دنیا اور اس کی جانب رغبت رکھنا علماء کے چہرۂ جمال کا بدنام داغ ہے  
مخلوق کو اگرچہ ایسے علماء بھی فائدے پہنچاتے ہیں لیکن ایسے علماء کا علم خود ان کے لیے  
نفع مند نہیں ہوتا۔ علماءِ سوءِ پارس کی طرح ہیں کہ اس کے ساتھ لگنے سے لوہا اور تانبہ  
تو سونا بن جاتے ہیں لیکن وہ خود پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور  
بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے، لوگ اس آگ سے مستفید ہوتے ہیں لیکن پتھر اور  
بانس اپنی اندرونی آگ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر پاتے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم  
ان کے حق میں نقصان دہ ہے کہ اس علم نے ان پر محبت تمام کر دی۔ ۱۵

۲۸۶

سرورِ دین و دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبی تعلق رکھنے کے باعث  
سادات کثیر البرکات ہیں اور ان حضرات کی شان اس بات سے بلند و بالا ہے کہ یہ  
قاصر بیان ان کی تعریف و توصیف کر سکے۔ ہاں انھیں اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے  
اس بارے میں لب کشائی کی جرات کرتا بلکہ ان کے وسیلے سے خود کو قابلِ تعریف بناؤں گی

۱۵ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۵۲

۱۶ " " " " " " مکتوب ۴۷

۱۷ " " " " " " مکتوب ۲۲

YAL

YAA

۵۶	مکتوب	۵۶
۲۰۹	مکتوب	۲۰۹
۲۶۰	مکتوب	۲۶۰



٢٩٢

494

۵۱ احمد سرسندی، مجلد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۸

۵۲ " " " " " " مکتوب ۸۳

نئے معارف جو تمھارے لیے لکھ کر بھیجے ہیں وہ تمھارے لیے ایک کے بعد دوسرا سبق ہیں انھیں سرسری طور پر نہ پڑھیں بلکہ محنت سے ان کا مطالعہ کریں۔ شاید ان رازوں کی جانب سے کھڑکی کھل جائے اور سرمایہ سعادت حاصل ہو جائے تمھارے بارے میں مجھے بشارت دی گئی ہے جو ایک مکتوب میں لکھ کر خواجہ محمد ہاشم کشمیری کے سپرد کی کہ تمھیں پہنچا دی جائے۔ امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ تمھیں ضائع نہ کرے گا بلکہ قبول فرمائے گا لیکن ترساں و لہذاں رہیں اور لہو و لعب سے واسطہ نہ رکھیں اور بارگاہ خداوندی میں ملتجی اور مستضرع رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ صحبت کی دوری کوئی دوسرا اثر پیدا کر دے۔

اہل حقوق سے ضرورت کے مطابق اختلاط رکھیں اور ان کی خاطر داری کریں اور مستورات کی جماعت کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے سہم گزاریں اور ان کے حق میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے دریغ نہ کریں اور جملہ اہل خانہ کو نماز پڑھنے، اپنی اپنی اصلاح اور شرعی احکام کی تعمیل کرنے کی ترغیب دیتے رہیں کیونکہ تم اپنی رعیت کے بارے میں پہچھے جاؤ گے حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمھیں علم مرحمت فرمایا ہے اس کے موافق عمل بھی کرنا فرمائے اور اس پر استقامت بخشنے۔

(۲۹۸)

خوشی و تنگی، آسانی و غمی، نعمت و نعمت، رحمت و رحمت، سختی و نرمی اور عطاء و بلا غرضیکہ ہر حالت میں سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو اس آقا پر جس کے برابر کسی نبی کو اذیت نہیں پہنچائی گئی اور جس کے برابر کسی رسول کی آزمائش نہیں کی گئی۔ اسی لیے وہ تمام جہانوں کی رحمت ہوئے اور

۱۔ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۸۵

اگلے پھلوں کے سردار ٹھہرے۔

فرزندِ گرامی ! مصیبت کا وقت اگرچہ تلخ اور بے مزہ ہے لیکن فرصت اگر دیں تو غنیمت ہے ان دنوں جس طرح فرصت ٹھیں بخشی ہے اس پر خدا کا شکر ادا کرو اپنے کام کی جانب متوجہ رہو اور اپنے لیے ایک لمحہ یا لحظہ بھی فرصت کا تحزیز نہ کرو۔ ان تین کاموں میں سے کسی ایک کام میں مشغول رہو۔ (۱) تلاوت قرآن مجید (۲) لمبی قرأت کے ساتھ نماز ادا کرنا (۳) کلمہ لا الہ الا اللہ کی تکرار۔ کلمہ لا سے اپنی نفسانی خواہشات کی نفی کریں نیز اپنے مقاصد اور مرادوں کو دفع کر دیں۔ کیونکہ اپنی مراد طلب کرنا گویا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے چاہے تو یہ کہ میدانِ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور تجلیات میں بھی کوئی ہوس نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت ثابت ہو جائے۔ اپنی مراد چاہنے کا نتیجہ اپنے مولیٰ کی مراد کو دفع کرنا ہے۔ اور اپنے مالک سے معارضہ کرنا ہے اس معنی کی نفی کی جائے اور یہ کوشش اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک تمام خواہشات سے پاک نہ ہو جائے اور مرادِ مولیٰ کے ساتھ کوئی اور مراد نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ یہ دولت مصیبت کے ایام اور آزمائش کے دنوں میں آسانی سے سیر ہو جاتی ہے جبکہ دوسرے دنوں میں خواہشاتِ سنیہ سکندری بن جاتی ہیں۔ گوشے میں تہا بیٹھ کر مشغول رہیں کیونکہ فرصت غنیمت ہے۔ فتنوں کے اوقات میں صوڑے عمل کو بھی زیادہ کی طرح قبول فرماتے ہیں جبکہ ایامِ راحت میں سخت ریاضتیں اور مجاہدے دیکار ہوتے ہیں، خبرِ شرط ہے خواہ ملاقات ہو یا نہ ہو لیکن نصیحت یہی ہے کہ کوئی ہوس باقی نہ رہے۔ اپنی والدہ کو بھی اس معنی سے آگاہ کر دینا اور انھیں ابھی طرح سمجھا دینا۔ باقی اس دنیا کے اموال جبکہ چند روز میں گزر جانے میں لہذا انھیں کیا معرضِ بیان میں لایا جائے۔ چوٹوں پر شفقت رکھنا اور انھیں پڑھنے کی رغیب دیتے رہنا اور اہل حق کو جہاں تک ہو سکے ہماری جانب سے راضی رکھنا اور سلامتی ایمان کا

دعا سے حمد و معاون رہنا ۔

دوبارہ تاکید کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ اس وقت کو بے کار امور میں صرف نہ کریں اور ذکر الہی جل شانہ کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں خواہ وہ مطالعہ کتب اور تکرار طلبہ ہی کیوں نہ ہو یہ ذکر کا وقت ہے ۔ نفسانی خواہشات جو معبودانِ باطل ہیں ، انھیں لا کے تخت لائیں تاکہ تمام منتفی ہو جائیں اور کوئی مراد یا مقصد سینے میں باقی نہ رہے ۔ یہاں تک کہ میری رہائی جو بالفعل مختار سے اہم مقاصد سے ہے ، یہ بھی مختار مقصود نہیں ہونا چاہیے ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ، فعل اور ارادے کے ساتھ راضی رہیں ۔

کلمہ طیبہ کی جانب اثبات میں (إِلَّا اللہ) کہتے وقت ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا جو معلومات و تمیلات سے وراء الوراہ ہے ، کوئی اور نہ ہو یعنی حویلی ، سر لے ، کنواں باغ ، کتا بن اور دوسری چیزوں کا غم معمولی ہے ۔ چاہیے کہ کوئی چیز مختار سے کام (ذکر الہی) میں مزاحم نہ ہو اور مرضی حق و جل و علا کے سوا مختاری کوئی مرضی نہ ہو ۔ اگر ہم وفات پا جائیں تو یہ تمام چیزیں ہم سے چھین جائیں گی ۔ اگر ہماری زندگی ہی میں چھین جائیں تو فکر نہ کریں ۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں نے ان چیزوں کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے اور ہم ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے اختیار سے چھوڑ رہے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور امید ہے کہ اس کے خاص بندوں میں شمار ہوں گے ۔

جس جگہ بیٹھے ہو اسی کو اپنا وطن شمار کرو ۔ چند روزہ زندگی جہاں بھی گزرے چاہیے کہ حق جل شانہ کی یاد میں بسر ہو ۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے ۔ آخرت کی جانب متوجہ رہیں اپنی والدہ کو تسلی دیں اور آخرت کی ترغیب دیتے رہیں اگر حق سبحا و تعالیٰ کو منظور ہوا تو ایک دوسرے سے ملاقات ہو جائیگی ورنہ تقدیر الہی پر راضی رہیں اور دعا کریں کہ ہم جنت میں اکٹھے ہو جائیں اور ملاقاتِ دنیا کی آخرت میں تلافی چاہنے کے معاملے کو



190

۱۔ احمد سرمندی، مجلہ الف ثانی؛ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۲  
۵۔ " " " "

## سُلطانِ اسلام کی اہمیت

اسلامی ملک کے سربراہ کو پورے ملک میں وہی اہمیت ہوتی ہے جو بارے جسم میں دل کو حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح دل کے فساد و اصلاح سے جسم کا فساد و اصلاح وابستہ ہے اسی طرح سربراہ مملکت کے درست ہونے سے ملک کا درست ہونا اور اس کے خراب ہونے سے ملک کا خرابی میں پڑنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے سرمایہ ملت کے نگہبان نے محسوس کر کے سلطان نور الدین جہانگیر کی اصلاح کے لیے جو کوششیں کیں وہ مکتوبات امام ربانی کی زینت ہیں۔ ان میں سے چند عبارتوں کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(۲۹۶)

بادشاہ کو رعایا سے وہی نسبت ہے جو دل کو باقی جسم سے ہے۔ اگر دل صحیح ہے تو باقی جسم بھی صحیح ہوگا اور دل میں اگر فساد ہوگا تو سارے جسم میں فساد برپا ہو جائے گا۔ بادشاہ کی اصلاح اور خرابی سے پورے ملک کی اصلاح اور خرابی وابستہ ہے۔

(۲۹۷)

ملک میں بادشاہ روح اور رعایا بمنزلہ جسم کے ہے۔ روح درست تو جسم درست اور روح خراب تو جسم بھی خراب ہو جائے گا۔ بادشاہ کی اصلاح کے لیے کوشش کرنا

۱۔ احمد سرمنہری، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۴۷

رعایا کے تمام اوقار کی اصلاح کرنا ہے۔ یہاں اصلاح اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جب موقع اور گنجائش نظر آئے تو اہل سنت کے عقائد اور تعلیمات اس کے گوش گزار کیے جائیں اور حسبِ موقع مخالفین اہل سنت کا رد و ابطال کیا جائے۔ اگر یہ مذکورہ دولت آپ (خانِ جہان) نے حاصل کر لی تو انبیائے کرام کی وراثت سے بہت بڑا حصہ پالیا۔ آپ کو یہ دولت مفت میں مل سکتی ہے اس کی فذر کرنی چاہیے۔

(۲۹۸)

جناب کی بزرگ فات (سید مرتضیٰ بخاری گورنر لاہور) سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ آپ کو کلمہ حق کہنے کی استطاعت ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو بادشاہ (جہانگیر) کا قریب بھی مرحمت فرمایا ہے تو علوت اور جلوت میں شریعتِ محمدی، ان پر اور ان کی آل پر افضل درویش اور اکمل سلام ہوں، کی ترویج کے لیے سعی فرمائیں اور مسلمانوں کو اس ذلت و خواری سے نکالنے کی کوشش کریں۔

(۲۹۹)

آج جبکہ دولت و نعمتِ اسلام کے راستے کی رکاوٹوں کے زوال کی بشارت اور بادشاہِ اسلام کے تحت نشیں ہونے کی خوش خبری ہر خاص و عام کے کانوں میں پہنچ چکی ہے تو اہل اسلام اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بادشاہ کے ممد و معاون بنیں گے اور ترویجِ شریعت اور تقویتِ دولتِ اسلام کو اپنے اوپر لازم کر لیں۔ یہ امداد و اعانت خواہ زبان سے میسر آئے یا ہاتھ سے۔ نعمتِ اسلام کی سب سے ضروری مدد یہ ہے کہ مسائلِ شرعیہ کی وضاحت کی جائے اور کتاب و سنت و اجماع کے عقائدِ کلامیہ کا اظہار کیا جائے تاکہ کوئی مبتدع

۱۔ احمد سرہندی، مجد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۴۷  
۲۔  
۳۔  
۴۔  
۵۔

اور گمراہ درمیان میں آکر بادشاہ کو غلط راستے پر لے جا کر کام کو خراب نہ کر دے۔ اس قسم کی امداد و اعانت ان علمائے حق کی خاص طور پر ذمہ داری ہے جن کی دوڑ دھوپ آخرت کے لیے ہے۔ وہ علماء جن کے پیش نظر دنیاوی آرام و راحت ہے۔ ان کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔

(۲۰۰)

انبیائے کرام، اللہ تعالیٰ کے ان پروردگاروں ہوں وہ ساری کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ انھوں نے لوگوں کو شریعت ہی کی دعوت دی اور نجات کا دار و مدار بھی شریعت کی ہی پیروی پر ہے۔ اکابر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی بعثت بھی تبلیغ شریعت کے لیے ہوئی۔ پس اعلیٰ ترین نیکی یہی ہے کہ ترویج شریعت کی کوشش کی جائے کیونکہ احکام شرع سے ایک حکم کا جاری اور زندہ کرنا، خاص طور پر ایسے وقت میں جب اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں۔ راہِ خدا میں کروڑوں روپے حیرات کر دینا بھی اس نیکی کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس حکم کو زندہ کرنے میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی اقتداء ہے، جو ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں اور یہ امر مسلمہ ہے کہ اعلیٰ درجے کی نیکیاں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو نصیب ہوتی ہیں جبکہ کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیر انبیاء کو میسر آتا ہے۔

(۲۰۱)

مکرمی سیادتِ پناہ! آج اسلام بہت غریب ہو چکا ہے اس کی تقویت کے لیے ایک جیتل خرچ کرنا کروڑوں کے برابر درجہ قبولیت رکھتا ہے۔ دیکھیں کون سا سر زمین ہے

۴۷ احمد سرمنہدی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۴۷

۴۸ مکتوب ۴۸



۲۰۲

۲.۲)

۱۵ احمد سرسندی، مجد الق ثانی؛ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۸۱

۱۹۵ مکتوب " " " "

دلوں کو ٹڑپا رہی ہیں ایسا نہ ہو کہ مذکورہ صورتِ حال کا تدارک نہ ہو اور اسلام کی ترویج و ترقی میں کوئی سرگرم نہ ہو اور شاہی مقرب بھی اس ذمہ داری سے ہلو تہی کر کے دنیا کی چند روزہ زندگی سے پیار کرنے لگے تو غریب مسلمانوں پر دنیا تنگ ہو جائے گی۔

۳۰۴

ایک بڑی دولت جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ (خانِ جہان) کو مشرف فرمایا ہے جبکہ اکثر اس سے محروم ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس دولت کا علم ہی نہ ہو وہ دولت یہ ہے کہ بادشاہ وقت سات پشت سے مسلمان چلا آ رہا ہے۔ وہ اہل سنت و جماعت کے زمرہ سے اور حنفی مذہب رکھتا ہے۔ یہ زمانہ قربِ قیامت کا ہے اور عہدِ نبوت سے دُور اسی لیے چند سال ہوئے کہ بعض اہل علم نے نحوست طمع کے باعث جو باطنی خباثت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ کیا کہ امرائے سلطنت کا تقرب حاصل کر کے ان کی خوشامد کرتے ہیں اور دینِ متین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں اور اس طرح سادہ لوح لوگوں کو راہِ راست سے بھٹکا دیتے ہیں۔ جب یہ عظیم الشان بادشاہ (جہانگیر) آپ کی باتوں کو اچھی طرح سنتا اور آپ کی مانتا ہے تو یہ کتنی بڑی دولت ہے کہ صراحتاً یا اشارۃً اس کے کانوں میں آپ کا حق پہنچائیں۔ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیم کے عقائد ہی کلمہ اسلام ہیں۔ جب اور جتنا بھی آپ کو موقع ملے اہل حق کی باتیں آپ بادشاہ کے سامنے پیش کریں بلکہ ہمیشہ اس جستجو میں رہیں اور موقع پیدا کریں کہ دین و ملت کی بات چل نکلے تاکہ اسلام کی حقانیت کو ظاہر کیا جاسکے اور کفر و کفری کا بطلان کیا جائے۔ کفر خود ظاہر البطلان ہے، کوئی عقل مندا آدمی کو پسند نہیں کر سکتا۔ اس لیے بے دھڑک اس کا

۱۹۵ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفترِ اول، مکتوب ۱۹۵

آج وہ جنوں جس کی بنیاد اسلامی غیرت پر ہوتی ہے آپ (جہانگیر کے معتمد اور سلطنت کے اہم رکن یعنی خانِ اعظم) کی سرشت میں نظر آ رہا ہے الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اب وہ دن ہیں جن میں بھڑے عمل کا ثواب عظیم اور قبولیت کی امید زیادہ ہے۔ ہجرت کے سوا اصحابِ کھف کا کوئی نمایاں عمل نہ تھا لیکن ملاحظہ ہو کہ اس عمل کا کس قدر اعتبار کیا گیا۔ سپاہی دشمنوں کے غلبہ کے وقت بھڑا سا بھی تردو کریں تو اس کی دشمنوں کے افقتِ سکون کی نسبت زیادہ قدر ہوتی ہے۔ یہ قولی جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے یہ جہادِ اکبر ہے اس کو غنیمت جانیں اور رَحَلٌ مِّنْ مَّزِیْدٍ کا نعرہ لگائیں..... آپ سے التماس ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ خانوادہ (مشائخ نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنے کی برکت سے آپ کی باتوں میں اثر بھر دیا اور معاصرین پر آپ کی اسلامی عظمت کو نمایاں کیا تو اس بات کی سعی فرمائیں کہ اہل کفر کی جو موٹی موٹی باتیں مسلمانوں میں پھیل چکی ہیں وہ مٹ جائیں اور اہل اسلام خلافِ شرع امور سے محفوظ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس سے پہلی بادشاہی میں دینِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ صریح عناد اور مخالفت نظر آتی تھی جبکہ موجودہ بادشاہی میں ظاہری طور پر وہ عناد محسوس نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو عدمِ علم کے باعث ہوگا لہذا اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اب بھی کہیں معاملہ بغضِ عناد تک نہ پہنچ جائے۔

۱۷ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷

۱۸ " " " " دفتر اول، مکتوب ۶۵

مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ کو رسوماتِ کفر کی برائی سے آگاہ کریں اور ان کے  
مٹانے کی کوشش کریں، شاید بادشاہ کو ان بقایا رسومات کی برائی کا علم نہ ہو، اگر  
صورتِ حال کے لحاظ سے مناسب نظر آئے تو علمائے اسلام کی مدد حاصل کر لی جائے  
تاکہ وہ اہل کفر کی برائی ظاہر کریں۔ بہر حال شرعی مسائل کی حقیقت سے بادشاہ کو آگاہ کرنا  
نہایت ضروری ہے۔ جب تک اسلامی احکام کا نفاذ نہیں ہو جاتا اس کوتاہی کی ذمہ داری  
علماء اور بادشاہ کے مقربین پر عائد ہوتی ہے۔ کیتی بڑی سعادت ہے کہ اس کوشش  
میں کسی طبقے کو نقصان پہنچے۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغِ احکام میں  
کون سی تکلیف برداشت نہیں کی اور کون سی اذیت بھٹی جو انھیں پہنچائی نہ گئی ہو۔  
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَا أُذِیْتُ نَبِیٍّ مِّثْلَ مَا أُذِیْتُ  
یعنی میرے برابر کسی نبی کو اذیت نہیں پہنچائی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ سلطانِ وقت (نور الدین جہانگیر) اپنے آپ کو  
حنفی المذہب قرار دیتا اور اہل سنت و جماعت میں سے گردانتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو  
مسلمانوں کے لیے بڑی دشواری ہوتی۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

آپ (میرنعمان بدخشی) نے اپنے مکتوبِ محبت میں بادشاہِ وقت (جہانگیر) کی  
خدا ترسی اور حسن نشاۃ کی جانب اشارہ کیا ہے اور احکامِ شرعیہ کے التزام نیز

۱۹۳ مکتوب اول، دفتر اول، مکتوبات امام ربانی، دفتراول، مکتوب ۱۹۳



انصاف پروری کے متعلق لکھا ہے تو یہ خبر پڑھ کر سزا حد مسرت ہوئی اور سرور آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح دنیا کو بادشاہ وقت کے مدد و انصاف سے روشن فرمایا ہے شریعت محمدیہ کو بھی ان کے حسن اہتمام سے اعانت و عزت بخش دے۔

(۲.۹)

یہ بات سننے میں آئی ہے کہ سلطان اسلام (جہانگیر) نے اپنی دینی فطرت کے حسن و خوبی کے باعث، جوان کے اندر موجود ہے، آپ (شیخ فرید بخاری گورنر لاہور) کو حکم دیا ہے کہ چار دین دار علماء مہیا کریں جو ہر وقت شاہی دربار میں حاضر رہیں اور شرعی احکام بتاتے رہیں تاکہ کوئی خلاف شرع امر واقع نہ ہو جائے اللہ سبحانہ علی ذلک مسلمانوں کے لیے اس سے عمدہ اور کیا بشارت ہوگی۔ یہ فقیر چونکہ اس سلسلہ میں آپ کی جانب متوجہ ہوا ہے۔ جیسا کہ اس کا بار بار اظہار کر چکا ہوں، بقدر ضرورت اب بھی کہنے سننے میں کمی نہیں کروں گا۔ امید ہے کہ بارِ خاطر نہ ہوگا۔

عرض مند دیوانہ ہوتا ہے اس لیے عرض کرنا پڑتا ہے کہ دین دار علماء حقیقت میں بہت کم ہیں۔ جن کا مطلع نظر صرف شریعتِ مطہرہ کی ترویج و اشاعت اور ملتِ اسلامیہ کی تائید و تقویت ہو اور جاہ و منصب کی محبت جن کے دلوں سے نکل چکی ہو۔ جاہ طلب علماء میں سے ہر ایک بات بات میں اپنا الگ پہلو اختیار کرے گا، اپنی بزرگی و برتری ثابت کرنے میں کوشاں رہے گا۔ اختلاف کی آگ کو ہوا دے گا۔ اس روش کو بادشاہ کے قریب کا ذریعہ بنائے گا اور اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم خراب و خستہ ہو کر رہ جائے گی۔

---

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۹۲

پچھلی بادشاہی (اکبری دور) میں علماء کے اختلاف ہی نے مسلمانوں کو مصیبت اور فتنہ میں مبتلا کیا تھا۔ وہی صورت اب بھی درپیش آسکتی ہے جس سے ترویج کے بجائے الٹی تخریب ہو کر رہ جائے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے بچائے اور علمائے سوء کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ اس مقصد کے لیے اگر ایک ہی عالم دین کا انتخاب کریں تو بہتر ہوگا۔ علمائے آخرت میں سے کوئی ایک بھی میسر آجائے تو بڑی خوش بختی ہوگی، کیونکہ ایسے عالم کی صحبت کبریتِ احمر ہے اگر ایسا نیک اور پرہیزگار عالم نہ مل سکے تو چھان مچھک کے بعد اس جنس میں سے اس کا انتخاب کر لیں جو سب سے بہتر ہو کیونکہ اگر ایک چیز مکمل طور پر میسر نہ آئے تو اسے بالکل چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔

## غیر مسلموں کے متعلق اسلامی نظریہ

یہ توصیف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیر مسلموں کو اپنا اور اپنے پیارے بندوں کا دشمن قرار دیا ہے اور دوسری طرف انھیں شیطان لعین کی فوج اور اس کے چیتے قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک فریق اللہ اور اللہ والوں کا ہے اور دوسرا فریق شیطان اور اس کے پیروکاروں کا۔ یہاں مسلمان کے لیے اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ وہ فریق اول سے دلی محبت رکھے اور فریق ثانی کی نفرت و عداوت اس کے رگڑے میں سمائی ہوئی ہو کیونکہ وہ اس کے پروردگار کے دشمن ہیں، سب اللہ والوں کے دشمن ہیں بلکہ خود اس کے بھی دشمن ہیں خواہ اسے آج اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ علاوہ اس جب یہ دونوں فریق ایک دوسرے کے دشمن ہیں تو آدمی جس فریق میں بھی شامل ہوگا وہ دوسرے فریق کا دشمن قرار پائے گا۔ سرمایہ ملت کے عظیم الشان نگہبان حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں اسلامی زاویہ نظر کی کھل کر وضاحت فرمائی، جن میں سے چند عبارتوں کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ وَاللّٰهُ التَّوَفِیْقُ۔

۲۱۰

آپ پوری کوشش کریں کہ اہل کفر کی جو موٹی موٹی باتیں مسلمانوں میں پھیل چکی ہیں انھیں نیست و نابود کر دیا جائے اور اہل سلام خلاف شرع امور سے محفوظ و مامون ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے یہ

۱۵ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۴۵

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو صاحبِ خلقِ عظیم تھے، کفار سے جہاد کرنے اور ان پر سختی فرمانے کا حکم دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ سخت رویہ بھی اختیار کرنا خلقِ عظیم کا ایک حصہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کی عزت کفار اور کافروں کی ذلت و خواری میں ہے۔ جس نے کافروں کی عزت کی اس نے اسلام کو ذلیل کیا۔ عزت دینے سے یہی مراد نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان کی تعظیم کی جائے اور انھیں اونچی جگہ بٹھایا جائے بلکہ انھیں اپنی مجالس میں جگہ دینا، ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں داخل ہے۔

انھیں کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے اگر کوئی دنیاوی غرض یا کام صرف ان سے ہی متعلق ہو اور کسی دوسرے مسلمان فرد کے ذریعے وہ کام نہ ہو سکے تو انھیں ذلیل جانتے ہوئے بقدر ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیے بلکہ اسلامی کمال تو یہ ہے کہ دنیاوی غرض کے لیے بھی ان سے مطلقاً رابطہ نہ کیا جائے اور ان سے قطعاً میل جول نہ رکھا جائے۔

البتہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن کریم میں انھیں اپنا اور اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن قرار دیا ہے لہذا خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے میل جول اور انس و محبت رکھنا بہت بڑی خطاؤں میں سے ہے۔ ان کے دشمنوں کے ساتھ دوستی اور محبت کا کم از کم ضرر یہ ہے کہ شرعی احکام جاری کرنے کی طاقت اور احکام کفر مٹانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے اور باہمی تعلقات کا لحاظ ان امور سے مانع ہوتا ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔

خدا کے دشمنوں کی دوستی ایک انسان کو خدا کا دشمن بنا دیتی ہے اور پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنے کا سبب بن جاتی ہے۔ وہ شخص یہی گمان کرے گا کہ میں مسلمان ہوں



نیز اللہ و رسول کی تصدیق کرتا اور ان پر ایمان رکھتا ہوں لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس کی اس روش اور بے دھننگی چال نے اسے اسلامی دولت سے یکسر محروم کر دیا ہے۔۔۔۔۔  
ان نالائقوں (کفار) کا کام ہی اسلام اور مسلمین کا مذاق اڑانا ہے اور وہ اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو مسلمانوں کو ہلاک کر دیں یا کفر کی جانب پھیر دیں۔ دریں حالات مسلمانوں کو بھی ملی غیرت کا خیال رکھنا چاہیے۔

ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ کا موقف ہونا ان علاقوں کے امراء و سلاطین کی نالائقی کے باعث ہوا۔ کفار سے جزیہ لینے کا اصل مقصد کافروں کو ذلیل و خوار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی ذلت و خواری کے لیے ہی جزیہ وضع فرمایا ہے یعنی کافروں کو ذلت اور رسوائی اور مسلمانوں کو عزت اور غلبہ حاصل ہو۔ غیر مسلم کے قتل میں اسلام کا نفع ہے۔ اہل کفر سے بغض و عناد رکھنا دولت ایمانی سے مالا مال ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انھیں نجس اور ناپاک قرار دیا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ کافروں کو اسی نظر سے دیکھیں جس نظر سے ناپاک چیزوں کو دیکھا جاتا ہے۔ جب مسلمان انھیں اس طرح دیکھیں گے تو یقیناً ان کی محبت سے پرہیز کریں گے اور ان کی ہم نشینی کو معیوب جانیں گے۔ ان سے مشورہ لینا، پھر اس کے مطابق عمل کرنا، دشمنان خدا کا انتہائی اعزاز ہے، جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

(۲۱۲)

کفر اور کافروں کو ذلیل کرنے میں اسلام و مسلمین کی عزت ہے۔ جزیہ سے کفار کی ذلت و ابانت ہی مقصود ہے۔ کافروں کی جس قدر عزت کی جائے اسلام کی اسی قدر ذلت ہے اس حقیقت کو خوب مد نظر رکھنا چاہیے۔ اکثر لوگوں نے اس اصول کو

نظر انداز کر کے اپنی بدنہی سے دین کو برہلو کر دیا ہے۔ حکیم خداوندی ہے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ۔ پس کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔

(۲۱۳)

کافر عین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا اور یہ مردود ہندوؤں کی شکست کا باعث ہوگا۔ اس کو خواہ کسی نیت اور کسی بھی غرض کے تحت قتل کیا گیا بہر حال اس میں کفار کی ذلت و رسوائی اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔ اس فقیر نے کافر مذکور کے قتل ہونے سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کی کھوپڑی کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بڑا بُت پرست، مشرکین کا سرغنہ اور کافروں کا امام تھا۔ اللہ تعالیٰ انھیں ذلیل و خوار کرے۔

(۲۱۴)

فقیر کی نظر میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں اس کے دشمنوں سے بیزار رہنے کے برابر کوئی عمل نہیں۔ اس بیزاری کا ہونا بہت ہی ضروری ہے کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو کفار اور کافروں سے عداوت ہے۔

(۲۱۵)

ہر شخص کے دل میں کوئی نہ کوئی خواہش ضرور ہوتی ہے جبکہ اس فقیر کی دلی خواہش

---

۱۔ احمد سرہندی، مجد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۱۹۳

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

یہ ہے کہ اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دشمنوں پر سختی کی جائے، ان کی امانت کی جائے اور ان کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ فقیر کا اس بات پر کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ اور پیارا عمل اور کوئی نہیں ہے۔ بایں وجہ آپ (سید مرتضیٰ بخاری، گورنر لاہور) کو بار بار اس محبوب عمل کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچانا میرے نزدیک نہایت ضروری ہے۔

چونکہ آپ بذاتِ خود وہاں تشریف لے گئے ہیں اور اس گندے مقام اور وہاں کے باشندوں کی تحقیر و امانت کے لیے آپ کا تقرر ہوا ہے لہذا پہلے تو اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ کتنے ہی لوگ اس جگہ کی اور وہاں کے باشندوں کی تعظیم و توقیر کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس مصیبت سے اس نے ہمیں محفوظ رکھا ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد ان بد بختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی توہین و تذلیل میں پوری طرح کوشاں رہنا چاہیے اور ان کی بربادی کے لیے ظاہر و باطن میں جہاں تک ممکن ہو کوشش کرنی چاہیے۔

## متفرق چالیس ارشاداتِ عالیہ

قارئین کرام کی خدمت میں مکتوباتِ امام ربانی سے چالیس عبارتیں مزید پیش کی جاتی ہیں جبکہ چند عبارتیں یہاں دوبارہ آرہی ہیں لیکن ان کی افادیت کی خاطر انھیں دوبارہ پیش کرنے میں تکرار کی قباحت محسوس نہیں کی گئی۔ ہر عبارت کے بعد قوسین میں دو نمبر ہوں گے یعنی پہلے نمبر سے دفتر اور دوسرے سے مکتوب کا نمبر مراد ہوگا۔ مثلاً کسی عبارت کے آخر میں اگر (۱۲، ۱۳) لکھا ہو تو اس سے مراد ہے کہ یہ عبارت دفتر دوم کے مکتوب ۱۲ کی ہے۔ و قس علی ہذا۔

(۲۱۶)

سب سے اعلیٰ نیکی یہ ہے کہ ترویجِ شریعت کی کوشش کی جائے۔ کسی شرعی حکم کو جاری کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں۔ اللہ عزوجل کی راہ میں کروڑوں روپے غیرت کرنے سے بہتر ہے کیونکہ مسائلِ شرعیہ کو درواجِ دنیا انبیائے کرام کی پیروی کرنا ہے اور وہ حضرات ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ اعلیٰ نیکیوں کی توفیق انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوتی ہے جبکہ مال و دولت خرچ کرنے کی سعادت تو غیر انبیاء کو بھی ملیر آجاتی ہے (۴۸: ۱)

(۳۱۶)

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس کے بغیر نجات محال ہے دنیا کی زیبائش و آرائش کی طرف مطلقاً



توجہ نہ کرو اور اس کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کو کوئی اہمیت نہ دو کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نظر میں دنیا مغبوض و مردود ہے ..... بندگانِ خدا کو چاہیے کہ دنیا کے ہونے کی نسبت نہ ہونے کو بہتر جانیں اور دنیا کی بے وفائی اور جلد فنا ہونے کی بات تو مشہور بلکہ مشاہدہ ہے۔ دنیا سے محبت رکھنے والوں کو ان لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے جو پہلے ہو گزرے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (۱: ۷۴)

(۳۱۸)

انسانوں کو فرشتوں پر فضیلت ورع و تقویٰ کے باعث ہے اور مدارجِ عالیہ کی جانب ترقی بھی اسی کے سبب ہوتی ہے۔ پہلے جزو یعنی عبادت میں ملائکہ بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں لیکن ان میں ترقی مفقود ہے۔ پس ورع و تقویٰ کے جزو کی رعایت اسلام میں اعلیٰ مقاصد سے ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے۔ اس جزو کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں سے بچنے پر موقوف ہے۔ پوری طرح اسی وقت متیرہ آسکتی ہے جبکہ یکبار مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے اور مباحات میں بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے کیونکہ ارتکابِ مباحات میں باگ ڈھیلی چھوڑ دینا مشتبہ امور کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہات سے بجاؤں کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے (۱: ۷۶)

(۳۱۹)

اے بلادر! آپ نے دل تنگ ہو کر فقراء کی صحبت سے کنار کش ہو کر اغنیاء سے مجالست اختیار کر لی ہے۔ یہ آپ نے بہت بُرا کیا آج اگر چشمِ بصیرت بند ہے تو کل کھل جائے گی لیکن اس وقت سوائے ندامت اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہ ہوگا، بتا دینا شرط ہے۔ (۱: ۱۳۲)

۳۲۰

یاد رکھیے کہ فقراء کے آستانے کی جاروب کشتی بھی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔  
آج یہ بات سمجھ میں نہ آئی تو کل آجائے گی مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ لقمہ شیریں اور  
اور لباس فاخرہ کی طلب نے آپ کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ ابھی کچھ نہیں گیا  
اپنے مقصد کی فکر چاہیے، جو چیزیں حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے نکال دی ہیں ان سے  
بچیں اور دور بھگیں (۱: ۱۳۲)۔

۳۲۱

ایام زندگی کو موہوم مقاصد میں صرف کرنا اور ان (اموال اور دنیاوی منافع) کو  
عمر رواں کا مطمح نظر بنالینا بہت بُری بات ہے۔ چاہیے تو یہ کہ نقد و وقت کو مفید اور ضروری  
کاموں میں صرف کیا جائے اور غیر نقد (آنے والے موہوم ایام) کے لیے لایعنی باتوں کو  
ذخیرہ بنا دینا چاہیے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی طلب میں اگر محوڑی سی تکلیف بھی عطا  
فرمائے تو ماسوائے حق تعالیٰ کے ساتھ آرام و راحت حاصل کرنے سے نجات ملے۔ زبانی  
جمع خرچ فضول ہے بلکہ قلب کی سلامتی حاصل کرنی چاہیے اور اصل مقصد کی فکر میں رہتے  
ہوئے لایعنی امور سے پوری طرح منہ موڑ لینا چاہیے۔ (۱: ۱۳۳)

۳۲۲

محبت کی نشانیوں والے اوقات کاٹنے والی تلوار ہے (انسان کی زندگی کو) معلوم  
نہیں آنے والی کل دیکھنی نصیب ہو یا نہ ہو لہذا ضروری کاموں کو آج ہی کرنا چاہیے اور  
غیر ضروری کام کل کے لیے ملتوی کر دیئے جائیں۔ عقل معاد کا تقاضا یہی ہے اگرچہ غفل معاش  
اس تقاضے سے خالی ہے (۱: ۱۳۴)

۳۲۳

آپ کی جو یومیہ روزی مقرر ہوئی ہے اسی کو غنیمت جانتے ہوئے اصل کام کی

فکر کرنی چاہیے اسے مزید روزی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ پھر لالچ لالتنا ہی سلسلے کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ جبکہ لمبی امیدیں رکھنا درویشی میں کفر کی طرح ہے۔

(۱۳۶ : ۱)

۳۲۴

عبادت میں لذت آنا اور اس کے ذریعے مصائب و آلام کا دور ہونا حق سبحانہ و تعالیٰ کی بڑی نعمتوں سے ہے۔ خصوصاً اداائے نماز میں کہ غیر منتهی کوششیں اور خاص طور پر فرض نمازوں کے ادا کرتے وقت کیونکہ ابتداء میں نفل نماز ادا کرنے میں زیادہ لذت محسوس ہوتی ہے جبکہ نہایت النہایہ میں پہنچنے پر لذت کی یہ نسبت اولے فرض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے اور وہ بندہ نوافل میں اپنے آپ کو بیکار (بمقابلہ فرض نماز) تصور کرنے لگتا ہے اور اولے فرض ہی اس کے نزدیک کارِ عظیم قرار پاتا ہے..... جانتا چاہیے کہ نماز ادا کرتے وقت جو لذت نصیب ہوتی ہے نفس کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ اس لذت کے وقت وہ آہ و زاری کر رہا ہوتا ہے..... معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا میں نماز کا مقام آخرت میں رویت کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایت قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے جبکہ آخرت میں نہایت قرب دیدارِ خداوندی کے وقت ہوگا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ باقی عبادات نماز کے وسائل و ذرائع ہیں اور نماز اصل مقاصد سے ہے۔

(۱۳۷ : ۱)

۳۲۵

فرزندِ ارشد! کمبختی اور ناپسندیدہ دنیا میں مشغول نہ ہوں اور اللہ جل شانہ کی جانب دائمی توجہ کے سرمایے کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ آدمی اس بات کا خیال رکھے کہ وہ کیا فروخت کر رہا ہے اور کیا خرید رہا ہے۔ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ دینا اور مخلوق کی محبت میں پھنس کر حق سبحانہ و تعالیٰ سے کٹ جانا پاگل پن اور بے وقوفی ہے۔ دنیا اور آخرت کا

جمع ہونا اجتماع ضدین کی طرح ہے (۱۳۸:۱)

(۳۲۶)

اہل دنیا کی صحبت اور ان سے میل جول زہرِ قاتل ہے اس زہر کا کشتہ ابدی موت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ عقل مند کے لیے ایشاہ ہی کافی ہے چہ جائیکہ بار بار اور صراحت کے ساتھ کہا جائے۔ بادشاہوں کے دربار کا لقمہ چرب و شیریں قلبی مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ شیر سے بھی زیادہ ان کی صحبت سے بھاگو کیونکہ شیر صرف دنیاوی موت کا سبب بنتا ہے جس سے آخرت برباد نہیں ہوتی لیکن حکام و سلاطین سے میل جول رکھنا ابدی ہلاکت اور دائمی خسارے کا سبب بن جاتا ہے۔ لہذا ان کی صحبت سے بچو۔ ان کے لقموں اور ان کے دوستوں سے دور رہو اور ان کو دیکھنے سے گریز کرو۔

(۱۳۸:۱)

(۳۲۷)

مخلوق کی جانب سے ایذا اور تکالیف کا پہنچنا عشق کی غنیمتوں سے ہے۔ اے اللہ! ہمیں گروہِ عشاق میں شامل فرما لے۔ ہجرتہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ (۱۳۹:۱)

(۳۲۸)

بے چینی میں آرام، سوز میں لطف و لذت، بے قراری میں قرار اور زخم خوردہ ہونے میں راحت ہے۔ اس مقام میں فراغت تلاش کرنا اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کرنا ہے۔ اپنی ذات کو پوری طرح محبوب کے سپرد کر دینا چاہیے۔ پھر اس کی جانب سے جو کچھ آئے اسے برضا و رغبت قبول کرنا چاہیے۔ زہارِ پیشانی پر بل نہ آئے کہ یہی آئینِ بندگی ہے۔

(۱۴۵:۱)



کیا ہی عظیم نعمت ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کسی کو عنقوانِ شباب ہی میں توبہ کی توفیق مرحمت فرمادے اور پھر اس پر استقامت بھی بخشے۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں اس ایک نعمت کے سامنے وہی درجہ رکھتی ہیں جو گھر سے دریا کے مقابلے میں شبیہم کا مقام ہے کیونکہ یہ رضائے الہی کا موجب ہے اور تمام دنیوی و اخروی نعمتوں میں رضائے الہی کی نعمت سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ (۱ : ۱۴۶)

برادرِ مولانا محمد صادق! عجیب بات ہے کہ اپنے آپ کو پوری طرح اسباب کی جانب متوجہ کر دیا جائے۔ اگرچہ خدائے مسبب الاسباب نے اشیاء کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے لیکن اس کی کیا ضرورت ہے کہ اسباب ہی پر نظر نہ کر کر دی جائے..... ایسی کوتاہ نظری آپ کے لیے بڑی نامناسب ہے اور آپ جیسے حضرات کے لیے تو یہ بہت ہی بُرا ہے۔ یقیناً دیر کے لیے گریبان میں جھانکیے اور اس انداز فکر کی برائی کو تصور میں لائیے۔ فقراء کا لباس پہن کر مین خد دنیا کو جمع کرنے میں لگ جانا بہت بُرا ہے۔ تعجب کا مقام ہے کہ برائی آپ کو خوبصورت اور خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ دنیاوی ضروریات کے حاصل کرنے میں ضرورت کے مطابق ہی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی ساری توجہ اسی کی جانب مبذول کر دینا اور زندگی کو اسی کے حصول میں ضائع کر دینا نری حماقت ہے۔ فرصت بہت غنیمت ہے۔ ہزار افسوس اس شخص پر جو زندگی کو فضول کاموں میں گنوادے (۱ : ۱۴۹)

دنیاوی حالات کی پراگندگی اور ظاہری احوال کے انتشار سے پریشان نہ ہوں یہ حالات اس لائق نہیں ہیں کہ ان کے باعث آدمی سمیت مار بیٹھے۔ یہ دنیا فانی ہے

یہاں حق تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔ خواہ اس کے ضمن میں تنگی آئے یا آسانی۔ شانِ مطلوبیت کے لائق واجب الوجود جلّ شانہ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہے (۱: ۱۵۱)

۳۲۲

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کو عین اپنی اطاعت ہی قرار نہیں دیا بلکہ اس کی تاکید و تحقیق کی خاطر لفظ قدّ وارد ہوا ہے تاکہ کوئی ابوالہوس ان دونوں اطاعتوں میں فرق نہ کرنے لگے (۱: ۱۵۲)

۲۳۳

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خلقِ عظیم سے متصف ہیں انھیں کفار سے جہاد کرنے اور ان پر سختی فرمانے کا حکم دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار پر سختی کرنا خلقِ عظیم میں داخل ہے۔ کفار کی عزت کرنے سے ان کی خواہ مخواہ تعظیم کرنا یا انھیں اونچی جگہ بٹھانا ہی مراد نہیں بلکہ انھیں اپنی مجالس میں جگہ دینا، ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا، ان سے گفتگو کرنا بھی اعزاز میں شامل ہے۔ انھیں کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے اگر کوئی دنیاوی غرض یا کام ایسا ہو کہ ان کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو انھیں بے قدر جانتے ہوئے بعدِ ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیے بلکہ اسلامی کمال تو یہ ہے کہ دنیاوی اغراض کے لیے بھی ان سے رابطہ قائم نہ کیا جائے اور کسی طرح ان سے میل جول نہ رکھا جائے۔ حق سبحانہ نے قرآن میں انھیں اپنا اور اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن قرار دیا ہے۔ پس اللہ اور رسول کے دشمنوں سے میل جول اور محبت و الفت رکھنا بہت بڑی خطاؤں میں شامل ہے۔ دشمنانِ حق سے انس و محبت رکھنے کا کم سے کم ضرر یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ کے جاری کرنے اور نشاناتِ کفر مٹانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے۔ باہمی تعلقات ایسا کرنے سے مانع ہوتے ہیں اور یہ بہت بُرا نقصان ہے۔

خدا کے دشمنوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھنے کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ اس کے بغیر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدافعت رکھنے کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان تو یہی گمان کرتا رہتا ہے کہ مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہے اور اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس کی اس کثوت کی چنگاریوں نے اس کے حرمِ دین و ایمان کو خاکستر کر دیا ہے (۱: ۱۶۳)

(۲۳۲)

ان نالائقوں کا یہی کام ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ قابو پا میں تو مسلمانوں کو ہلاک کر دیں یا انھیں کفر کی جانب پھیر کر لے جائیں۔ پس مسلمانوں کو بھی ایمانی غیرت سے کام لینا چاہیے کیونکہ ایمان باجیا بننے کا تقاضا کرتا ہے۔ لہذا ملی غیرت کا پاس ضروری ہے۔ بائیں وجہ ہمیشہ کفار کی ذلتِ خواری کے درپے رہنا چاہیے۔ ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا یہاں کے حکمرانوں کے ساتھ دوستی کے باعث ہے حالانکہ کفار سے جزیہ لینے کا اصلی مقصد کفر اور کافروں کی ذلتِ خواری ہے (۱: ۱۶۳)

(۲۳۵)

مرے مخدوم! عمر کا بہترین حصہ ہوا وہوس میں گزر گیا۔ اور دشمنانِ خدا کی رضا جوئی میں بسر ہوا۔ اب عمر کا نکما حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں، اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں، حقوڑی محنت کو آرام و راحت کا سبب نہ بنائیں تو کل کون سا منہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے، وہاں کیا فذر پیش کریں گے؟ یہ خوابِ خرگوش کے مزے کب تک لیتے رہیں گے؟ غفلت کی روٹی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی؟ آخر ایک روز نگاہوں کے سامنے سے غفلت کے سارے پردے اٹھ جائے ہیں، کانوں سے

غفلت کی روٹی نکل جائے گی، اس وقت ہوش آنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس وقت سولے حسرت و ندامت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ چاہیے تو یہ کہ موت آنے سے پہلے اپنا کام درست کر لیا جائے (۲۱۰:۱)

(۲۲۶)

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے وہ شخص بڑا ہی بد نصیب ہے جو سارا بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں کچھ نہ ڈالے، ایک دانے سے سٹو دانے نہ بنائے اور اس دن کے لیے کچھ ذخیرہ نہ کرے جس روز بھائی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی۔ ایسا شخص دونوں جہانوں کے خسارے میں ہے اور سولے حسرت و ندامت کے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ سعادت مند دنیا کی فرصت کو ضحمت جانتے ہیں اس غرض سے نہیں کہ اس کی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوں جو ناپائیدار ہیں اور ان کے ساتھ رنج و عن بھی ہیں بلکہ اس غرض سے کہ اس فرصت میں کاشتکاری کریں، نیک عمل کے ایک دانے سے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّتَّقُ کے بموجب بے حساب ثمرات حاصل کریں۔ اسی لیے تو چند روزہ اعمالِ صالحہ کی جزا ابدی آرام مقرر فرمادیا گیا ہے (۲۱۲:۱)

(۲۲۷)

اے فرزند! دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں کیونکہ دنیا جو حق تعالیٰ کی مبعوضہ ہے اور دولت دنیا درحقیقت مردار ہے جو انھیں آراستہ پیراستہ نظر آتی ہے جیسے نجاست پر سونا چڑھا دیا جائے یا زہر کو شکر میں ملا دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی دورانِ نشی عقل کو اس کمینہ دنیا کی برائی سے آگاہ کرو یا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحیت پر ہدایت و دلالت فرمادی گئی ہے اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زلزلے کے عقل مند ترین شخص کو دیدیا



جائے تو زائد کو دینا چاہیے کیونکہ دنیا سے بے رغبتی کمال عقل کے باعث ہے۔ اس عقل کے اکیلے گواہ پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے اور حضرات انبیائے کرام کی زبان سے، جن کا وجود اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہے اس کھوٹے سامان کی حقیقت پر مطلع فرمایا گیا ہے اور اس فاحشہ مکار کی محبت سے منع فرمایا گیا ہے۔ ان دونوں عادل گواہوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی اگر ٹکڑ موہوم کی طرح میں زیر کھالے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کرے تو وہ نرا احمق ہے۔ بلکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خبروں کا منکر ہے اور وہ شخص منافع کا حکم رکھتا ہے۔ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں کوئی نفع نہ دے گا۔

(۲۲۸)

قطعی اور اعتبار کے لائق صرف کتاب و سنت ہیں جو وحی قطعی سے ثابت ہیں اور فرشتے کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی ان دو اصولوں کی جانب ہی راجع ہے ان چار شرعی اصولوں کے سوا اور جو کچھ ہے خواہ وہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں یا ان کے کشوف و الہامات۔ اگر وہ مذکورہ اصولوں کے موافق ہوں تو مقبول ورنہ مردود ہیں۔ وجہ و حال کو جب تک میزان شرع پر نہ تول لیا جائے۔ نیم جو کے بدلے نہیں خریدا جاتا اور کشوف و الہامات کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ نہ لیا جائے اسے پرکھ کے برابر شمار نہیں کیا جاتا (۱: ۲۱۷)

(۲۲۹)

سعادت و شرافت کے نشانات والے! آدمی کو جب کوئی مرض لگ جاتا ہے اور کسی عمنو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کے دور کرنے میں سعی بلیغ کی جاتی ہے کہ اس

معیشت سے بھی نجات ملے لیکن قلبی مرض جو سوائے حق کی گرفتاری ہے اور جو آدمی پر اس درجہ غالب آجائے کہ قریب ہے اسے ہمیشہ کی نیند سلاوے اور ہمیشہ کے مذاہب میں گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کی ذرا پروا نہیں ہوتی، دفع کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی اس گرفتاری کو مرض ہی نہیں جانتا تو پہلے درجے کا احمق ہے اور مرض تو جانتا ہے لیکن دفع کرنے کی فکر میں نہیں تو بڑا بے عقل ہے اس میں شک نہیں کہ اس مرض کو مرض سمجھنے کے لیے عقل معاد رکار ہے۔ کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث ظاہر پر نظر رکھتی ہے۔ جس طرح عقل معاش ظاہری آرام و راحت کے پیش نظر باطنی امراض کو امراض ہی شمار نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد اجرائیت پر نظر رکھنے کے باعث ظاہری امراض کو امراض ہی شمار نہیں کیا کرتی عقل معاش کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی تیز۔ عقل معاد انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے، اور عقل معاش دولت مندوں اور دنیا داروں کا زاویہ نظر ہے (۱: ۲۱۹)

۳۴۰

چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر اپنے نظریات کا مدار رکھیں اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ چھوٹے قصوں پر اعتماد رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی امید ہو سکے ورنہ ساری مشقت رائیگاں جاگئی (۱: ۲۵۱)

۲۴۱

صوفیائے خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر نہ رٹھن و سنن کے بجالانے میں تساہل سے کام لیتے ہیں چلے اور ریاضتیں کر کے عہد و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے ہاں آداب شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول ہونا بھی بہتر اور ضروری ہے۔ نادان علماء بھی

نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں لیکن فرائض کو خراب و ابتر کرتے رہتے ہیں مثلاً نمازِ عاشورہ کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درجہ صحت تک نہیں پہنچتی اسے جماعت اور جمعیت سے ادا کرتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ فقہی روایات جماعت نوافل کی کرامت پر ناطق ہیں اس کے باوجود فرائض کے ادا کرنے میں تساہل کا شکار ہیں ایسا ہمت کم ہوتا ہے کہ فرائض کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کریں بلکہ اصل وقت سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی توجہاں پابندی نہیں کرتے۔ جماعت میں ایک دو آدمیوں پر قناعت کر لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں۔ جب اسلام کے علمبرداروں کا یہ حال ہے تو عوام کا ذکر ہی کیا۔ اسی طرزِ عمل کی خرابی سے اسلام میں صغف پیدا ہوا ہے اور اسی فعل کی ظلمت کے باعث بدعت اور نفس پرستی کا دور دورا ہوا ہے (۱: ۲۶۰)

(۳۲۲)

نوافل کے ادا کرنے سے غلطی قریب اور فرض کی ادائیگی سے اصل قرب حاصل ہوتا ہے جس میں خللیت کی کوئی آمیزش نہیں ہوتی ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کے لیے ادا کیے جاتے ہیں وہ اصلی قریب کے مدد و معاون ہوتے ہیں اور فرائض کے ملحقات میں شمار ہوتے ہیں۔ فرائض کا ادا کرنا عالمِ خلق سے مناسبت رکھتا ہے۔ جو اصل کی جانب متوجہ ہے اور نوافل کا ادا کرنا عالمِ امر سے مناسبت رکھتا ہے جس کا رُخ جانبِ ظل ہے۔ اگرچہ بلکہ فرائض ہی اصلی قرب بنشتے ہیں لیکن ان میں سے افضل و اکمل نماز ہے۔ (۱: ۲۶۰)

(۳۲۳)

وہ خاص وقت جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا اور جس کی تعبیر لیٰ مَعِ اللہِ دَقَّتْ سے فرمائی تھی۔ وہ نیکر کے نزدیک نماز ہی میں تھا۔ نماز ہی گناہوں کا

کفارہ ہے اور نماز ہی فواحش و منکرات سے باز رکھتی ہے۔ وہ نماز ہی ہے جس کے اندر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راحت تلاش کیا کرتے تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اَوْحَسَنِي يَا بَلَدَل (اے بلال! ہمیں راحت پہنچاؤ) نماز دین کا ستون ہے اور نماز ہی کفر و اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے (۱: ۲۶۰)

۳۲۳

بعض علماء راسخ العقیدہ ہونے کے باوجود اعمال میں مستی اور کوتاہی کے مرتکب ہیں۔ انھیں دیکھ کر علماء کا مطلق انکار کرنا اور تمام علمائے کرام کو مطعون کرنا محض نا انصافی اور بے بنیاد مکارہ ہے بلکہ اکثر ضروریات دین کا انکار ہے کیونکہ ضروریات دین کے ناقل علمائے کرام ہی تو ہیں۔ یہی حضرات تو کھرے کھوٹے کی پہچان کرنے والے ہیں۔ اگر ان کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم کہاں سے ہدایت پاتے؟ اگر یہ صواب و خطا میں تمیز نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ علماء ہی تو ہیں جنہوں نے دینِ قیم کا کلمہ بلند کرنے میں اپنی پوری قوت لگا رکھی ہے اور بے شمار لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلا رہے ہیں پس جس نے انکی پیروی کی وہ نجات و فلاح پا گیا اور جو ان کا مخالف ہوا وہ خود گمراہ ہوا اور دوسروں کی گمراہی باعث بنے گا۔ (۱: ۲۸۶)

۳۲۵

ترقی و عروج و وابستہ ہے ورع و تقویٰ کے ساتھ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اعمال کے دو جزو ہیں (۱) ادا کرنا اور (۲) نواہی سے بچنا۔۔۔ ادا کر کے بجالانے میں فرشتے سمجھی انسان کے ساتھ شریک ہیں اگر صرف ادا کر کے بجالانے سے ترقی ممکن ہوتی تو فرشتے بھی ضرور ترقی کرتے جبکہ نواہی سے بچنا فرشتوں کو سرے سے حاصل ہی نہیں کیونکہ وہ فطرتی طور پر گناہوں سے معصوم ہیں۔ مخالفت و نافرمانی کی مجال ہی نہیں رکھتے کہ انھیں روکنے کی ضرورت پیش آئے۔ اس سے لازم آیا کہ



ترقی جزو دوم کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ اجتناب سراسر مخالفتِ نفس کا نام ہے کیونکہ شریعتِ نفسانی خواہشات کو مٹانے اور فطر سموات کو دفع کرنے کی خاطر وارد ہوئی ہے۔ نفس کی سرشت ارتکابِ حرام کا تقاضا کرتی ہے یا فضول کاموں کی جانب مائل کرتی ہے تاکہ آخر کار حرام کاموں تک پہنچ جائے۔ پس حرام اور فضول کاموں سے بچنا نفس کی عین مخالفت ہے۔ (۱: ۲۹۲)

(۲۲۶)

غور کرنا چاہیے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کے لیے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں خدا تک پہنچنے کا وسیلہ (جیسے مرشد) ہیں ان کے آداب کی رعایت کتنے کامل طریقے پر لازم ہوگی۔ پس جہاں تک ممکن ہو مزید ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے کپڑوں یا سایے پر پڑے۔ مرشد کی جائے نماز پر پاؤں نہ رکھے اس کے وضو کی جگہ وضو نہ کرے اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے اس کے سامنے نہ کھائے پیئے اور نہ کسی سے گفتگو کرے بلکہ کسی اور کی جانب متوجہ ہی نہ ہو۔ مرشد کی عدم موجودگی میں اس کی جانب پر نہ پھیلائے اور نہ اس کی جانب بھٹو کے۔ جو کچھ مرشد سے صادر ہو اسے درست جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے کیونکہ مرشد کامل جو کچھ کرتا ہے وہ الہامِ واذن سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے (۱: ۲۸۶)

(۲۲۷)

دین ہی نصیحت ہے یعنی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت و سنت کی پیروی اور ناپسندیدہ بدعات سے اجتناب ضروری ہے خواہ بدعت صبح کی سفیدی جیسی روشن کیوں نظر نہ آئے کیونکہ درحقیقت نہ بدعت میں کوئی نور ہے اور نہ ضیاء۔ نہ یہ کسی مریض کے لیے شفا ہے اور نہ کسی مرض کی دوا۔ (۲: ۱۹)

(۳۴۸)

اے محبت اطوار! حیب یہ دنیا دار الغفل ہے اور آخرت دارالجزاع ہے تو یہاں اعمالِ صالحہ کے بجالانے میں ساعی رہنا چاہیے۔ اعمال میں بہترین عمل اور عبادت نماز کا قائم کرنا ہے کیونکہ یہ دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ پس اس کے ادا کرنے میں پورا اہتمام ملحوظِ خاطر رہے اور اس کے ارکان و شرائط اور سنن و الآداب میں حتی الامکان احتیاط برتی جائے۔ نماز میں طمانیت اور تعدیلِ ارکان کی بار بار مبالغے کے ساتھ تاکید کی جاتی ہے۔ ان کی پوری طرح حفاظت کریں کیونکہ اکثر لوگوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا ہے اور وہ تعدیلِ ارکان کو درہم برہم کر چکے ہیں ایسے لوگوں کے حق میں متعدد وعیدیں اور تعدیدیں وارد ہوئی ہیں بحسب نماز درست ہو گئی تو امید رکھی جاسکتی ہے کہ نجات میسر آجائے کیونکہ دین قائم ہو گیا اور عروج کی معراج اپنی انتہا کو پہنچ چکی۔

(۲۰:۲)

(۳۴۹)

اس وقت کثرت سے بدعت کے ظہور کے باعث وہ دریائے ظلمت کی طرح نظر آتی ہے اور سنت کا نور غربت و قلت کی بنا پر اس تاریک دنیا میں جگنو کی طرح نظر آتا ہے بدعت کا عمل اس ظلمت کو بڑھاتا اور سنت کے نور کو کم کرتا ہے جبکہ سنت کا نور اس کی تاریکی کو مٹانے اور نور کو بڑھانے کا باعث ہے اب جو چاہے وہ بدعت کی تاریکی کو بڑھائے اور جو چاہے وہ سنت کے نور کو زیادہ کرے۔ جس کا دل چاہے وہ شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جس کا دل چاہے وہ اللہ والوں کی جماعت میں اضافہ کرے۔ سن لو بے شک شیطان کا گروہ خسارے میں ہے۔

(۲۳:۲)



شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کی فضیلت اور ختین (حضرت عثمان و حضرت علی) سے محبت رکھنا اہل سنت و جماعت کی نشانیوں سے ہے۔ تفصیل شیخین کو محبت ختین کے ساتھ جمع کرنا اہل سنت و جماعت کے خصائص سے ہے۔ شیخین کی فضیلت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہے (۲ : ۳۶)

قرآن و احادیث صحابہ کرام کی تبلیغ سے ہم تک پہنچے ہیں جب صحابہ کرام مطعون ہو جائیں تو جو دین ان کے نزدیک ہم تک پہنچا ہے وہ بھی مطعون اور ناقابل اعتماد ہوگا۔ لغو و بابت من ذلک۔ شاید اس گروہ کا مقصد نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کا ابطال اور آپ کی شریعت کا انکار ہے۔ ظاہر میں یہ اہل بیت رسول سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں شریعت محمدیہ کے دشمن ہیں۔ کاش! یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے موافقین کو سیلاب سے سالم رہنے دیتے اور تقیہ کے داغ سے انہیں داغ دار نہ کرتے جو غریب کاروں اور منافقین کی علامت ہے۔

(۲ : ۳۶)

ارباب عقل سلیم جانتے ہیں کہ تقیہ بزولی کی علامت ہے، جس کی نسبت شیر خدا کی جانب کرنا انتہائی نامناسب ہے۔ بتقصائے بشریت گھڑی دو گھڑی یا ایک دو دن کے لیے تقیہ کی صفت کو جائز قرار دیا جائے تو گناہ نش نکل سکتی ہے لیکن شیر خدا کو مسلسل بیس سال تک بزولی پر ثابت ماتا اور یہ کہنا کہ وہ اتنا عرصہ تقیہ پر قائم رہے بہت ہی نازیبا ہے (۲ : ۳۶)

(۲۵۳)

اے مخاطب! میں کہتا ہوں کہ ہزرگانِ دین اور اکابرِ اسلام پر طعن کرنے سے پرہیز کر، کیونکہ انھوں نے اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اوراد و عبادت میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر دی تھیں۔ دین کی تائید میں انھوں نے اپنے اور دن، ظاہر اور پوشیدہ اپنا دھن دولت قربان کر دیا جب رسول کی خاطر اپنے خاندان، قبیلے، اولاد، بیویاں، وطن، مکانات، کھیتی باڑی، درخت اور نہریں غرضیکہ تمام چیزیں چھوڑ دی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو اپنی ذاتوں پر ترجیح دی۔ اپنے اموال اور اپنی اولاد کی محبت کے مقابلے میں آپ کی محبت اختیار کی اور آپ کی محبت میں برکاتِ نبوت سے سرفراز ہوئے اور انھیں وحی کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ حضور ملائکہ سے مشرف ہوئے، خوارق و معجزات کو دیکھنا نصیب ہوا یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین ہو گیا۔ انھیں یقین کی وہ دولت نصیب ہوئی جو بعد میں کسی کو میسر نہیں آسکتی۔ دوسرے اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا راو خدا میں خرچ کریں تو صحابہ کرام کے ایک سیر جو کے برابر ثواب نہیں مل سکتا۔ بلکہ اس کا نصف بھی نہیں مل سکتا یہی تو وہ حضرات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعریف و توصیف کی ہے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے ان کا ایسا ہی حال توریت میں ہے اور ایسا ہی انجیل میں ہے۔ اس کھیتی کی طرح ہیں جس نے اپنا بیٹا نکالا۔ پھر اسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسان کو مچلی لگتی ہے تاکہ اس سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ کرام سے ناخوش رہنے والوں کو کفار کہا ہے اسی لیے میں بار بار کہتا ہوں کہ جو لوگ صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں ان سے اسی طرح بچنا چاہیے جیسے کافروں سے بچتے ہیں (۲: ۲۶)



(۳۵۴)

معلوم نہیں کہ اس دنیا میں میری اس کے برابر کوئی آرزو ہو کہ ایک گوشے میں بیٹھا ہوا ہوں اور کھدے طیبہ کے درد سے لذت گیر اور محفوظ ہوتا رہوں لیکن کیا کیا جائے کہ سب آرزوؤں کا پورا ہونا ممکن نہیں کیونکہ غفلت اور خلقِ خدا سے میل جول رکھے بغیر چارہ نہیں (۲ : ۲۷)

(۳۵۵)

آج کل اکثر لوگ نوافل کو ترویج دیتے اور فرائض کو توجہ کے لائق ہی نہیں سمجھتے بلکہ حقیر اور بے اعتبار جانتے ہیں موقت اور بے وقت دولت خرچ کرتے رہتے ہیں اور مستحق کو دے دیتے ہیں لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی میں جو صحیح مصروف ہے، ان کیلئے ایک دمٹری خرچ کرنا بھی بڑا مشکل ہے سوہ یہ نہیں سمجھتے کہ زکوٰۃ میں ایک دمٹری دینا **فعلی** حق ہے میں ایک لاکھ روپے دینے سے بہتر ہے۔

(۲ : ۸۲)

## بکھرے ہوئے اُمول موتی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیفِ عالیہ خصوصاً مکتوباتِ امام ربانی میں بے شمار ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ چند لفظوں میں بہت کچھ فرما گئے۔ کوزے میں دیدیا کو سمودیا حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۹۱ھ/ ۱۴۹۲ء) نے صرف اخلاقیات پر فصاحت و بلاغت کا کمال دکھایا تھا لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت و طریقت کے مسائل کو پند نصائح کی شکل میں جتنے فصیح و بلیغ انداز سے پیش کیا ہے اس کی نظیر شاید ہی کسی دوسرے بزرگ کی تصانیف میں پائی جاتی ہو۔ تبلیغ دین کی خاطر چند ایسے چند ارشادات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ قَیْلَ اللہ المتوفیق و علیہ التکلیل۔

۱۔ انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی عاجزی اور انکساری ہے۔  
۲۔ جب تک انسان قلبی مرض میں مبتلا ہے اس وقت تک اس کی کوئی عبادت نافع نہیں ہے۔

۳۔ انبیائے کرام نے وعدتِ وجود کی نہیں بلکہ وحدتِ معبود کی دعوت دی تھی۔  
۴۔ شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن ہے۔  
۵۔ شریعت کا مقصود نفسانی خواہشات کو زائل کرنا ہے۔  
۶۔ صاحبِ شریعت کی پیروی کے بغیر نجات محال ہے۔

- ۷۔ سعادت دارین کی دولت سرور کونین کی متابعت پر موقوف ہے۔
- ۸۔ آدمی کو کھانے پینے کے لیے نہیں بلکہ عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔
- ۹۔ شریعت کی پیروی اور نبی کی اطاعت نجات اخروی کی ضامن ہیں۔
- ۱۰۔ دینِ متین سے ضاد کے لزومات کو دفع کرنا ضروریات دین سے ہے۔
- ۱۱۔ شریعت و طریقت میں بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔
- ۱۲۔ شریعت و طریقت ایک دوسری کا عین ہیں۔
- ۱۳۔ توحید و جود ہی تنگ کوچہ ہے جبکہ شاہراہ اور ہے۔
- ۱۴۔ فتوحاتِ مدینہ نے ہمیں فتوحاتِ مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔
- ۱۵۔ دلالتِ نصوص سے نہیں بلکہ نصوص سے ہوتی ہے۔
- ۱۶۔ مذہبِ اہل سنت و جماعت کی بال برابر مخالفت بھی خطرناک ہے۔
- ۱۷۔ جمہورِ اہل سنت سے جدا ہوئے وہ مگر ای اور خرابی میں جا پڑے ہیں۔
- ۱۸۔ کتبِ سنت کو ہی معنی معتبر ہیں جو علمائے اہل سنت نے سمجھے ہیں۔
- ۱۹۔ اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھنا بدعتِ قادری اور سیم قاتل ہے۔
- ۲۰۔ اہل سنت و جماعت ہی ناجی گروہ ہے۔
- ۲۱۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ناجی گروہ میں داخل فرمایا۔

- ۲۲۔ سب سے بدترین فرقہ وہ ہے جو صحابہ کرام سے بغض و عناد رکھتا ہے۔
- ۲۳۔ صحابہ کرام پر طعن کرنا قرآن مجید اور شریعتِ محمدیہ پر طعن کرنا ہے۔
- ۲۴۔ صحابہ کرام کی پیروی کا پابند صرف اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے۔
- ۲۵۔ صحابہ کرام میں عیب نکالنا پیغمبرِ خدا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے۔
- ۲۶۔ بعض صحابہ میں عیب نکالنا سب کی متابعت سے محروم ہونا ہے۔

۲۷۔ صحابہ کے معاملے میں زبان کو سنبھالنا اور انھیں اچھے لفظوں سے یاد کرنا چاہیے۔

۲۸۔ تمام صحابہ کرام کی پیروی ضروری ہے کیونکہ اصول میں وہ سب متفق تھے۔

۲۹۔ صحابہ شریعت کے تابع تھے اور ان کا اجتہادی اختلاف حق کی سر بلندی

کے لیے تھا۔

۳۰۔ تمام صحابہ کرام افضلیتِ صدیق اکبر پر متفق تھے۔

۳۱۔ خلفائے راشدین کی افضلیت ترتیبِ خلافت کے لحاظ سے ہے۔

۳۲۔ سادات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرابت کے باعث محبت

رکھنی چاہیے۔

۳۳۔ علماء کی سیاہی قیامت میں شہیدوں کے خون سے وزنی ہوگی۔

۳۴۔ علمائے حق کی نظر صوفیہ کی نظر سے بلند تر ہے۔

۳۵۔ علماء ہی شریعت کے حامل ہیں انھیں ترجیح دینے میں شریعت کا احترام ہے۔

۳۶۔ لوگوں کی نجات علماء کے ساتھ وابستہ ہے

۳۷۔ علمائے آخرت کے کلام کی برکت سے توفیق عمل بھی مل جاتی ہے۔

۳۸۔ حقیقت سے واقف کار علماء کی دعا و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔

۳۹۔ حلال و حرام کے معاملے میں ہمیشہ دین دار علماء کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

۴۰۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دین داروں اور شریعت کی پابندی کرنے

والوں سے میل جول رکھا جائے۔

۴۱۔ دنیا کی رغبت رکھنا علماء کے چہرے کا بد نما داغ ہے۔

۴۲۔ دولت کے حلیں یعنی دنیا دار علماء کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔

۴۳۔ علماء ہی بہترین مخلوق ہیں اور علماء ہی بدترین مخلوق ہیں۔

۴۴۔ بہتر گمراہ فرقے علمائے سوء کی کارگزاری کا زندہ ثبوت ہیں۔



۴۵۔ جسم کو زندہ کرنے کی نسبت قلب کو زندہ کر دینا عظیم الشان امر ہے۔

۴۶۔ پیر حق تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔

۴۷۔ اللہ والوں یعنی علمائے آخرت کی صحبت کبریتِ احرر ہے۔

۴۸۔ صوفیہ کے علوم و معارف اگر کتاب و سنت کے مطابق ہیں تو مقبول

ورنہ مردود ہیں۔

۴۹۔ اولیاء اللہ کے ساتھ بغض و عناد رکھنا زہرِ قاتل ہے۔

۵۰۔ اللہ تعالیٰ جس کو برباد کرنا چاہے اسے بزرگوں پر طعن و تشنیع میں

مبتلا کر دیتا ہے۔

۵۱۔ منافق پیر کی صحبت زہرِ قاتل اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک ہے۔

۵۲۔ شدید ریاضتوں سے بھی وہ بات میسر نہیں آتی جو بزرگوں کی صحبت سے

مل جاتی ہے۔

۵۳۔ دنیا دار صوفیا سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔

۵۴۔ جس علم سے عمل معقود ہے اس کا فیصل علمِ فقہ ہے۔

۵۵۔ دشمنانِ دین سے قوی جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔

۵۶۔ کفار کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنا خلقِ عظیم میں داخل ہے۔

۵۷۔ اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی ذلت میں ہے۔

۵۸۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہوگی اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔

۵۹۔ کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا ضروریاتِ دین سے ہے۔

۶۰۔ مسلمان رہنے کے لیے کفر اور کافری سے بیزار رہنا ضروری ہے۔

۶۱۔ فیکر کی نظر میں خدا کے دشمنوں سے بیزاری کے برابر کوئی عمل نہیں۔

۶۲۔ فیکر کی تمنا یہی ہے کہ اللہ اور رسول کے دشمنوں پر سختی کی جائے۔

۶۲۔ اللہ اور رسول کے دشمنوں سے میل جول اور محبت رکھنا بہت بڑی

تقصیر ہے۔

۶۳۔ کامل محبت کی نشانی یہ ہے کہ محبوب کے دشمنوں سے دلی عداوت

رکھی جائے۔

۶۵۔ سلاطین و حکام سے میل جول ابدی ہلاکت اور دائمی نقصان کا سبب

بن جاتا ہے۔

۶۶۔ بادشاہوں کے درباروں کا چرب و شیریں لقمہ قلبی مرض میں اضافہ کرتا ہے۔

۶۷۔ دولت مندوں کی محبت زہر قاتل ہے۔

۶۸۔ دنیا بظاہر شیریں و خوشنما ہے لیکن حقیقت میں زہر قاتل ہے۔

۶۹۔ دنیا اس لیے مغصہ ہے کہ یہ نفس کی معاون ہے۔

۷۰۔ ملک میں بادشاہ روح کی طرح اور رعایا جسم کے مانند ہے۔

۷۱۔ اللہ دوسرے کے لیے محبت نہیں ہے۔

۷۲۔ فرضی عبادتوں کے مقابلے میں نفلی عبادتیں بالکل بے حقیقت ہیں۔

۷۳۔ فالص سے اعراض کر کے نوافل میں مشغول رہنا نفع سے خالی ہے۔

۷۴۔ بُرے اعمال سے ہر وقت توبہ کرنی چاہیے کیا خبر کہ توبہ کی توفیق ملے یا

نہ ملے۔

۷۵۔ زندگی کو حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔

۷۶۔ چند روزہ زندگی کو مہم مقاصد میں صرف کر دینا عقل مند ہی نہیں ہے۔

۷۷۔ فوت ہو جانے والوں کی صدقہ و دعا سے مدد کرنی چاہیے کیونکہ وہ زندوں

کی مدد کے محتاج ہیں۔

۷۸۔ جوانی کے مٹھوڑے عمل کا ثواب بھی زیادہ ہے کیونکہ یہ نفس و شیطان کے

غلے کا وقت ہے ۔

۷۹۔ بندہ نیکی کے راستے پر چلتا ہوا اپنے بال سفید کرے ۔ یہ اس پر خدا کا بڑا احسان ہے ۔

۸۰۔ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعاؤں کے ذریعے اپنے محسن کی مدد کرتے رہو ۔

۸۱۔ مجازی مالک کی رضا مندی کا خیال رکھتے ہو لیکن حقیقی مالک کی مرضی کو نظر انداز کر دیتے ہو ۔

۸۲۔ اختیار کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا بندوں کو حکم دیا ہے ، وہ اسے کر سکتے ہیں ۔

۸۳۔ تہجد کا اہتمام کریں کیونکہ وہ طریقہ کی ضروریات سے ہے ۔

۸۴۔ تمام احکام شرعیہ کو عقل کی میزان پر تولنا اچھا نہیں ہے ۔

۸۵۔ رب وہ نہیں ہے جو انسان کی عقل یا اس کے وہم و گمان میں سما جائے ۔

۸۶۔ جو چیز انسان کے عقل یا اس کے وہم و گمان میں سما سکتی ہے وہ رب کی ذات نہیں ہو سکتی ۔

۸۷۔ حقیقی بندہ وہ ہے جو اپنی مرضی کو اپنے معبود کی مرضی میں فنا کر دے ۔

۸۸۔ جو حضور کو رحمتِ دو عالم ہونے کے زاویے سے دیکھتے ہیں وہ ایمان کی

دولت سے مشرف رہتے ہیں ۔

۸۹۔ جو حضور کو بشر ہونے کے زاویے سے دیکھتے ہیں وہ ایمان کی دولت

سے محروم ہو جاتے ہیں ۔

۹۰۔ چونکہ حضور نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا ، اسی لیے حضور کا سایہ نہیں تھا ۔

۹۱۔ مخلوق ہونے کے سوا کائنات کے کسی فرد سے کسی بات میں حضور کو

مماثلت نہیں ہے ۔

۹۲۔ حضرت علیؓ پر تقیہ کی تہمت لگانا گویا شیر خدا کو بزدل اور منافق کہنا ہے ۔

۹۳۔ صحابہ کرام سارے ہی حق پر تھے لہذا سب کو اچھے نکتوں سے یاد کرنا چاہیے ۔

۹۴۔ سارے ہی صحابہ کرام آسمانِ ہدایت کے ستارے تھے ۔

۹۵۔ فقہ کے میدان میں امام ابوحنیفہ صاحبِ خانہ ہیں ۔

۹۶۔ تین چوتھائی فقہ امام ابوحنیفہ کے لیے مستم ہے اور باقی سارے فقہاء ایک

چوتھائی میں شامل ہیں ۔

۹۷۔ حنفی تنہا بھی اُمتِ محمدیہ کا سوادِ اعظم ہیں ۔

۹۸۔ سو سالہ مجدد اور ہزار سالہ مجدد کے مراتب میں وہی فرق ہے جو سو اور

ہزار میں ہے ۔

۹۹۔ ہزار سالہ مجدد اولوالعزم پیغمبروں کا نائب ہوتا ہے ۔

۱۰۰۔ زاہد دنیا کا عقل مند ترین انسان ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ وَعِلْمُهُ

آتَوْا وَآحْكُمُ ۔



## اپنے موجودہ بزرگوں کی خدمت میں چند گزارشات

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھولیں تو متحدہ ہندوستان میں مغلیہ خاندان کا جلال الدین اکبر نامی بادشاہ دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ اس وقت اتنے بڑے ملک اور ایسے جاہ و جلال کا ملک کوئی اور بادشاہ نہیں تھا۔ بد قسمتی سے جلال الدین کہلانے والا دین اسلام کا جلال نہیں بلکہ بے دینی اور گمراہی کا ایسا علمبردار بن گیا تھا کہ دین الہی کے نام سے نیا دین جاری کر دیا۔ اور اسلام کے نام سے تو گویا اسے چڑھو گئی تھی۔ ہر اس کام کے جاری کرنے میں وہ لطف محسوس کرنے لگا تھا جس سے اسلام اور اسلامی شعائر کو صدمہ پہنچتی ہے مثلاً نے میں مدد ملتی تھی۔ دین کا محافظ اللہ ہے۔ اکبر بادشاہ کی غیر اسلامی روش کے وقت بھی ملک کے ہر درو دیوار سے یہ آواز آرہی تھی۔

فور خدا ہے کفر کی حرکت پہ حذہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

سرمایہ ملت کے عدیم المثال نگہبان حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف دین و ملت کی تجدید فرمائی بلکہ اسلامی شعائر کو مٹنے سے بچایا اور تاریخ عزیمت کی کتاب میں ایک نمایاں باب کا اضافہ کرتے ہوئے گمراہی کے ارکان ثلاثہ یعنی حکمران، غلط کار صوفیا اور علماء سوء کے لیے راہ راست پر آنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ اس مروجہ آگاہ نے گمراہی کے بھیرے ہوئے سیلاب کا رخ پھیر دیا اور

سرکاری سرپرستی میں چلنے والے فتنہ دین الہی کو تو ہمیشہ کے لیے زیر زمین دفن کر دیا محقا۔ آپ کا یہ عظیم الشان کارنامہ دین و ملت کے ہر خیر خواہ اور ہر مصلح کو مشعلِ راہ کا کام دیتا رہے گا۔

اسی طرح ہمارے قابلِ صدا احترام صوفیائے عظام، علمائے کرام اور سلاطین ذی احتشام کا اعلیٰ قدر و مراتب دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی جڑیں مضبوط کرنے میں ایسا عظیم الشان حصہ ہے جس کو زبان و قلم سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حق یہ ہے کہ ان حضرات نے اپنی اپنی بساط کے مطابق انبیائے کرام علیہم السلام کی نیابت کا ہمیشہ حق ادا کیا اور سنتِ الہیہ کے مطابق قیامت تک حق ادا کرتے رہیں گے۔ دنیا کی زیب و زینت یہی حضرات ہیں اور جب یہ نہیں رہیں گے تو دنیا بھی باقی نہیں رہے گی چودھویں صدی کے مجددِ برحق امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء)

نے اس حقیقت کو اپنے بصیرت افروز قلم سے یوں بیان فرمایا ہے

رونقِ بزمِ جہاں میں عاشقانِ سوختہ

کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبانِ سوختہ

شمعِ ہدایت کے ان پروانوں سے صرفِ نظر کر کے کسی بھی ملک کے مسلمانوں کی تاریخِ صحیح معنوں میں لکھی نہیں جاسکتی۔ یہ حالات کی ستم ظریفی ہے کہ ایک مدت سے تاریخ کو صرف بادشاہوں تک محدود رکھا ہوا ہے۔ دین کی نشر و اشاعت میں بے شک اسلام کی قوتِ علمیہ یعنی حضراتِ علمائے کرام کا مجبورِ پور حصہ ہے اور اسلام کی قوتِ دفاعیہ یعنی سلاطین اسلام نے بھی اس گمشدگی کی اپنے خونِ پسینے سے آبیاری کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گشت نہیں کیا لیکن اسلام کی قوتِ روحانیہ یعنی حضراتِ صوفیائے عظام کا دین کی پوری نشر و اشاعت میں اسی طرح حصہ ہے جیسے جسم کے تمام اعمال و افعال میں روح کا حصہ ہوتا ہے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت و اخلاقِ عالیہ کے منظر اور

رونی بزمِ جہاں ہی عاشقانِ سوختہ ہوتے ہیں۔

سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا مہلا کون اندازہ کر سکتا ہے جبکہ آپ کے کتنے ہی غلاموں کے کارنامے ایسے عظیم الشان ہیں کہ ان بزرگوں نے انتہائی نامساعد حالات میں انبیائے کرام کی یاد تازہ کر دکھائی تھی۔ چونکہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بالکل بند ہو چکا ہے اور جملہ انبیائے کرام میں آپ ہی سب سے آخری نبی اور قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔ لہذا اب کوئی نئی پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ امتِ محمدیہ میں ایسے افراد پیدا ہوتے ہیں گے جو ایسے حالات میں بھی حق کا علم بلند کرتے رہیں گے۔ جیسے حالات میں پہلے انبیائے کرام کو معیشت فرمایا جاتا تھا۔

دور کیوں جائیں سرزمینِ پاک و ہند کی تاریخ ہی پر نظر ڈالیے۔ اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں صوفیہ حضرات یعنی گروہِ اولیاء اللہ سے کیا۔ حضرت داتا گنج بخش (المتوفی ۷۴۵ھ / ۱۳۶۲ء)۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (المتوفی ۷۳۲ھ / ۱۳۴۷ء)۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (المتوفی ۶۲۳ھ / ۱۲۳۱ء)۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر (المتوفی ۶۷۱ھ / ۱۲۷۲ء)۔ خواجہ نظام الدین اولیاء (المتوفی ۷۴۵ھ / ۱۳۲۴ء)۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی (المتوفی ۷۶۱ھ / ۱۲۶۲ء)۔ اور حضرت مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) رحمۃ اللہ علیہم کے کارنامے نمایاں کیا اس امر کے منہ بولتے ثبوت اور ملتِ اسلامیہ کی تاریخ کا جزو لا ینفک نہیں ہیں؟ کیا ان بزرگوں کے کارنامے کو نظر انداز کر کے مسلمانانِ پاک و ہند کی تاریخ لکھی جاسکتی ہے؟

اسی طرح گروہِ علماء کو دیکھیں تو خاتمِ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء)۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۵ء)۔



شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۶۴ھ / ۱۷۶۲ء) ————— بحر العلوم

مولانا عبد العلی لکھوی (المتوفی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء) ————— سراج الہند مولانا

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) ————— شہنشاہ اقلیم

منطق و مجاہد اعظم علامہ فضل حق خیر آبادی (المتوفی ۱۲۶۸ھ / ۱۸۶۱ء) —————

کاسر نجدیت مولانا فضل رسول بدایونی (المتوفی ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء) ————— پایہ زمین

شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی (المتوفی ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء) ————— اور

چودھویں صدی کے مجدد و رب حق امام احمد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جان دار علمی و عملی کارنامے مسلمانانِ پاک و ہند کا عظیم سرمایہ ہیں اور

ان بزرگوں کی مساعی جلیلہ بھی اپنے اپنے دور میں جہدِ ملت کے اندر روح کا کام کرتی

رہی ہیں کیا ان حضرات کے کارناموں کو جدا کر کے پاک و ہند کے مسلمانوں کی

تاریخ کو مکمل کہا جاسکے گا؟ ہر دیدہ و راہ عقل سلیم رکھنے والے کی نظر میں ان حضرات

کے کارنامے سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں اگرچہ برطانوی دور سے بعض

گمراہ گرا سلامیانِ پاک و ہند کی تاریخ کو مسخ کرتے آ رہے ہیں۔

امتِ مرحومہ کی چودہ سو سالہ تاریخ اسلام کے مایہ ناز سپوتوں کے علمی و عملی

کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ یقیناً ان بزرگوں کے کارنامے نمایاں ہمارے موجودہ

مشائخِ عظام اور علمائے کرام کے پیشِ نظر ہوں گے اور یقیناً یہ حضرات ان کارناموں کو

متغیل راہ بنا کر کشتیِ ملت کی راہنمائی کا فریضہ پوری دانش مندی اور مستعدی سے ادا کر

رہے ہوں گے آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انبیائے کرام کی نیابت کا فریضہ جن پر عائد ہوتا

ہو وہ اس سے سبکدوش ہونے میں ہمہ تن مصروف نہ ہوں۔

مملکتِ خداداد پاکستان سراسر ایک نظریاتی مملکت ہے جو صرف اسلام کے

نام پر معرضِ وجود میں آئی ہے تو اس کشتی کے حقیقی ناخدا تو مشائخِ عظام اور علمائے کرام



ہی ہیں۔ یقیناً ان بزرگوں نے اس کی نظریاتی حفاظت اور استحکام کی خاطر تن من دھن کی بازی لگائی ہوئی ہوگی۔ ان حضرات کے ہاتھ ہر وقت نبضِ وقت کی رفتار پر رہتے ہوں گے۔ مگر اسی اور بے راہروی کو دفن کیے بغیر ان حضرات کو چین نہیں آتا ہوگا۔ فرقہ ساز و فتنہ باز تو ان بزرگوں کی مساعی مجاہدہ کو دیکھتے ہوئے منہ چھپائے پھرتے ہوں گے اور ان کے تعاقب سے ڈرتے ہوئے کوئی ایسی بات اپنی زبانوں یا نوکِ قلم پر نہیں لاتے ہوں گے جہاں حضرت کی ناراضگی کا باعث ہو سکتی ہے۔

عرض ہمارے یہ بزرگ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھالی بھیلوں کو ان بھیلوں کا شکار ہونے سے بچانے میں پوری طرح کوشاں ہوں گے جو بھیس بدل کر ان بھیلوں میں آٹے ہیں اور بھیلے ہو کر بھیلوں کی بولی بول رہے ہیں۔ جن بدخواہوں نے اپنے آپ کو جتوں اور عماموں میں چھپا رکھا ہے۔ جو لصوصِ دین ہو کر علمی و روحانی مسندوں پر براہِ مان ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دینے اور ایمان کی دولت سے انھیں محروم کرنے کی غلط راہ پر علم و فضل کے بڑے بڑے خوشمالیل لگا رکھے ہیں۔

اب میں انبیائے کرام کے ان ناہموں، کشتیِ ملت کے ان ناخداؤں، ملتِ اسلامیہ کے غم خواروں یعنی اپنے موجودہ راہنماؤں سے دستِ بستہ چند سوالات کرنے کی جرات کرتا ہوں اور محض اس عرض سے کہ کسی کی جانب سے اس عظیم الشان فرض کی ادائیگی میں اگر کوئی کوتاہی واقع ہو گئی ہے تو وہ اپنے پردہ کار کی بارگاہ میں پیش ہونے سے پہلے اس کی تلافی کر لیں کیونکہ اس عمرِ ناپائیدار کا آخرِ مجرورہ ہی کیا ہے۔ معلوم نہیں یہ کشتیِ عمرِ رواں کس وقت بھرِ مستی میں غرق ہو جائے گی ممکن ہے کہ اپنے فرائض میں سے کسی فرض کی جانب وہ توجہ ہی نہ فرما سکے ہوں تو اب متوجہ ہو سکیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنا فرض ایسی مستعدی سے ادا کر رہے ہوں کہ باطل اور بے راہروی کو ملک کے کسی گوشے سے سہراٹھانے کی گنجائش نظر نہ آ رہی ہو تو اس صورت میں بھی ان

حضرات کے اس خادم کو یاد دہانی کروانے اور کہنے سننے کے اجر کی امید تو یہ ہے گی۔  
گزارشات یہ ہیں :-

۱۔ حضور والا ! ملک کے اندر حکمران کا وجود اس طرح ہوتا ہے جیسے جسم میں روح۔  
یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ملک کی اصلاح کا راز حکمرانوں کی اصلاح میں پوشیدہ ہے۔  
آج پاکستان کو قائم ہونے پورے چالیس سال گزر چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر قائم  
ہونے والی اس نظریاتی مملکت میں قائد اعظم سے قائد عوام تک کتنے ہی حکمران آئے  
اور ملک عدم کی جانب روانہ ہو چکے جبکہ اس مدت حیزل محمد ضیاء الحق صاحب صدر مملکت  
ہیں اور انھوں نے ایک سیاسی حکومت بھی اپنے ماتحت قائم کر رکھی ہے جس کے وزیر اعظم  
جناب محمد خاں جوئیہ صاحب ہیں۔ ہمارے موجودہ راہنماؤں نے تمام حکمرانوں کو کتاب و سنت کا  
گرویدہ، ملت اسلامیہ کا خیر خواہ اور نظریہ پاکستان کا علمبردار بنانے میں کوئی کسر اٹھا  
نہیں رکھی ہو گی۔ کیا اپنی مساعی جلیلہ اور ان کے نتائج سے آپ قوم کو مطلع فرما سکتے ہیں  
۲۔ جن حضرات نے قیام پاکستان کی ہندوؤں سے بھی بڑھ کر مخالفت کی

مختی مسلمان کہلانے کے باعث وہ انگریزوں اور ہندوؤں کے زرخیز علماء اور لیڈر بھی  
پوری ڈھٹائی سے پاکستان میں ہی آگھسے محفے۔ پاکستان بن جانے کے بعد آج تک  
جملہ حکومتوں کو کیا آپ نے ملک و ملت کی خیر خواہی میں وطن عزیز کے دوستوں اور  
دشمنوں یعنی اس کے قیام کے لیے سر و صحر کی بازی لگانے والوں اور اس کے راستے  
میں غیروں سے بھی بڑھ کر روڑے لگانے والوں میں تمیز رکھنے کی تلقین فرمائی۔ یقیناً  
آپ حکمرانوں کو ایسا ہی کرنے کی قلمی کاوش فرماتے رہے ہوں گے۔ اگر قوم کو ان  
کتا بوں کے ناموں سے مطلع فرما دیا جائے جو آپ نے اس ضرورت کے تحت لکھ کر  
حکمرانوں کو راہ ہدایت دکھائی ہو تو یہ پاکستان کے موجودہ باشندوں یعنی اپنے ہی  
نیاز مندوں پر آپ کا احسان ہو گا۔

۲۔ قیام پاکستان کی تحریک یقیناً بڑی مبارک تحریک تھی اور قیام پاکستان کے بعد اس تحریک کی مکمل تاریخ کو مکمل کر کے قوم کے سامنے لانا ملک و ملت کی ضرورت تھی یقیناً اس ضرورت کو آپ نے سب سے بڑھ کر محسوس کیا ہوگا اور اسی احساس کے تحت ابتدائی حکومتوں سے ہی تحریک پاکستان کی تاریخ مرتب کروالی ہوگی کیا واقعی یہی ہوا ہے یا ملک و ملت کے مفاد اور اس اہم ترین ضرورت کی جانب آج تک توجہ مبذول فرمانے کی آپ حضرات کو فرصت ہی نہیں ملی ؟ فرصت نہیں ملی یا حکمرانوں سے کہنے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی ؟ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس ضرورت پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے مضبوط کتابیں لکھی ہوں اور انھیں حکمرانوں کے پاس بھیجنے کے ساتھ پورے ملک میں بھی پھیلایا ہو۔ کاش ! ہمارے موجودہ رہنما اپنی ان کوششوں اور کادشوں سے قوم کو مطلع فرمائیں جو انھوں نے اس ضرورت کا احساس رکھتے ہوئے کی ہوں تاکہ معلوم تو ہو کہ یہ حضرات کہاں تک قوم کی خیر خواہی فرما رہے ہیں۔

۴۔ سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ افراد ہی انگریزوں کے دور اقتدار سے حکومت کی مشینری کے پُرزے بنے آرہے ہیں جبکہ آپ حضرات نے ان پُروں کو اسلامی سانچے میں ڈھالتے کی ضرورت کا بڑی شدت سے احساس کیا ہوگا اور اس مقصد کے حصول کے لیے پوری کوشش بھی فرمائی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ تمام پُرزے واقعی آپ نے اسلامی بنا دیئے تھے ؟ کسی غیر اسلامی پُرزے کو تو یقیناً آپ نے کسی جگہ اس ملکی مشینری میں فٹ نہیں کرنے دیا ہوگا۔ کیونکہ ایسے غلط پُرزے تو پوری مشینری کے نظام کو خراب کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کی مساعی جمید اگر قوم کے سامنے آجائیں تو وہ دوسروں کے لیے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں ؟

۵۔ سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ افراد کو برطانوی دور سے آج تک حکومت کی مشینری کے پُرزے بنایا جا رہا ہے اور علم دین حاصل کرنے والوں کو ایسا عضو معطل بنایا ہے



کہ وہاں کے فارغ التحصیل ہونے والے تو رہے ایک طرف۔ ان میں کام کرنے والے خواہ کوئی مفتی اعظم ہی کیوں نہ ہوں۔ انھیں ان کی اس بلند پایہ علمیت کے باوجود حکومت کے کسی ادارے میں ایک چیراسی کی جگہ بھی نہیں مل سکتی۔ انگریزوں نے تزیہ ستم ظریفی اس لیے روا رکھی تھی کہ مسلمان اپنے بچوں کو اسلامی مدرسوں میں پڑھانے سے رک جائیں گے کیونکہ اگر پڑھائے تو ایسے مہکاری بن کر نکلیں گے کہ عمر بھر انھیں قوم کی خیرات اور چندے پر ملنا ہوگا اور دوسری جانب علماء کی معاشرے میں بے قدری ہوگی تو لوگ ان سے نفرت کھا کر اسلام سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ کم از کم آزاد ہو جانے کے بعد تو آپ حضرات نے ستم ظریفی کے اس سلسلے کو بند کروا دیا ہوگا؟ اگر کچھ بھی نہیں کیا تو اسلام پر کرم فرمانے کے اس برطانوی اقدام کو آپ نے مسلمانوں کے لیے مفید سمجھا ہوا ہے؟

۶۔ آپ حضرات کی کتنی تصانیف عالیہ ایسی ہیں جو سکولوں اور کالجوں کے نصاب میں شامل ہو کر ان میں تعلیم پانے والوں کے قلوب و اذنان کو جل بخشنے میں ہیں۔ اگر خدا نخواستہ جواب نفی میں ہو تو اپنے نونا لان چمن کی دینی موت میں آپ حضرات بھی کسی قدر حصہ دار قرار پائیں گے یا نہیں؟ غور فرمائیے کہ جب وہاں تربیت پانے والے حضرات کا مقدمہ پیش ہوگا تو دینی لحاظ سے ان کے قاتلوں میں آپ حضرات کے اسمائے گرامی تو موجود نہیں ہوں گے؟

۷۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے تبلیغ دین کا کام آجکل بڑی برقی رفتار سے ہو سکتا ہے کسی قوم کو ہانے اور بگاڑنے میں ذرائع ابلاغ کو بہت دخل حاصل ہو گیا ہے۔ یقیناً دور غلامی کی کچی ہوئی قوم مسلم کے بخت خفہ کو جگہ لے اور سنوارنے کی خاطر آپ حضرات نے جملہ ذرائع ابلاغ کو اسلامی حدود کے اندر رہنے پر مجبور کر رکھا ہوگا تاکہ وہ کسی اور راستے پر چل کر قوم کو بے راہ اور گم کردہ منزل نہ کر دیں۔ اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے



آپ حضرات نے جو کچھ آج تک کی ہے وہ قوم کے سامنے رکھا جائے تاکہ آپ کے احسانات اور خیر خواہی کے باعث پاکستان کے تمام سنی مسلمان آپ کے سامنے سرِ نیاز خم کیے رہیں۔

۸۔ ہر شہر میں ماہوار کتنے سینما شہوتے ہیں اور ان میں حامی دینے والوں کی تعداد کیا ہوگی؟ قوم کی اس ذہنی عیاشی اور بے راہروی کا یقیناً علاج سوچا ہوگا۔ واضح تو فرمائیں کہ آپ نے اس ستم ظریفی کے مہذب باب کی خاطر جو نسخہ کیمیا تجویز کیا اور جو درائع ان کی اصلاح کے لیے اختیار فرمائے تھے۔ ان کا ان چالیس سالوں میں کیا نتیجہ برآمد ہوا ہے؟

۹۔ کسی بھی شہر میں آپ کے ماہوار کتنے دینی جلسے ہوتے ہیں اور ان کے مقابل اسی شہر میں ماہوار کتنے سینما شہوتے جلتے ہیں۔ دونوں جانب کے حاضرین کا تناسب بھی یقیناً آپ کی نظر میں ہوگا۔ قوم کو اس ذہنی عیاشی سے بچانے کی خاطر آپ نے بہت کچھ کیا ہوگا۔ کیا اسے بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟

۱۰۔ دور کیوں جائیں جبکہ یہ حالات سب کے سامنے ہیں کہ قوم کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو حضرات علماء و مشائخ کی صورت دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا جبکہ ان لوگوں کو ایکڑوں اور ایکڑوں سے اتنی محبت اور دلی لگاؤ ہے کہ ان کے دیدار کی ایک جھلک پانے کے لیے یوں دیوانہ وار بھاگتے ہیں جیسے مجنوں کبھی ناقہ ریل کے پیچھے میلوں تک بھاگا ہوگا۔ ہونہیں سکتا کہ آپ حضرات نے اس لمبے کی اصلاح کے لیے مختلف اور مؤثر تدابیر اختیار نہ فرمائی ہوں۔ انہیں بیان تو فرمائیے؟

۱۱۔ اب چند سالوں سے پاکستان کے کتنے ہی گھرانے ٹیلی ویژن اور وی سی آر کے ذریعے خود ہی سینما گھر بن گئے ہیں۔ اس صورت حال کا قوم پر جو اثر پڑ رہا ہے اسے آپ پوری طرح باخبر ہیں اور یقیناً اس ستم ظریفی پر آپ کا دل سب سے زیادہ دکھتا اور

خون کے آنسو روٹا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس مشفقانہ جذبے کو سلامت رکھے اور آپ کے پدرانہ سایے کو قوم کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ اس بے راہ روی سے مسلمانوں کو بچانے کی خاطر یقیناً آپ حضرات نے بہت کچھ کیا ہو گا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ بوجھ سے بالاتر ہے کہ آپ حضرات کی انتھک ساعی جمید کے باوجود مرض روز بروز ترقی پذیر بن نظر آ رہا ہے۔ مہد کیوں؟

۱۲۔ اخبار قوم کی آواز ہوتے ہیں۔ کیا ہمارے اخبارات واقعی ملت اسلامیہ کی ترجمانی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں؟ کیا یہ حق و صداقت کے علمبردار بن کر اعلیٰ کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کر رہے ہیں؟ اگر وہ حق و صداقت کے علمبردار نہیں بلکہ کسی پارٹی کی آواز یا چڑھتے سورج کے پجاری ہیں اور ذہنی عیاشی کا سامان فراہم کرنے میں وہ بھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے معین و مددگار ہیں تو ان کی اصلاح کے لیے آپ حضرات نے آج تک پچاس سال کے طویل و عریض عرصے میں کیا تدابیر اختیار فرمائی تھیں؟

۱۳۔ اگر اخبار والوں نے آپ کا اثر قبول نہ فرمایا تو اپنے تربیت یافتہ افراد سے کتنے اخبار جاری کروائے تاکہ آپ کی بدولت وہ قوم کو مایوس نہ ہونے دیں اور پوری پامردی سے حق و صداقت کی علمبرداری کا فریضہ ادا کر کے قوم کو راہِ راست دکھاتے رہیں اور حکمرانوں کو مجبور کرتے رہیں کہ وہ ملک و ملت کے خلاف جانے کا تصور بھی ذہنوں میں نہ لانے پائیں۔

۱۴۔ پورے ملک میں بندہ بھوں کی طرف سے بے شمار ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہوار اور سہ ماہی رسالے پورے مٹھاٹ ہاٹ سے چل رہے ہیں ان میں سے ہر ایک گمراہی کے جراثیم پھیلانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر تگاہول ہے۔ یقیناً آپ اس گمراہی کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتے آ رہے ہوں گے اور اس طریقے سے گمراہی پھیلانے والوں کو اب منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی ہو گی۔ کیا یہی بات ہے؟

۱۵۔ باطل کی سرکوبی کے لیے قلمی میدان میں آپ حضرات کے کتنے ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہوار اور سہ ماہی رسالے چل رہے ہیں؟ ذرا ان کی تعداد سے مطلع فرمایا جائے۔ یہ تو ہمیں یقین ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے دین و ایمان کو ان رہبروں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کے لیے اور اپنے راسخا ہونے کا بھرم رکھنے کے لیے یقیناً باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہوگا۔ آپ حضرات پر تن آسانی کی ہمت لگانے والے زیادتی ہی کرتے ہوں گے۔ کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان اونچی علمی و روحانی مسندوں پر براہان ہو کر آپ باطل کے مقابلے پر نہ گئے ہوں اور وہ آپ کی حقانیت کو دیکھ کر اپنے ہر قسم کے رسالے بند کر کے کبھی کے تاثر ہو کر آپ کے حق پرست مبارک ہاتھوں پر بیعت کر چکے ہوں گے۔

۱۶۔ اگر بالفرض آپ نے حق کی نشر و اشاعت کے لیے کسی بھی قسم کے رسالوں کو جاری کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں فرمائی تو بعض سنیوں نے جو رسالے جاری کیے ان کے ساتھ آپ حضرات نے دامے درمے قدمے سخن کہاں تک تعاون فرمایا؟

۱۷۔ اہل سنت و جماعت کی اکثر دینی درس گاہیں سو فی پڑتی جا رہی ہیں جبکہ دیوبندی حضرات کے مدارس دن دو فی اور رات چو گنی ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ اہل حق کے مدرسوں کی ناکامی اور گمراہ گروں کے مدارس کی کامیابی کے اسباب و علل پر آپ حضرات نے کبھی غور فرمایا ہے؟

۱۸۔ کیا آپ حضرات نے کبھی سوچا ہے کہ اہل سنت و جماعت میں کامیاب مدرسوں کی کیوں قلت پڑی ہوئی ہے؟ یقیناً سوچا تو ہوگا لیکن اس ستم ظریفی کا علاج کیا تجویز فرمایا؟

۱۹۔ کیا درس نظامی کی کتابوں کو شائع کر دینے کا آپ حضرات کی جانب سے کوئی اہتمام موجود ہے؟ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو یہ طرز عمل کسی دنیاوی فائدے کی غرض سے

اختیار کیا گیا ہے یا اس کے اندر اخروی نجات کا راز پنہاں ہے ؟

۲۰۔ درسِ نظامی سے فارغ ہونے والے اکثر وہ علمائے کرام ہوتے ہیں جو دوسری جانب مڈل پاس بھی نہیں ہوتے جب وہ راہنمائی کی مسندوں پر فائز ہو جاتے ہیں تو اردو زبان کے لحاظ سے ان بزرگوں کی تقریر و تحریر کا معیار کیا ہوگا ؟ کیا سکولوں اور کالجوں کے تربیت یافتہ افراد ایسے علماء کی تقریروں اور تحریروں سے کوئی دلچسپی رکھیں گے ؟ اگر نہیں تو انھیں دوسروں کی طرف جانے پر کس نے مجبور کیا ؟ ان حضرات کی اس دینی و ایمانی موت میں کسی قدر آپ حضرات کا حصہ تو نہیں ہوگا ؟

۲۱۔ درسِ نظامی کی کتنی کتابیں ہیں جن پر بد مذہبوں کے نہیں بلکہ صرف آپ حضرات ہی کے حواشی ہیں اگر ایسی ایک بھی کتاب نہیں ہے تو جو حضرات آج آپ کے سامنے زانوئے ادب تمہ کیے ہوئے ہیں ان میں سے کتنے ہی حضرات کے دلوں میں ان کتابوں کے حواشی اور شروح لکھنے والے علماء سوء کی عقیدت پیدا ہو جائے گی یا نہیں ؟ ان کو گمراہوں کے عقیدت مند بنانے میں کسی قدر آپ حضرات کا حصہ بھی ہوگا یا نہیں ؟

۲۲۔ مئی سال پہلے کی بات ہے کہ پاکستان کے لاہور جیسے عظیم اور شاعری شہر میں اہل سنت و جماعت کا ایک چھوٹا سا مکتبہ نوری کتب خانہ کے نام سے داتا دربار کے زیر سایہ ہوتا تھا جبکہ بد مذہبوں کے درجنوں مکتبے پورے ٹھاٹھ باٹ سے چل رہے تھے۔ یہ آپ حضرات کی قناعت پسندی تھی یا اعلائے کلمۃ الحق سے لاتعلقی ؟۔

۲۳۔ اب لاہور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل سنت و جماعت کے بیس بیس مکتبے پوری آن بان سے چل رہے ہیں۔ ان کے اہباء میں آپ حضرات کی



کوششوں کو یقیناً بڑا دخل ہوگا۔ واقعی یہی بات ہے یا آپ حضرات کی صرف مستجاب دعائیں ہی ان لوگوں کے شامل حال ہیں اور باقی سب خیریت ہے۔

۲۴۔ گمراہ گروں نے تو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر کئی کتابیں ایسی لکھی ہوئی ہیں جو سیرت نگاری کے تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہیں جبکہ یقیناً انھوں نے اپنی ان کتابوں میں اپنے گمراہ کن خیالات و نظریات کو بھی داخل کر دکھا ہے۔ آپ حضرات نے اردو میں سرور کوئین و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر کتنی ایسی کتابیں لکھی ہیں جو جدید تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہوں اور عوام الناس کو ان کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہوں جو گمراہ گروں نے اس میدان میں لکھی ہیں؟

۲۵۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، آئمہ مجتہدین، آئمہ طریقت اور حضرات اولیاء اللہ سارے ہی ہمارے پیشوا اور رہنما ہیں۔ ان بزرگوں کے حالات و کمالات پر آپ حضرات کی کتنی تصانیف ایسی ہیں جن کے مطالعہ سے ان بزرگوں کی عقیدت دلوں میں جاگزیں ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ کتابیں شایان شان ہونے کے ساتھ جدید طرز نگارش کے بھی مطابق ہوں؟

۲۶۔ پاکستان بنانے میں اہل سنت و جماعت کے علاوہ علماء و مشائخ کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ تحریک پاکستان میں سب سے زیادہ حصہ اہل سنت و جماعت کا ہے جو مسلمانوں کا سواد اعظم اور ناجی گروہ ہے۔ کیا اس ملک کا نظام چلنے والی حکومتیں آپ حضرات کی پاکیزہ ہدایات کو اپنے لیے مشعل راہ بنا کر کام کرتی رہی ہیں؟

۲۷۔ مسلمان کہلانے والے جن علماء اور لیڈروں نے قیام پاکستان کے راستے میں ہندوؤں سے بھی بڑھ چڑھ کر روڑے اٹکائے تھے، انھیں آپ حضرات نے پاکستان میں سرامٹھانے کا موقع ہی نہیں دیا یا آپ حضرات کی کیمیا اثر نگاہوں سے وہ اپنی

سابقہ کر توت سے تائب ہو کر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو چکے تھے؟  
۲۸۔ مخالفینِ پاکستان کی جماعتوں میں سے کسی فرد کو آپ حضرات سے  
خوف کھاتے ہوئے کوئی حکومتِ پاکستان کے اندر کلیدی آسامی پر نو فائزر نہیں  
کرتی رہی ہوگی؟

۲۹۔ ماضی قریب میں پاکستان کے اندر چند اہلِ قلم منظرِ عام پر آئے ہیں جن میں سے  
مذومی پروغیر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کو سرفرست شمار کیا جاسکتا ہے۔ یقیناً ان لوگوں  
کے کاموں کو دیکھ کر آپ حضرات کو بڑی خوشی ہوئی ہوگی اس ناچیز کی یہ علمی بے باکی  
بے کہ مجھے آج تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اہل سنت و جماعت کے ان ہی خواہوں کے  
ساتھ آپ حضرات کس طرح تعاون فرما رہے ہیں؟

۳۰۔ ۱۹۸۰ء کے بعد ایسا مبارک وقت بھی آیا کہ اہل سنت و جماعت کی جانب  
سے حدیث کی اکثر کتابیں اردو ترجموں کے ساتھ چھپنے لگیں۔ بفضلہ تعالیٰ احقر کے  
اردو ترجموں کے ساتھ حدیث کی پانچ کتابیں مارکیٹ میں پوری آن بان سے چل رہی  
ہیں۔ یعنی بخاری شریف، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، سنن ابوداؤد اور مؤطا امام مالک  
جبکہ آخری دونوں کتابوں پر اس ناچیز کے حواشی بھی ہیں۔ جب آپ حضرات میں سے  
کسی ایک نے بھی اپنے طور پر اس ناچیز کے لیے نہیں لکھا کہ تو نے یہ اچھا کیا ہے تو  
مجھے محسوس ہوا کہ آپ کو اس کام سے افسوس ہوا ہوگا اور یہ اقدام آپ حضرات کی مبارک  
طبعِ نازک پر گراں گزرا ہوگا؟ کیا بات یہی ہے یا کچھ اور؟

۳۱۔ احقر یہ تو کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ حضورِ والا! یہ کام آپ خود ہی کر لیتے  
تاکہ آپ کو افسوس نہ ہوتا کیونکہ آپ حضرات نے اپنے مقدس جسموں کے اندر جو مد توں کوشش  
کر کے اتنی اتنی مقدار میں پاکیزہ چربی جمع فرمائی ہے اسے ایسے کاموں میں لگ کر ضائع  
کر دینا آپ کے نزدیک کون سا سود مند سودا ہوگا چھ اگر آپ لکھیں تو کتنی ہی تقاضا نیف علیہ

تو اردو میں پی ایچ ڈی کرنے والوں یا ایم اے اردو حضرات سے معیار کی بلندی کے باعث پڑھی بھی نہیں جائیں گی کیونکہ ان کے لکھنے والے اگرچہ مڈل پاس نہ سہی لیکن پرائمری پاس ضرور ہوں گے۔

۲۲۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کے نام سے ۱۹۶۸ء میں حکیم محمد موسیٰ امرت سہری مظہر العالی نے ایک ادارہ قائم کیا تھا، جس نے چھوٹے چھوٹے تبلیغی رسائل کی صورت میں انیس سالوں میں اتنا تبلیغی و اشاعتی کام کیا جو آزادی کے بعد پاک و ہند میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس اپنے ہی عظیم تبلیغی اور قابلِ فخر ادارے کے ساتھ آپ حضرات نے کتنا تعاون فرمایا؟

۲۳۔ اس ادارے کے قائم کرنے اور چلانے والے علماء و مشائخ نہیں تھے جبکہ یہ ذمہ داری تو ان حضرات کی ہے جو علمی و روحانی مسندوں پر بیٹھ کر انبیائے کرام کی نیابت کا دم بھر رہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام اور مشائخِ عظام نے اس قسم کے کتنے تبلیغی و اشاعتی ادارے قائم کیے ہوئے ہیں جان کے ناموں سے مطلع فرمایا جائے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ یہ حضرات اپنے فرض کو کہاں تک ادا کر رہے ہیں؟

۲۴۔ ۱۹۸۷ء کے شروع میں اپنے مذکورہ عظیم الشان ادارہ یعنی مرکزی مجلسِ رضا لاہور کو ختم کر دیا گیا ہے۔ سنا ہے کہ اس عظیم ادارے کو زندہ درگور کرنے والے علمی مسندوں پر براجمان ہو کر نیابتِ انبیاء کا فریضہ ادا کرنے والی مہیتاں ہیں۔ کیا مسلک کو نقصان پہنچانے کا ٹھیکہ بھی اب صاحبانِ جبہ و دستار ہی کو مل گیا ہے؟

۲۵۔ مودودی صاحب نے اپنے سحر کار قلم سے قوم کے ایک خاص طبقے کو اپنی جانب نہ صرف متوجہ کر لیا ہے بلکہ اتنا گرویدہ کر لیا ہے کہ مودودی صاحب کے مقابلے پر تو ان کے معتقدین کی نظریں کوئی نی بھی نہیں جپتا۔ امیر ہے کہ مودودی صاحب کی جملہ کاوشوں کو آپ حضرات نے مسلمانوں کے سچے خیر خواہ بن کر زیرِ زمین

دفن کر دیا ہوگا۔؟

۳۶۔ قیام پاکستان کے وقت دیوبندی حضرات انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے لیکن ان چالیس سالوں میں اپنے بستر بند رضا کاروں کے ذریعے اہل سنت و جماعت کے اتنے افراد کو کلمہ و نماز کے بہانے سے اغوا کر کے وہابیت کی جھولی میں ڈال دیا ہے کہ اب وہ سوادِ اعظم ہونے کا دعویٰ بھی کرنے لگے ہیں۔ اہل سنت و جماعت پر گندم نما ہوش مبلغین کے دن دھاڑے ڈاکوں کو دیکھ کر آپ حضرات نے اس ستم ظریفی کا کیا سدباب کیا ہے؟

۳۷۔ پوری دنیا کے اندر اوقاف صرف اہل سنت و جماعت کا ہے تمام پرانی اور بڑی بڑی مسجدیں تو صرف سنیوں کی ہیں کیونکہ دوسرے فرقوں کا انگریزوں سے پہلے اس ملک میں وجود بھی نہیں تھا۔ پاکستان میں اوقاف صرف اہل سنت کے سپرد ہونا چاہیے کیونکہ مزارات صرف سنی بزرگوں کے ہیں۔ دوسرے فرقوں میں نہ آج تک کوئی ولی ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے مگر حضرات کی چند مساجد کو ساتھ ملا کر مشترکہ اوقاف بنا دینا اور پھر اس پر اولیاء اللہ کے دشمن یعنی وہابیوں کو قابض کرنا یہ جملہ حکومتوں کی پالیسی رہی ہے۔ کیا اس ستم ظریفی کو دیکھ کر آپ نے کسی حکومت کو یہ غلط رویہ اختیار کرنے سے روکا ہے؟

۳۸۔ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والے بچوں کو گمراہ بنانے کی خاطر نصابی کتب میں دین و ملت کے بدخواہوں کو مسلمانانِ پاک و ہند کے دینی راہنما بتایا گیا ہے اور حقیقی راہنماؤں کا پہلی جماعت سے لے کر ایم۔ اے تک کہیں ذکر نہیں کیا۔ کیا آپ نے قلم فروشوں اور ملک و ملت کے بدخواہوں کی اس ستم ظریفی کے خلاف کبھی کوئی مؤثر سدائے احتجاج بلند فرمائی؟

۳۹۔ مملکتِ خداداد پاکستان کو اسلامی خطوط پر چلانے کی خاطر کیا آپ حضرات نے



ان پچالیس سالوں میں کوئی مشترکہ پروگرام بنایا؟ اگر نہیں تو کیوں؟  
۴۰۔ اپنے بزرگوں کے بے شمار علمی مسودات ہیں جو محض بعض لاٹھریوں کی  
زینت تو بنے ہوئے ہیں لیکن زیورِ طبابت سے صدیاں گزرنے پر بھی آراستہ نہیں  
ہو سکے۔ اسی طرح چودھویں صدی کے مجددِ برحق امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ  
اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) کی کستی ہی کتابیں اور فتاویٰ رضویہ کی چھ  
جلدیں ہیں جو تا حال طبع نہیں ہو سکیں۔ کیا اس سلسلے میں آپ حضرات کے تساہل  
کا توجہ نہیں ہے؟

۴۱۔ آپ کے بزرگوں یعنی آپ حضرات کے اساتذہ کرام و مشائخ عظام جنہوں  
نے آپ کو اس بلند و بالا مقام تک پہنچایا اور علمی و روحانی مسندوں پر اپنی جگہ بٹھایا تھا  
یا ان بزرگوں کی جگہ پر آپ کو بیٹھا پڑ ہی گیا ہے تو ان حضرات نے سرمایہٴ ملت کی  
نگہبانی کا فریضہ بخیر و خوبی ادا کیا تھا۔ گمراہ گروں کو کسی بھی میدان میں سر نہیں اٹھانے  
دیا تھا۔ سرٹش گورنمنٹ کے اقتدار کو یخ و برف سے اکھاڑ پھینکنے اور منہدوؤں کی  
اسلام دشمنی پر مبنی تمام چال بازیوں کا مردانہ وارڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ آپ حضرات  
نے اپنے ان بزرگوں اور محسنوں کے کازنامے کو طاقِ نسیان کی زینت کیوں بنایا ہوا  
ہے؟ بزرگو!

ایسا نہ ہو یہ درد بنے دردِ لا دوا

ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو

قیامِ پاکستان سے پہلے جو علمائے کرام اور مشائخ عظام علمی و روحانی مسندوں پر جلو افروز  
تھے۔ ان کی کارکردگی کسی کے نزدیک بہت عمدہ نہ سہی لیکن تسلی بخش اور جان دار  
ضرورت تھی۔ ان بزرگوں کی اپنے وقت کے حالات پر پوری نظر تھی ان کا ماتھے ہر وقت  
نبضِ وقت کی رفتار پر رہتا تھا وہ ہوا کے رخ کو پہچانتے تھے اسی لیے باطل کو

انہوں نے اس طرح دبوچا ہوا تھا کہ سر اٹھانے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔ باطل  
جدھر سے سر اٹھانے کی کوشش کرتا تو اسے نظر آتا کہ ادھر بھی اہل حق نے پہرہ بھٹا  
رکھا ہے۔ اگر ہم نے ذرا بھی سر اٹھایا تو سر سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ وہ ایسا وقت تھا  
کہ عوام کی اکثریت کو حق و باطل کے چہروں میں نمایاں اور واضح فرق، نظر آتا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان قائم ہو گیا تو معلوم نہیں آپ حضرات  
کو کس بے رحم کی نظر لگ گئی۔ عقل کام نہیں کرتی کہ اسے کس کا فردا کا غمزدہ خوں ریز قرار  
دیا جائے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ حضرات بے دنیوں، گرامیوں اور ملک و ملت کے  
دشمنوں کے لیے میدان کو خالی چھوڑ کر کیوں لمبی تان کر سو گئے؟ معلوم نہیں یوں خواب  
خروگوش کے مزے لینے میں آپ حضرات نے دارین کی کون سی مہلائی شمار فرمائی؟  
ملت اسلامیہ کی بھولی بھالی بھڑوں کی گلہ بانی سے آپ کیوں اکتائے؟

شیطان مہلائیے موقع کو کب ہاتھ سے جانے دیتا ہے اس نے اپنے نابالوں  
کو خبردار کیا کہ انبیائے کرام کے نائب تو سوئے پڑے ہیں لہذا تم ایسے میں جتنا ہو سکے  
زیادہ سے زیادہ کام کر دکھاؤ۔ چنانچہ لصوصِ دین نے اس موقع کو عنایت جانا اور پوری  
طرح منظم ہو کر دین و دنیا کے ہر شعبے پر چھا گئے۔ انہوں نے اتنا کام کیا کہ حق و باطل  
کو غمزدہ کر کے رکھ دیا۔ رہبروں اور راہزنوں کی تفریق کو یہاں تک مشکوک کر دیا کہ  
وہ برطانوی رہبروں کو راہزن اور راہزنوں کو رہنما کہنے لگے۔ یہی وہ صورتِ حال تھی  
جس پر بینا چیر ۱۹۷۶ء میں بللایا تھا اور آج بھی اسی طرح یوں نوحہ کن ہے۔

صاحبانِ علم و عرفان مصلحت کا ہیں نثار

حفظِ دیں کا اب دلوں سے حوصلہ جاتا رہا

آج وہ نغمے کہاں ہیں ولمواز و لہنشیں

بلبلیں سب اڑ گئی ہیں چھپسا جاتا رہا

مسند ارشاد پر کتنے ہی غائب بھی ہیں  
شیخ سرہندی کا لبیکن ولولہ جاتا رہا  
کامیاب اپنے مشن میں ہو گئے تخریب کار  
وائے اک اک نائب احمد رضا جاتا رہا  
یا الہی کلب اختر کو بنا کلب رضا

دشمنانِ دین نہ یہ سمجھیں رضا جاتا رہا  
حضور والا! حق و صداقت کے محافظوں کا تساہل ہر صاحبِ نظر اور دین و ملت  
کے ہی خواہ کو میری طرح ہی تڑپا رہا ہو گا۔ ہر ایک کی یقیناً یہی خواہش ہو گی کہ یہاں  
مدینہ طیبہ کی بیلوں کے دل نواز و دل نشیں نئے نئے فرووس گوش ہوتے رہیں۔ مدقوں  
سے جو زاغ و بوم کی دلخراش آوازیں کانوں میں پہنچ رہی ہیں۔ کیا یہ دین و ملت کے  
خیر خواہوں کو خون کے آنسو روئے پر مجبور نہیں کر رہی ہیں؟ افسوس!  
ہر شاخ پہ آٹو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہو گا؟

لیکچر بازی کے میدان میں تو آپ حضرات کی کارگزاری دیکھنے اور سننے سے  
تعلق رکھتی ہے خواہ اس کا نتیجہ مثبت برآمد ہو یا منفی۔ لیکن باقی میدانوں میں آپ فقدا  
یا سہوا انتہائی قناعت سے کام لے رہے ہیں۔ کاش! آپ حضرات میں سے  
کوئی ایسا مردِ میدان بھی نکل آئے جو حضرت محمد و الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مردِ حق  
آگاہ کی طرح مسند ارشاد کی لاج رکھے۔ اگر یہ نہیں تو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ  
اللہ علیہ کی طرح علمی مسند اور دارالافتاء کی ذمہ داریاں نبھانے کی خاطر صورتِ حال کا پوری  
طرح جائزہ لے کر ایک جانب اپنی قلم کاری سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھائے  
تو دوسری جانب نقاب پوش رہنماؤں کو بے نقاب کرنے کی خاطر یہ کہتا ہوا میدان میں  
کو دپڑے۔

ۛ اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں  
مجھے بے حکم اذال، لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ  
حنور والا! کام کرنے سے بات بنتی ہے۔ کام کرنے والے ہمیشہ بازی لے  
جاتے ہیں اور جو حضرات صرف باتیں ہی بنانا جاتے ہیں وہ بغلیں جھانکتے ہی رہ جاتے  
ہیں۔ دوسرے اسی لیے تو کامیاب ہو گئے کہ آپ لمبی تان کر سوتے ہوئے تھے اور  
وہ شب و روز کام کر رہے تھے اور منظم ہو کر ہر میدان میں کام کر رہے تھے کیا یہ  
افسوس کا مقام نہیں ہے کہ آپ حضرات کسی میدان میں بھی کام کرنے کے لیے آج تک  
منظم نہیں ہو سکے۔ خدا! اب جاگ اٹھیے، منظم ہو کر کام کرنے کا پروگرام بنائیے،  
بہت کچھ گنوا لیا ہے اب نہ گنوائیے۔ بہت کچھ کھو دیا ہے اب کھونے سے رک جائیے۔  
خالق سے ڈریئے اور مخلوق سے شرمائیے۔ مروانہ دارا علائے کلمۃ الحق کا کام کیجیے یقیناً  
کامیابی آپ کے قدم چومے گی کیونکہ خدا کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی۔ لیکن جناب  
پھر سن لیجیے کہ باتیں بنانے اور خیالی پلاؤ پکانے سے کچھ نہیں بنے گا۔ بات بننے کی  
تو کام کرنے سے بنے گی۔

ۛ زندگانی کی حقیقت کو کہن کے دل سے پوچھ  
جوئے شیر و شیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی  
اگر مذکورہ سطور کے اندر کوئی ایسی بات لکھ گیا ہوں جو ہمارے موجودہ علمائے  
کرام اور مشائخِ عظام کی شان کے شایان نہ ہو تو میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ  
ان حضرات کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہوں۔ میرا مقصد تو صرف یہی ہے کہ ہم میں سے  
ہر ایک کو اپنا فرض پہچاننا چاہیے اور اگر کسی جانب سے اپنے فرض کی ادائیگی میں کسی سے  
 کوتاہی سرزد ہو رہی ہو تو وہ اپنے فرض کو فوراً ادا کرے کیونکہ عمرِ ناپائیدار کا آخر اعتبار  
ہی کیا ہے ایسا نہ ہو کہ جب اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف ہم جانے لگیں تو



مہلت ختم ہونے پر ہمیں اپنی کوتاہیوں کا علم ہو۔ تلافی کا وقت آج ہے کیونکہ معلوم نہیں کل کون ہوگا اور کون اس دینائے فانی میں نہیں ہوگا۔ دوسرے آج کا کام کل پر چھوڑنا دانش مندی بھی نہیں ہے۔

اگر اس مقالے کے اندر کوئی کام کی بات لکھ سکا ہوں تو وہ میرے ولی نعمت مرشد برحق، سابق مفتی اعظم دہلی، حضرت شاہ محمد منظر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) کی نگاہ لطف و کرم کا کرشمہ ہے جبکہ جلد غلیظاں اور خامیاں میری نااہلی اور علمی بے مائیگی کے باعث ہیں۔ قارئین کرام ناشر کی معرفت غلیظوں سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔ خدائے ذوالمنن اپنے حقیر بندے کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اسے میرے لیے کفارۃ سیئات، توشہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ دَبْنَا تَقْبَلْ دِنَا اِنَّكَ اَنْتَ السَّيِّعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

گدائے دریاویاں، عبدالحکیم خاں اختر

مجددی، مظہری، شاہجہان پوری

لاہور

۲۸ جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۹۰ء

جمعۃ المبارک



۲۸۹

فقیر نے اپنے بعض مکتوبات میں جو لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے تو یہ اس معاملے کی حقیقت تک رسائی نہ ہونے کے باعث لکھا اور بعض معارف جو توحید و جود کے بارے میں لکھے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہیں کہ عدم اطلاع کے باعث لکھے گئے۔ جب معاملے کی اصل حقیقت سے فقیر کو مطلع فرمایا گیا جو کچھ ابتداء و اوسط میں لکھا اور کہا تھا اس سے ناہم ہوا اور توبہ کی سہ

۲۹۰

مقبول بندہ وہ ہے جو اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی رہے۔ جو اپنی رضا کا تابع ہے وہ اپنے نفس کا بندہ ہے۔ بندے کو چاہیے کہ مالک اگر اس کے گلے پر چھری چلائے تو شاداں فرماں رہے اور مالک کے اس فعل کو اپنی مرضی بنائے۔ اگر معاذ اللہ اس فعل کی جانب سے کراہت پیدا ہوئی یا دل نے تنگی محسوس کی تو یہ آئین بندگی کے خلاف اور زندہ درگاہ مولیٰ ہونا ہے سہ

۲۹۱

شکر میں اس طرح بے اختیار دے رغبت رہنے کو غنیمت جانتا ہوں اور اس مدت کی ایک ساعت کو دوسری بہت سی ساعتوں سے بہتر دیکھتا ہوں۔ یہاں وہ کچھ میسر ہے جو دوسری جگہوں میں مستور نہیں کہ اس کی مثال میسر آ سکے۔ اس جگہ کے علوم و معارف جدا ہیں اور یہاں کے احوال و مقامات نہایت ہی سلطان کی جانب سے پابندی کو اپنے مالک کی کمال مہربانی اور رضامندی کا دریچہ سمجھتا ہوں اور اس قید میں اپنی

لہ احمد سرسندی، مجدد الف ثانی؛ مکتوبات امام ربانی؛ دفتر اول، مکتوب ۲۹۰

لہ " " " " دفتر دوم، مکتوب ۸۸



نصف علامہ مفتی محمد خلیل خان دہلوی مدظلہ العالی  
تصانیف حضرت

ہمارا اسلام مکمل نوحہ

الصلاة (مجلد)

تفسیر سورہ نور (چادر چادر یواری)

نور علی نور

دس عقیدے

عقائد اسلام

سنتی بہشتی زیور (اول تا نہم)

سبع سنابل ادد

ہماری نماز

فیصلہ مفت مسئلہ توضیحات تشریحات

حکایات رضویہ

روشنی کی طرف

فہرست کتب  
۳۸- اردو بازار لاہور